چراغِ راہ

ضِیاءُ الصِّراط عَلٰی حِیلَۃِ الاِسقَاط

حیلہ اسقاط قرآن وسنّت کی روشنی میں

مؤلف

علامہ عبدالرحمٰن مروت

ناشر

ادارہ فروغِ تعلیماتِ تصوّف راولپنڈی

(درگاہ عالیہ فاضلیہ گڑھی شریف)

نام کتاب:	چراغِ راہ
مؤلف:	علامہ عبدالرحمٰن مروت (ریسرچ سکالر)
پروف ریڈنگ:	علامہ محمد ایوب خان چشتی، لکی مروت
اشاعت بار اوّل:	دسمبر 2017ء
اشاعت بار دوم:	فروری 2026ء
صفحات:	318
لے آوٹ ڈیزائن:	محمد ندیم۔ 0333-5316633
طابع	محمود برادرز پرنٹرز، گوالمنڈی، راولپنڈی
سرورق	ادارہ فروغِ تعلیماتِ تصوف

ناشر

ادارہ فروغِ تعلیمات تصوّف درگاہ عالیہ فاضلیہ گڑھی شریف
تحصیل ٹیکسلا، ضلع راولپنڈی پاکستان۔ فون: 0342-7590690

نوٹ:

پروردگار عالم کے فضل، کرم اور مہربانی سے، انسانی طاقت اور بساط کے مطابق کمپوزنگ، طباعت تصحیح اور جلد سازی میں پوری پوری احتیاط کی گئی ہے۔ بتقاضائے بشری اگر کوئی غلطی نظر آئے یا صفحات درست نہ ہوں تو ازراہ کرم مطلع فرما دیں۔ ان شاءاللہ اگلے ایڈیشن میں ازالہ کیا جائے گا۔ نشاندہی کے لیے ہم آپ کے بے حد مشکور ہوں گے۔

فہرست مضامین

انتساب

مادرِ علمی!

آفتاب ماہتاب میکدۂ علم و دانش

دار العلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف کے نام۔

جس کے گنبد بیضاء نے گنبد خضراء علی صاحبہا التحیۃ والثناء کی ضیاء پاش شعاعوں سے فیضیاب ہو کر ہزاروں طلبہ کو شناور علم و عرفان، پیار و محبت اور عشق خود آگہی سے آشنا کیا۔

اللہ ربّ العزت اس کی ضیاء بار کرنوں کو تا قیامت تابندہ و پائندہ رکھے اور اللہ کرے بھیرہ کے افق سے چمکنے والی روشنی شرق و غرب کے آفاق پر سپیدۂ سحر بن کر نمودار ہو اور تشنگان علم جوق در جوق اس چشمۂ فیض سے بہرہ ور ہوں۔

آمین ثم آمین

خادم العلم والعلماء

عبد الرحمٰن مروت

ساکن سمندر شریف ضلع لکی مروت خیبر پختون خواہ

کلمات تشکر

حضور شیخ الصرف والنحو حضرت علامہ سید حمد اللہ جان صاحب المعروف کابل اُستاد رحمۃ اللہ علیہ اور گلستان کرم دار العلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف کے جلیل القدر قابل صد احترام اساتذہ کرام کا از حد شکر گزار ہوں کہ جن کی محنت شاقہ سے بندۂ ناچیز کا رشتہ قلم و قرطاس سے استوار ہوا۔

اللہ تعالیٰ اُساتذہ کرام کا سایہ تادیر ہمارے سروں پر قائم و دائم رکھے۔

آمین ثم آمین۔

الاھداء

شہباز چشت گل سر سبد
خواجہ خواجگان پیر پٹھان خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی علیہ رحمۃ الرحمٰن کے حضور۔

کہ جن کے فیضان نظر سے علم و حکمت کے وہ چشمے پھوٹے جن سے فضل و علم کے متلاشی اور طریقت و شریعت کے تشنگان اپنی پیاس بجھا رہے ہیں۔ جن کے لگائے ہوئے طریقت کے شجرہائے ثمر بار چار دانگ عالم میں علم و عرفان کے ثمرات بانٹ رہے ہیں بصد عجز و نیاز پیش کرتا ہوں۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

یکے از گدائے در اولیاء
عبد الرحمٰن مروت

حیلۂ اسقاط

حیلہ اسقاط کرنا صدقۂ صدقات ہے
رحمتوں کی مرنے والوں کے لیے سوغات ہے

یہ اجالا نیکیوں کا لے کے آئے اس جگہ
جس جگہ شب تو ہے کیا دن کو بھی کالی رات ہے

قبر میں یہ حور ہے یہ روشنی ہے نور ہے
اس وسیلے نے بنائی بگڑی سب کی بات ہے

یہ غریبوں کے لیے بخشش کا اک سامان ہے
مال داروں کے لیے بھی دافع آفات ہے

اس میں چند پیسے ہزاروں کی طرح ہیں معتبر
تھوڑا سا صدقہ بھی گویا کرنی بڑی خیرات ہے

یہ طریقہ صالحین کاملین، اسلاف کا
یہ نجات آخرت ہے کتنی اچھی بات ہے

مومنو! کرتے رہو اسقاط ہے اچھا عمل
جو کریں اس کی مذمت ان پر تو بس ھیھات ہے

از: محمد انور بابر
اسسٹنٹ پروفیسر گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ
کالج لکی مروت۔

چراغِ راہ

رقم اسقاط پہ مروت نے جو کی ہے یہ کتاب
علمِ شرعی میں نہیں اس کی بلاغت کا جواب

یوں معطر ہیں فصاحت سے مسائل اس میں
جیسے گلشن میں مہکتے ہوئے خوش رنگ گلاب

نام مروت نے دیا اس کو ”چراغِ رہ“ کا
میرے نزدیک تو یہ فقہ کا سورج ہے جناب!

ہر ورق علمِ شریعت سے منور اس کا
ایک اک لفظ لگے اس کا ہمیں گوہرِ ناب

نور عرفاں کا جو جاری ہے ”چراغِ رہ“ سے
دور کرتا ہے یہ ذہنوں سے جہالت کے حجاب

یوں بیاں اس نے کیے ”حیلۂ اسقاط“ اس میں
پڑھ کے ہوتی ہے جنھیں عقل کی کھیتی سیراب

جاں فشانی سے بہت اس نے یہ کی ہے تحریر
بے حساب اس کو عطا اللہ کرے اجر و ثواب

ضو رہے اوج پہ مروت کے ”چراغِ رہ“ کی
تادمِ حشر رہے اس کی زمانے میں تاب

ہے یہ شاکر کی دعا مروتِ فاضل کے لیے
روز افزوں ہوں مرے بھائی کے علمی اسباب

ابرار شاکر (تمغہ امتیاز)
مؤلف ”لمعات مدائح میروی“
پنڈی گھیب

دعائیہ کلمات

شیخِ طریقت حضرت خواجہ پیر محمد اکرم شاہ صاحب مدظلہٗ العالی①

محبِ گرامی مولانا عبد الرحمٰن مروت کی مایہ ناز تصنیف ضیاء الصراط علی حیلۃ اِسقاط اپنے خد و خال، صورت و مواد اور ظاہری و باطنی حسن سے پوری طرح مالامال ہے یہ کتاب اپنے موضوع پر ایک شاہکار اور گرانقدر تحقیقی کتاب ہے حیلہ اور اس کے متعلقات پر جس عالمانہ بصیرت کے ساتھ روشنی ڈالی گئی ہے وہ حد درجہ لائقِ ستائش اور قابلِ مطالعہ ہے۔ دلائل کی کثرت، جزئیات کی فراوانی اور مستند حوالوں سے پوری کتاب مزین ہے۔ ہر مسئلے کو علم واستدلال کی میزان پر منقح کرنے کے بعد ہی کسی شرعی نظر کا اظہار کیا جاسکتا ہے انداز تحریر اور اسلوب نگارش بہت عمدہ اور مؤثر و مدلل ہے۔

میری ناقص معلومات کی حد تک دنیائے اہلسنت میں اس موضوع پر اتنی اچھی کتاب ابھی تک نہیں لکھی گئی ہے۔

سچ پوچھئے تو موضوع کا حق ادا کر دیا ہے مولانا کی اس تصنیفی کاوش پر بے حد مسرت ہوئی اور دل سے دعائیں نکلیں رَبِّ کریم کی بارگاہ میں دعاگو ہوں کہ اس کتاب کو قبولِ عام بخشے اور مصنف کتاب کو دینی اور دنیاوی سعادتوں سے بہرہ مند کرے، اس کے زورِ قلم کو مزید بڑھائے اور اس کے قارئین کی عمر، رزق علم اور عمل میں خوب برکتیں عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃِ وَ التَّسْلِیْم۔

فقیر محمد اکرم شاہ

درگاہِ عالیہ چشتیہ فاضلیہ گڑھی شریف
تحصیل ٹیکسلا ضلع راولپنڈی۔

① سجادہ نشین درگاہِ عالیہ چشتیہ فاضلیہ گڑھی شریف تحصیل ٹیکسلا ضلع راولپنڈی۔

کلماتِ تکریم

جگر گوشہ مجاہد تحریک پاکستان حضرت پیر شمس الامین صاحب دام ظلہ العالی①

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

حقیقت یہ ہے کہ علم وہ ہے جس پر رضائے الٰہی اور خوشنودئ یزدانی کے لیے عمل کیا جائے اور ساتھ ہی ہر میدان، ہر محاذ پر بلکہ زندگی کے ہر موڑ پر اسکی اشاعت ہو خواہ اقوال ہوں یا اعمال اور خواہ حسن اخلاق ہوں یا تصنیف اوراق۔ ارشاد ربّانی ہے۔ کہ "وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا" مفسرین کرام لکھتے ہیں کہ حکمت سے مراد علم نافع ہے جس پر خلوص عمل اور للّٰہیت کے ساتھ اس کی ترویج ہو۔ یقیناً ایسا عالم "خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَهٗ" کا مصداق اور ایسی ہستی کی حیات اور ممات کائنات کے لیے باعث رحمت وبرکت اور موت العالِم موت العالَم تصور ہو گا۔

الحمد للہ خدا کا فضل و کرم ہے کہ مشائخ اور علماء اہلسنت نے خانقاہوں، مساجد اور مدارس کی صورت میں مذہب حنفیت اور ساتھ ساتھ سلف صالحین کے نقشِ قدم پر چل کر تصوف کی اشاعت کا عزم کر رکھا ہے۔ اور بندۂ نیاز مند بارگاہِ ربِّ صمد کو زیادہ خوشی ہے کہ ان تمام امور و مشاغل کے ساتھ ساتھ اگر تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی جاری و ساری ہو تو عند اللہ ماجور اور جہاد بالقلم سے اہم فریضہ کی ادائیگی بھی ہو جائیگی زیر نظر مسودہ دار العلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف کے فاضل نوجوان اور قابل صد تحسین و آفرین مولانا عبد الرحمٰن صاحب (زید علمہ) کی ایک علمی کاوش ہے۔ کتاب مدلل اور حنفی مذہب کے

① سجادہ نشین آستانہ عالیہ قادریہ مانکی شریف نوشہرہ صوبہ خیبر پختون خواہ۔

اصول واحکام کے مطابق اور حوالہ جات سے مزین ہے۔ دوران مطالعہ پتہ لگا کہ اس کاوش اور تحریر کے لیے کافی پڑھائی، گہرا مطالعہ اور شب وروز محنت سے کام لیا گیا ہے۔

بندہ آخر میں دست بدعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ اہلسنت والجماعت کے مدارس کی علمی و عملی صلاحیتوں کو اور ترقی دے خصوصاً جامعہ محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف جو میکدۂ علم و دانش ہے۔ اور ان مدارس میں ایک امتیازی حیثیت والے مدرسہ کو اگر سر فہرست کہا جائے تو یقیناً مبالغہ نہ ہوگا۔ مولانا موصوف کو ربّ کریم تعالیٰ شانہ علم نافع اور حکمت کاملہ نصیب فرما کر یہ پر خلوص علمی کاوش قبول ومنظور ہو اور ایسے مدارس اور آستانے تا روز قیامت ذکر و فکر اور درس وتدریس سے آباد ہوں۔

(آمین بجاہ طٰہٰ ویٰسین ﷺ)

شمس الامین

خادم آستانہ عالیہ قادریہ مانکی شریف

نوشہرہ خیبر پختون خواہ

کلماتِ تحسین

از:۔ علامہ محمد طفیل احمد مصباحی صاحب مدظلہ العالی[1]

شریعت اسلامی، انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں کو محیط اور حاوی ہے۔ اعتقادات، عبادات، معاملات اور انسانی افعال وأعمال کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس کے تعلق سے شریعت اسلامی میں واضح ہدایات اور منصوص احکام موجود نہ ہوں اگر کسی مسئلہ سے متعلق کوئی حکم صراحتاً یا دلالتاً نہ ملے تو ایسے اصول و قواعد اور جزئیات ضرور ملیں گے، جن کے ذریعے نت نئے مسائل کا حکم معلوم کیا جاسکے فرع اصل کے مطابق یا مشابہ ہوا کرتا ہے۔

شریعت اسلامی سے ماخوذ "فقہ اسلامی" بعینہ اسی وصف و خصوصیت کا حامل ہے فقہ اسلامی کی ایک نمایاں ترین خصوصیت یہ ہے کہ اس کے اندر حد درجہ وسعت و جامعیت، لچک اور ہمہ گیری پائی جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ "فقہ اسلامی" نے اپنے وسیع تر مفہوم اور مادی لحاظ سے بھی عالمی تمدن اور غیر مسلم معاشرے پر بھی اپنے گہرے نقوش چھوڑے ہیں اور عقلاء عالم کو اس حقیقت کا اظہار واعتراف کرنے پر مجبور کیا ہے کہ "فقہ اسلامی" بلاشبہ ان اصول و مبادی پر مشتمل ہے جو عالمی عروج وارتقاء اور انسانی اصلاح و فلاح کے لیے نہایت ضروری ہیں۔

حیلہ اسقاط (حیلہ شرعی) آئین فقہ وشریعت کا ایک اہم باب ہے جو بظاہر غیر محمود ہونے کی بجائے مصالح عامہ کے پیشِ نظر محمود و مستحسن ہے۔

تعامل ناس دلیل شرعی اور حجت شرعی ہے سلفاً و خلفاً اہل علم کا اس پر عمل رہا ہے اور بہت سارے علماء وفقہاء اور آئمہ و محدثین "حیلہ اسقاط" کے جواز پر متفق ہیں۔ قرآن وحدیث، قوال آئمہ وارشادات فقہاء سے "حیلہ اسقاط" کا ثبوت وجواز فراہم ہے

① سب ایڈیٹر ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ یوپی انڈیا۔

فقہ کی کتابوں میں "کتاب الحیل" کے نام سے "حیلہ اِسقاط" کے مسائل ومباحث موجود ہیں فقہائے احناف میں سے جلیل القدر عالم وفقیہ علامہ اِبن نجیم مصری حنفی علیہ الرحمۃ نے اپنی مایہ ناز تصنیف "الاَشباہ والنظائر" میں اس مسئلے پر تفصیلی روشنی ڈالی ہے اور مختلف عبادات ومعاملات میں "حیلہ اِسقاط" کے عمل دخل کا ذکر فرمایا ہے۔ حیلہ اِسقاط کی سب سے مضبوط قرآنی دلیل یہ آیت کریمہ ہے:۔

"وَ خُذْ بِیَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَ لَا تَحْنَثْ اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ۔"

ترجمہ: "اے ایوب تم اپنے ہاتھ میں (سو تنکوں والا) جھاڑو پکڑ لو اور (اپنی قسم پوری کرنے کے لیے) اس سے (ایک بار اپنی بیوی کو) مارو اور قسم نہ توڑو بیشک ہم نے اسے ثابت قدم پایا کیا وہ خوب بندہ تھا بیشک وہ ہماری طرف بہت زیادہ رجوع کرنے والا تھا۔"

واقعہ یہ ہے کہ حضرت ایوب علیہ اسلام نے کسی بات پر اپنی زوجہ محترمہ سے ناراض ہو کر قسم کھالی کہ میں اسے سو ضربیں لگاؤں گا غصہ فرو ہونے کے بعد آپ پشیمان ہوئے کہ اگر اہلیہ کو نہ ماروں تو قسم ٹوٹ جائے گی اور ماروں تو اللہ تعالیٰ کی اس بے قصور بندی پہ زیادتی ہوگی اس کش مکش کے عالم میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مذکورہ بالا حکم صادر ہوا اور اس صورت حال سے چھٹکارا پانے کی ترکیب بتائی گئی اور یہی "حیلہ اسقاط" ہے، حیلہ اسقاط میں گویا "سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے" والی کہاوت پر عمل ہوتا ہے اور وہ حیلہ جس سے آدمی حرام امور سے خلاصی حاصل کرتے ہوئے حلال کاموں تک رسائی حاصل کرے، یہ عند الشرع جائز و مستحسن اور محبوب ومندوب ہے۔

غرض یہ کہ جس "حیلہ اِسقاط" یا "حیلہ شرعی" کے ذریعے احکام شرعیہ کا ٹالنا یا کسی کے حق کو زائل کرنا اور اسے ضرر پہنچانا مقصود نہ ہو اور اس عمل کو اخلاص قلب اور نیک نیتی کے ساتھ انجام دیا جائے تو یہ شرعاً جائز ہے۔

زیر نظر کتاب "ضیاء الصراط علی حیلۃ اِسقاط" موسوم بہ "چراغ راہ" اپنے

موضوع پر ایک بلند پایہ علمی و تحقیقی کتاب ہے جس میں "حیلہ اِسقاط" کے مسئلے پر قرآن وحدیث، اقوال محدثین وارشادات فقہاء کی روشنی میں مدلل اور مفصّل گفتگو کی گئی ہے اور اس کے ممکنہ گوشوں کو عالمانہ و محققانہ انداز میں منظر عام پر لایا گیا ہے۔

کتاب کے مصنف مؤلف جناب مولانا عبد الرحمٰن مروت (ساکن سمندر شریف ضلع لکی مرت سرحد پاکستان) ہیں جو انٹر نیشنل اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد پاکستان، سے سیرت میں ایم فل اور حدیث میں ایم، اے کیے ہوئے ہیں۔ دار العلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف سرگودھا پنجاب پاکستان کے ایک ہونہار فرزند اور لائق وفائق طالب علم ہیں۔

مولانا موصوف میں دینی وعصری علوم کا باہمی امتزاج پایا جاتا ہے، بڑے محنتی، قابل اور خوش اخلاق نوجوان عالم دین ہیں عمر تو کم ہے لیکن علم زیادہ ہے۔ تحقیقی ذوق اور عالمانہ ذہن و دماغ رکھتے ہیں، مولانا کی یہ کتاب دیکھ کر ان کی ذہانت اور تحقیقی مزاج کا اندازہ ہوا اور راقم ان کی علمی شخصیت سے بہت زیادہ متاثر ہوا دل سے دعائیں نکلیں کہ الحمدللہ آج بھی ہماری جماعت میں تحقیقی شعور رکھنے والے علماء وطلبہ کی کمی نہیں ہے ۲۱۳ صفحات پر مشتمل اس کتاب میں ۱۲۴ کتب ورسائل کے حوالہ جات سے بھی اس بات کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ فاضل مؤلف نے اس کتاب کی ترتیب وتالیف میں کس قدر محنت اور عرق ریزی سے کام لیا ہو گا۔

غرض کہ یہ کتاب اپنے موضوع پر ایک گراں قدر علمی و تحقیقی سرمایہ اور مؤلف کے علمی و تحقیقی شعور کا آئینہ دار ہے اللہ تبارک وتعالیٰ مؤلف کی اس خدمت کو قبول فرمائے اور دارین کی سعادتوں سے مالامال کرے۔

آمین بجاہ سید المرسلین علیہم التحیۃ والتسلیم

دعا گو ودعا جو

محمد طفیل احمد مصباحی

سب ایڈیٹر ماہنامہ اشرفیہ (جامعہ اشرفیہ)

مبارک پور اعظم گڑھ یوپی انڈیا۔

تاثرات

از:۔ جگر گوشہ حضور ضیاء الامت بیرسٹر پیر فاروق بہاؤ الحق شاہ صاحب[1]

بسم اللہ الفتاح العلیم والصلاۃ والسلام علی رسولہ الامین الکریم

اما بعد:۔

دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف کے فاضل شاہین مولانا عبد الرحمٰن مروت کی تالیف ضیاء الصراط کو چند مقامات سے پڑھا حیلہ اسقاط کے موضوع پر موصوف نے جس عرق ریزی اور جانفشانی سے کام کیا ہے وہ قابل ستائش اور لائق تحسین ہے حیلہ اسقاط کے جواز کو ادلہ اربعہ کی روشنی میں ثابت کیا گیا ہے اور نفس مسئلہ کو سمجھانے کی حتی المقدور کوشش کی گئی ہے اہل علم کے لیے یہ کتاب ایک خوبصورت تحفہ ہے میری دعا ہے اللہ تعالیٰ عزیز القدر کو قلم و قرطاس کا امین اور بحر تحقیق کا غواص بنائے۔

دعا گو

پیر فاروق بہاؤ الحق شاہ

① آستانہ عالیہ امیر السالکین بھیرہ شریف

کلماتِ توثیق

از:۔ ابوحسام سید قمر الاسلام[1]

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ، وبه نستعين، والصلاةوالسلام على اشرف الأنبياء والمرسلين سيدنا محمد صلى الله عليه وسلم۔

أما بعد!

فقہ اسلامی بے حد اہم اور وسیع موضوع ہے۔ اہم اس لحاظ سے کیوں کہ اس کا تعلق مسلمانوں کے شب و روز کی زندگیوں سے ہے، جب کبھی انھیں مشکلات کا سامنا ہوتا ہے تو وہ فقہ اسلامی کی رہنمائی سے اپنے فکر و عمل کی راہیں متعین کرتے ہیں۔ وسیع اس معنی میں کہ انسانی سماج مسلسل مائل بہ ترقی ہے، ترقی کا ہر بڑھتا ہوا قدم اپنے پیچھے لاتعداد سوالوں کو چھوڑ جاتا ہے اور وہ سوالات اہل علم سے اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ ان کا معقول مناسب اور قابل عمل حل تلاش کیا جائے، جو مزاج شریعت سے ہم آہنگ بھی ہو اور بحسن و خوبی انسانی مصالح کی پاس داری بھی کرتا ہو۔ اسی وجہ سے فقہ اسلامی میں تحقیق تفحص کا عمل مسلسل جاری رہتا ہے۔ ظاہر ہے کہ تحقیق کا یہ عمل حد درجہ دیانت داری، زمانہ شناسی، جزئیات کے احاطے، اشباہ و نظائر اور ان کے فروق کے ادراک، اصول اور ان کی تفریحات پر عالمانہ دسترس کا مطالبہ کرتا ہے۔

ان مطلوبہ صفات کے بغیر اس وادی میں قدم رکھنا ضلالت کو گلے لگانے جیسا ہے۔ اللہ کریم فقہائے اسلام کی تربتوں پر رحمت و نور کی برسات کرے۔ ان کی پیہم علمی ریاضتوں کے سبب لاینحل عقدے حل ہوئے، انھوں نے نہ صرف اپنے زمانے

① ابوحسام سید قمر الاسلام خانقاہ عالیہ قادریہ، جہانگیر نگر فتح پور اتر پردیش، انڈیا۔

کے اشکالات کا کافی وشافی حل فراہم کیا بلکہ بعد کے ادوار میں پیدا ہونے والے سوالات کے جواب بھی کمال بصیرت کے ساتھ محفوظ کر گئے۔ ان کی شبانہ روز مساعی کی بدولت مسلمان شر وفتن کی آنچ سے محفوظ رہ سکے اور شرعی احکام سے وابستہ وپیوستہ رہ سکے۔

بعد کے زمانوں میں جب طالبان علم میں سہل پسندی، پست ہمتی اور کوتاہ بینی عام ہوئی جس کے نتیجے میں علم و تحقیق کا کارواں سُست روی کا شکار ہوا۔ گردش روزگار نے مسائل کے انبار تو لگادیئے لیکن ہمارے درمیان ایسے زمانہ شناس اور متبحر علماء نسبتاً کم سے کم ہوتے گئے جو بروقت معاشرے کی درست سمت میں رہنمائی کرپاتے۔ فکری انارکی، لادینی نظریات کے سیلاب اور احکام شریعت سے عوامی بے توجہی کی صورتوں میں مسلمانوں کو اس کا خمیازہ بھگتنا پڑا۔ یہاں بطور استثناء اس حقیقت کا اعتراف واجب ہے کہ ہمارے قومی زوال کے اس عہد میں بھی جہالت کی ان ظلمتوں کے درمیان علم کی ایسی مشعلیں فروزاں رہیں جنھوں نے تنہا ہوتے ہوئے انجمنوں کا کام کیا، ان کے سعادت آثار وجود سے فقہ اسلامی کے وقار میں اضافہ ہوا۔

بیسویں اور اکیسویں صدی تک پہنچتے پہنچتے افراد کا یہ کام فقہی اکادمیوں نے سنبھال لیا اور متبحر علماء کی ٹیمیں اجتماعی غور وخوض کے ذریعے مسائل کا حل تلاش کرنے لگیں۔ اس طرز تحقیق میں اجتماعیت کی برکتیں بھی سمٹ آئیں اور نسبتاً خطاؤں کی گنجائش بھی کم ہوگئی۔ نیز ایسے علما وفقہا بھی نمودار ہوتے رہے جن کی کوششوں کا مرکزی نکتہ یہی تھا کہ نوپید مسائل کا حل تلاش کر کے امت کی رہنمائی کی جائے۔ ایسے تمام افراد اور اکادمیوں کے ہم جس قدر احسان مند ہوں، کم ہے۔

زیر نظر کتاب "ضیاء الصراط علی حیلة الإسقاط" اس نوعیت کی کاوش ہے۔ حیل کا موضوع فقہ کے طلبہ کے لیے اگرچہ نیا نہیں ہے لیکن پھر بھی ضروری تھا کہ کتب فقہ میں منتشر مباحث کو منطقی ترتیب اور علمی منہج کے ساتھ یکجا کر دیا جائے تاکہ ان جزئیات کی روشنی میں نئے فتنوں کا سدباب ہوسکے۔

فاضل مؤلف کی زیر نظر کاوش دراصل اسی جذبہ خیر کی تکمیل ہے۔ اس کتاب

کے مؤلف گرامی مرتبت مولانا عبد الرحمٰن مروت صاحب ہیں، موصوف حضرت شیخ پیر محمد کرم شاہ ازہری کے خوان علم کے خوشہ چیں اور حضرت شاہ سلیمان تونسوی قدس سرہ کے میخانہ عشق و معرفت کے بادہ خوار ہیں، یہی وجہ ہے کہ ان میں علم کے ساتھ تواضع تحقیق کے ساتھ احترام، آزادی اظہار کے ساتھ عالمانہ سلیقہ گفتگو جمع ہو گیا ہے۔ ان کے یہ اوصاف مذکورہ کتاب کی سطر سطر سے عیاں ہیں۔ ان کا سینہ قومی محبت سے مملو اور درد امت سے معمور ہے۔ جس کی وجہ سے کتاب میں کہیں وہ مشفق ناصح بن جاتے ہیں جیسے کوئی ماں اپنے جگر پاروں پر شفقت ورحمت لٹارہی ہو، جب کہ بعض مقامات پر سخت گیری کرتے ہیں جیسے کسی گروہ کا لیڈر اپنے ہمراہیوں کو آنے والے خطرات سے آگاہ کر رہا ہو۔ اور دونوں ہی مواقع پر لہجے کا بانکپن اور جملوں کی سادگی دامن دل کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔

علوم اسلامیہ کے معمولی طالب علم کی حیثیت سے میں مولانا موصوف کی خدمت میں اس علمی و تحقیقی کتاب کی تالیف پر مبارک باد پیش کرتا ہوں اور ان کے روشن علمی مستقبل کے لیے بارگاہ الٰہی میں دست بدعا ہوں۔ رب کریم اس کتاب کو قبول فرمائے اور مسلمانوں کو اس سے نفع حاصل کرنے کی توفیق بخشے۔

آمین یا رب العالمین، وصلی اللہ علی قائدنا و مرشدنا مولانا وسیدنا محمد و علی آلہ و صحبہ اجمعین۔

بندۂ مسکین

فقیر ابو حسام سید قمر الاسلام رحم اللہ علی حالہ

خانقاہ عالیہ قادریہ،

جہانگیر نگر فتح پور اتر پردیش، انڈیا۔

تاثرات

از:۔شارح صحیح مسلم،علامہ بدرالدجیٰ الرضوی المصباحی①

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّيْ وَ نُسَلِّمُ عَلٰى رَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْكَرِيْم۔

حضرۃ العلام، مولانا عبد الرحمٰن مروت زید علمہ ومجدہ، پاک وہند کی نئ پود کے علماء میں ایک انفرادی شان رکھتے ہیں۔ میں ان سے بخوبی واقف تو نہیں، لیکن کسی سے بخوبی متعارف ہونے کے لیے بالمشافہ ملاقات ضروری نہیں ہے۔ بلکہ اس کی دینی، علمی، تحقیقی اور قلمی خدمات اسے خود منصۂ شہود پر لے آتی ہے۔ عموماً یہ دیکھا جارہاہے کہ جن موضوعات اور میٹرز پر ہمارے اسلاف اور پیش روؤں نے کام کا ایک انبار سا لگا دیا ہے، یہاں تک کہ اب ان پر مزید کام کی ضرورت باقی نہیں رہی، انھیں موضوعات پر ہمارے قلم کار خامہ فرسائی کرتے ہیں۔ وہ اپنے لیے نئ راہ کا انتخاب نہیں کرتے الاماشاء اللہ جب کہ ضرورت اسی کی داعی اور مقتضی ہے۔ ایسے میں مولانا موصوف نے اپنے کام کے لیے ایک نئ جولان گاہ کا انتخاب فرمایا۔ اور بڑی کامیابی کے ساتھ اس کے ہر چہار جانب اپنی فہم و فراست کے گھوڑے دوڑائے اور خوب دوڑائے۔ مولانا موصوف نے اپنی زیرِ نظر مطبوعہ کتاب ”ضياء الصراط على حيلة إسقاط“ کو پانچ ابواب میں تقسیم کیا ہے: بابِ اول میں ”حیلہ“ کی لغوی اور شرعی تعریف کی ہے۔ اور ایضاحِ تام کے لیے ائمہ، محدثین، مفسرین اور فقہا کی تعریفاتِ حیلہ کو بھی بڑی جامعیت کے ساتھ سپردِ قلم کیا ہے تاکہ اصلِ مقصود و مطلوب تک عام قارئین کی رسائی آسان ہو سکے۔ باب دوم اور سوم میں قرآن و احادیث سے ”حیلۂ شرعی“ کا مدلل اور محقق طریقے پر اثبات کیا ہے اور بابِ

① یوپی انڈیا۔

چہارم اور پنجم میں ”حیلۂ شرعی“ کے طریقے اور شرائط پر انتہائی جامع انداز میں مع مالہ وما علیہ روشنی ڈالی ہے اور اپنے موضوع کا حق ادا کیا ہے۔ میں عدیم الفرصتی کی وجہ سے زیرِ نظر کتاب کا بالاستیعاب مطالعہ تو نہیں کر سکا، لیکن سرسری مطالعہ سے ہی یہ اندازہ ہو گیا کہ مولانا نے اپنی کتاب میں ”حیلۂ شرعی“ کے تمام پہلوؤں کا احسن طریقے پر احاطہ کیا ہے۔ اور کہیں بھی اگر مگر کی گنجائش باقی نہیں رکھی ہے۔ اور یہ ثابت کر دکھایا ہے۔ کہ ”حیلۂ شرعی“ مشروع ہے۔ اور بہت سے مواقع پر اس کی حاجت ہے بالخصوص اہلِ مدارس کو اس کی شدید ضرورت ہے۔ دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ مولانا موصوف کو مزید تحقیقی اور دینی خدمات کی توفیق مرحمت فرمائے۔ اور ان کے قلم میں مزید پختگی اور روانی پیدا کرے اور پاک وہند میں ان کا فیض عام فرمائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

بدرالدجیٰ الرضوی المصباحی،

یوپی انڈیا

تقریظ جلیل

از:۔ پروفیسر ڈاکٹر عبدالعزیز ساحر①

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عبدالرحمٰن اسلامی فکر اور تہذیب کا ایک سنجیدہ طالب علم ہے۔اس نے مذہبی اور فکری تعلیم پیر محمد کرم شاہ صاحبؒ کے دارالعلوم سے حاصل کی اور اس کی روحانی تربیت بھی ان کے صاحبزادے امین الحسنات شاہ صاحب کی زیر نگرانی ہوئی۔اس نوجوان کی شخصیت میں جو علمی وقار اور فکری تازگی ہے وہ دبستان تونسہ کی آب و ہوا میں برگ و بار لائی ہے۔تونسوی دبستان فکر و نظر میں اعتدال اور توازن کی نورانیت قبلہ عالم وعالمیان خواجہ محمد سلیمان تونسویؒ کے وجود مسعود کی برکت سے ہویدا ہوئی اور ہماری تہذیبی اور مذہبی زندگی میں اس کا روحانی اظہار پچھلی دو صدیوں سے ہو رہا ہے۔عبدالرحمٰن اپنی ذہنی اور فکری تربیت کے اعتبار سے اس سلسلہ فیضان سے متعلق ہے اس کی تحریر و تقریر کا حسن اور رعنائی اسی سلسلہ عرفان کی عطا ہے۔

حیلہ اسقاط کے حوالے سے عبدالرحمٰن کا پیش نظر مقالہ اپنے علمی دلائل کے اعتبار سے نہایت اہمیت کا حامل ہے اس نے قرآن وحدیث کی روشنی میں حیلہ اسقاط کے شرعی پہلوؤں کا عمدہ جائزہ لیا ہے اس کا انداز بیان پر کشش اور جاذب نظر ہے دلیل اور استدلال کی روشنی روایت اور درایت کے اصول و ضوابط سے مستنیر ہوئی اور یہ مقالہ اس روشنی کی آب و تاب کا خوب صورت اظہاریہ ہے۔میں خدائے محمد ﷺ کے حضور دعا

① چئیرمین اُردو ڈیپارٹمنٹ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد۔

گو ہوں کہ وہ اس نوجوان کی سعی کو قبول فرمائے اور اس کے علم و عمل میں برکت دے۔

آمین

ڈاکٹر عبدالعزیز ساحر
چیئرمین اردو ڈیپارٹمنٹ
علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد۔

صدائے دِل

از:۔ پروفیسر محمد انور بابر چشتی صمدی سلیمانی①

عبدالرحمٰن مروت چشتی ایک علم دوست گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کے والد حاجی قلی خان صاحب بھی ارباب علم ودانش کے دلدادہ، قدردان اور کفش بردار ہیں۔ محدود وسائل کے باوجود (سمندر) جیسے پسماندہ موضع میں ایک دینی درسگاہ کی بنیاد رکھی۔ حضرت علامہ حمد اللہ جان صاحبؒ عرف کابل استاد جیسے عالم و فاضل اور عارف کامل کی سرپرستی حاصل رہی۔

متعلم عبدالرحمٰن نے مفسر قرآن حضرت والا شان ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازھریؒ کے دینی ادارہ سے آٹھ سالہ درس نظامی کے نصاب کی تکمیل کی اور اعزازی نمبروں سے کامیاب ہوئے۔ اور اب زہے نصیب انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد میں اپنی علمی موورال کو بلند کر رہے ہیں۔ انہوں نے کم عمری اور زمانہ طالب علمی ہی سے تصنیف و تالیف میں طبع آزمائی کی اور مختلف وسائل و جرائد میں ان کی نگارشات چھپتی رہیں۔ اب وہ باقاعدہ ایک کتاب کی مؤلف کی حیثیت سے ہمارے سامنے ہیں۔

فاضل مؤلف موصوف نے ایک نہایت دقیق فروعی موضوع پر قلم اٹھایا ہے۔ اور ضیاء الصراط کے نام سے کتاب مرتب کی ہے۔ جو اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس کتاب میں حیلة اسقاط للأموات کے جواز میں کتاب و سنت اور فقہاء کی مستند کتب سے حوالے پیش کیے گئے ہیں۔ اور یہ ثابت کیا گیا ہے کہ برائے ایصال ثواب حیلۂ اسقاط

① پروفیسر، گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج لکی مروت۔

ایک مستحب و مستحسن عمل خیر ہے۔

بہر حال یہ کتاب "حیلۂ اسقاط" کے موضوع پر ایک ایسی باقاعدہ مدلل کتاب ہے جو اس موضوع پر دلائل تلاش کرنے والوں کو کتب خانے پلٹنے کی ضرورت سے بے نیاز کر دے گی اور صرف اسی کے مطالعہ ہی سے مطلوبہ مسائل حیلہ کا حل بآسانی معلوم کیا جا سکے گا اور ہر مسائل کی تسلی و تشفی ہو گی انشاء اللہ۔ حق تعالیٰ عزوجل حضور سرور کونین محمد عربی ﷺ آپ ﷺ کے اہل بیت و اصحاب رضوان اللہ علیہ اجمعین کے طفیل مؤلف موصوف عبدالرحمٰن چشتی صاحب کے عمر میں برکت دے اور اس کوشش کو ان کے علم و عمل میں فروغ اور آخرت میں نجات کا ذریعہ بنائے۔

سفر طویل ہے کچھ زاد راہ لے جاؤ
کسی فقیر کی کامل نگاہ لے جاؤ

خادم خدام الفقراء
پروفیسر محمد انور بابر چشتی صمدی سیلمانی
محلہ باموزئی لکی مروت

روشن تاثر

از:۔ مفتی محمد سرفراز قادری صاحب[1]

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔

ہمارے صوبہ سرحد میں بالعموم اور علاقہ مروت میں بالخصوص حیلۂ اسقاط کا مسئلہ معرکۃ الاراء ہے۔ اور اب بھی ہمارے ہاں اختلافی مسائل میں اسکو ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ حضرت علامہ عبد الرحمٰن صاحب کے مسودہ کو فقیر نے جگہ جگہ سے ایک طائرانہ نظر سے دیکھا جس سے روشن ہوا کہ علامہ موصوف نے کافی عرق ریزی سے کام کیا ہے۔ صرف فہرست مضامین اور مصادر والمراجع کی تفصیل دیکھنے سے بھی پتہ چلتا ہے۔ کہ واقعی علامہ موصوف کی سعی، جستجو اور تحقیق قابل داد ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اسے سب مسلمانوں کے لیے نافع بنائے اور سب کو اس سے استفادہ کی توفیق بخشے

آمین ثم آمین۔

الفقیر محمد سرفراز قادری

آف پنیالہ ضلع ڈیرہ اسماعیل خان

[1] مفتی و شیخ الحدیث جامعہ مظہریہ امدادیہ بندیال شریف۔

تقریظ جلیل

از:۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد الطاف حسین الازہری صاحب[1]

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ اَمَّا بَعۡدُ۔ فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ۔ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔

علامہ عبد الرحمٰن آف لکی مروت ایک نوجوان عالم دین ہیں۔ دار العلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف تحصیل بھلوال ضلع سرگودھا سے فارغ التحصیل ہیں شاندار اخلاق و کردار ایک علمی گھرانے کے ساتھ نسبت کا پتہ دیتے ہیں۔ انکی کتاب ضیاء الصراط میری نظر سے گزری موصوف نے اسکی ترتیب میں خصوصی کاوش سے کام لیتے ہوئے۔ ایک دیرینہ اختلافی مسئلہ کو بطریق احسن حل کر دیا ہے۔ حوالاجات وغیرہ جدید اسلوب تحقیق کے مطابق ذکر کیے ہیں۔ اس سے کتاب کی اہمیت میں دوچند اضافہ ہو جاتا ہے۔ اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔

ڈاکٹر محمد الطاف حسین الازہری

شیخ الحدیث دار العلوم محمدیہ غوثیہ

بھیرہ ضلع سرگودھا۔

[1] شیخ الحدیث دار العلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ ضلع سرگودھا۔

”چراغ راہ“ ”امت مسلمہ کے لیے ایک روشن چراغ“

از:۔وزیر احمد مصباحی صاحب①

زیر تبصرہ کتاب ”ضیاء الصراط علی حیلۃ الاسقاط“ موسوم بہ ”چراغ راہ“ موضوع کی مناسبت سے پروفیسر عبدالرحمٰن مروت (پاکستان) کی ایک بلند اور ارفع و اعلیٰ کتاب ہے۔ کتاب ھذا میں ”حیلہ اسقاط“ جو ایصال ثواب کا ایک طریقہ ہے اور اس پر برسوں سے متفقہ طور پر عمل در آمد ہوتا چلا آیا ہے، اس پر مؤلف موصوف نے ابتداء تا انتہاء تحقیقی گفتگو کی ہے اور انصاف کا پیمانہ کہیں جھکنے نہیں دیا ہے۔ واقعی اس دورِ پر آشوب میں، جب کہ اسلام و بانی اسلام کے بر خلاف مسلم دشمن عناصر طرح طرح کے نت نئے ہتھکنڈے اپنا رہے ہیں، آج اسلام کے بھیس میں کچھ ایسے فرقے بھی وجود میں آئے ہیں جو سرے ہی سے اسے تسلیم نہیں کرتے اور کتاب و سنت کی خاک چھانے بغیر دھڑلے سے مسئلہ ”حیلہ اسقاط“ کا انکار کر بیٹھتے ہیں۔ مگر اس دور ناامیدی میں ہماری یہ خوش قسمتی ہی کہیے کہ اس ضروری گوشہ پر مولانا موصوف نے کتاب ہٰذا کو اس امر ضروری کی عمدہ نقاب کشائی کے لیے منتخب فرمالیا اور آپ ہی کے نوک قلم سے منصہ شہود پہ آکر تحقیق و مرجع کا مقام پائی ہے۔ سچ پوچھیں تو موضوع کی مناسبت سے زیر نظر کتاب اپنے اندر تحقیق و جستجو کا ایک بیش بہا خزانہ سمیٹے ہوئی ہے۔

موصوف کی جنون تحقیق و تفتیش اور علمی خاک چھاننے و کتاب کھنگالنے کے حوالے سے محنت شاقہ و جذبہ صادقہ کا کما حقہ اندازہ آپ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ

① جامعہ ملیہ اسلامیہ، دہلی، انڈیا۔

موصوف نے ۲۱۳ صفحات پر مشتمل اس کتاب میں محض اسی ایک مسئلہ کے اثبات (یعنی حیلہ اسقاط) میں ۱۲۴ کتب و رسائل سے اخذ کردہ دلائل و براہین کے سانچے میں حقیقت بیانی کی ہے۔ میری مانیں تو تطویل لاطائل سے بچتے ہوئے موصوف نے اپنے عالمانہ ذہن اور تحقیقی مزاج کا جو حسین امتزاج پیش کیا ہے وہ دور حاضر کے نوخیز مصنفین و مؤلفین کی امنڈتی سیلاب کے لیے ایک خوبصورت قابل تقلید آئیڈیل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس موضوع پر میں نے اپنی جماعت میں شامل درس کتاب ”الاشباہ و النظائر“ کا جب مطالعہ کیا تو پتہ چلا کہ اپنے وقت کے عظیم حنفی عالم، علامہ زین الدین ابراہیم بن نجیم حنفی مصری قدس سرہ العزیز نے بھی اپنی اس شاہکار علمی گلدستہ میں فن خامس کے تحت ”فن حیل“ کا باب قائم کر کے تقریباً پندرہ مسائل پر بڑی اچھی گفتگو کی ہیں، پر وہ ہمارے ہند و پاک میں اردو داں طبقہ کے خاطر زیادہ مفید نہیں۔

دراصل ہوتا یہ ہے کہ لوگ عربی دیکھ کر دامن چھڑانے کی بات کرنے لگتے ہیں۔ اس لیے یہ ضروری تھا کہ اس موضوع پر عام فہم اردو زبان میں کوئی ایسی کتاب ہو جس طرف بآسانی رجوع کیا جاسکے اور مخالفین حیلہ اسقاط ہوش کے ناخن لیں۔ پر بھلا ہو مولانا موصوف کا کہ انھوں نے اس سلگتے موضوع پر ایک گراں قدر تحقیقی گلدستہ کو وجود بخشا۔

موصوف سمندر شریف، ضلع لکی مروت، سرحد، پاکستان کے باشندہ ہیں جو انٹر نیشنل اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد، پاکستان، سے سیرت میں ایم فل اور حدیث میں ایم اے کرنے کے ساتھ ساتھ ماضی قریب کی ایک شش جہات شخصیت یعنی پیر کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ کے لگائے ہوئے گلستان علم و ادب ”دارالعلوم محمدیہ غوثیہ، بھیرہ شریف، سرگودھا پنجاب (پاکستان) کے لائق فرزند اور ہونہار طالب علم بھی ہیں۔ موصوف علمی صلاحیت و لیاقت سے مالا مال ہونے کے ساتھ ساتھ سنجیدہ مزاج اور تحقیقی ظرف سے مکمل ہم آہنگی رکھتے ہیں۔ سوشل میڈیا سے جڑے ہونے کے باعث اختلافی پوسٹ سے گریز کرتے ہوئے وہ گاہے بگاہے اپنے علمی بیانات سے استفادہ کا موقع بھی

عنایت فرماتے رہتے ہیں۔

خیر زیر تبصرہ کتاب آپ کی علمی کمالات وخصوصیات کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اس کی اصل وجہ یہی ہے کہ موصوف نے "حیلہ اسقاط" کے مسئلے پر قرآن وحدیث اور اقوال فقہاء وائمہ کی روشنی میں مبرہن گفتگو کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے اکثر وبیشتر ضروری وتوجہ طلب گوشوں پر بڑی اچھی روشنی ڈالی ہے۔ عام فہم اردو زبان میں اس طرح سادہ اور سلیس انداز میں اپنی بات پیش کرنے کی سعی مشکور کی ہے کہ ایک عام قاری بھی اسے پڑھنے کے بعد اصل مقصود تک باآسانی پہنچ سکتا ہے۔

بر صغیر ہند وپاک میں کسی نزاعی مسئلہ پر تصنیف وتالیف کے سلسلے میں اکثر یہی دیکھا جاتا ہے کہ مصنفین ومؤلفین بڑا تیکھا تیور اپناتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ کرخت لہجہ بھی۔ جس کی وجہ سے وہ سنجیدگی ومتانت سے کوسوں دور ہو جاتے ہیں اور پھر ثمرہ یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مخالفین اسے انتقام کی بھڑکتی آگ سمجھ کر اس کے قریب بھی نہیں آتے، چہ جائے کہ وہ حق بات تسلیم کریں۔ مگر مولانا موصوف کی یہ بہت بڑی خوبی ہے کہ انھوں نے اس روش سے بالکل دور ہٹ کر سنجیدگی کا دامن تھاما ہے۔ قرآن واحادیث اور اقوال ائمہ وفقہا کی روشنی میں جوابات عنایت فرمانے کے ساتھ ساتھ ہی خود پیشوایان مخالفین کے ارشادات واقوال کی روسے بھی مسئلہ "حیلہ اسقاط" کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

اس حقیقت کا اندازہ آپ مولانا موصوف کے اس اقتباس سے بخوبی لگا سکتے ہیں، جسے انھوں نے صفحہ: ۴۱، ۴۲، پر دوٹوک انداز میں رقم فرمایا ہے۔ لکھتے ہیں:۔

"آج اس امر کی سخت ضرورت ہے کہ اصلاحی لٹریچر اور متنازع فیہ مسائل کو اس طرح پیش کیا جائے کہ اس میں حق کو واضح کرنا مقصود ہو اس میں کسی بھی فرقہ پر دشنام طرازی سے احتراز کیا جائے تاکہ تحقیق حق کو لوگ مساویانہ نگاہ سے پڑھیں اور دنیا میں ایسا مسئلہ ہی نہیں جو لاینحل ہو بشرطیکہ اسے حل کرنے کی خواہش کار فرما ہو۔ آج بھی اگر ہم عقیدت ومحبت کے چراغ جلائیں تو آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا۔

صفحہ: ۲، سے بنام "نشان منزل" کتاب کی فہرست قائم کی گئی ہے جو تقریباً دس

صفحات پر مشتمل ہے۔ فہرست پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے کتاب کی اہمیت اور اس میں ڈھکے چھپے تمام نشیب وفراز کا اندازہ لگ جاتا ہے۔ میرے خیال سے یہی وہ کمال ہے جو قاری کو پوری کتاب پڑھ ڈالنے پر یک لخت مجبور کر دیتا ہے۔ ساتھ ہی موصوف نے کلمات تشکر، دعائیہ کلمات اور مختلف تقاریظ کے بعد ہی عنوان "اہداف تحقیق" کے تحت صفحہ ۳۴، ۳۵ پر جو چار زریں اصولی باتیں رقم کی ہیں، وہ واقعی گوشہ ذہن میں نوٹ کر لینے کے قابل ہیں۔ پھر لگے ہاتھوں جناب والا نے "ضیاء اولین" (یہی چراغ جلیں گے تو روشنی ہوگی) کی صورت میں ایک سرخی قائم کر کے اس کے تحت درد بھری لے میں دلی جذبات اور خصوصیات اسلام بیان کرنے کے ساتھ ساتھ کچھ مفید باتیں بھی رقم کی ہے۔ حدیث مبارکہ ہے:۔

"مَنْ سَنَّ فِی الْاِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً۔ ①

ترجمہ: "جنہوں نے اسلام میں ایک اچھی روایت قائم کی"۔

میں سنت حسنہ سے کون سا امر مراد ہے، اس کی پہچان کیا ہے اور اس کے شرائط کیا ہیں؟ ایک اچھوتے پیمانے پر ان ساری چیزوں کی تقریباً پانچ بڑی خوبیاں بیان کی گئی ہیں اور پھر لگے ہاتھوں جواز وعدم جواز کے سلسلے میں تین گروہوں کی نشاندہی بھی کر دی گئی ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ قارئین کرام حضرات کو کم از کم ایک دفعہ اسے غیر جانبدارانہ طور پر ضرور مطالعہ کر لینا چاہیے تاکہ شرک وبدعت کا بازار نہ گرم ہونے پائے۔ اور آج لوگ جو انجانے میں میلاد، فاتحہ، چہلم، تیجہ، برسی، جلوس محمدی اور سلام وقیام وغیرہ کرنے والوں پر فوراً بغیر سوچے سمجھے بدعتی ہونے کا فتویٰ داغ دیتے ہیں، وہ اس حدیث سے کماحقہ واقفیت نہ ہونے کا نتیجہ اور بغض وحسد ہی کا پیش خیمہ ہے۔

کتاب کی اصل ابتدا صفحہ ۴۰، سے ہوئی ہے جو صفحہ ۲۳۰، تک محیط ہے۔ ②

① صحیح مسلم، حدیث: ۶۸۰۰۔

② تبصرہ میں کتاب کے جو صفحہ نمبرات دیئے گئے ہیں وہ پرانے ایڈیشن کے ہیں۔

اس درمیان مصنف موصوف نے اسی ایک نہایت دقیق فروعی موضوع پر جس طرح کتاب وسنت واقوال فقہاومفسرین کی روشنی میں یہ بیان کیا ہے کہ ایصال ثواب ایک مستحسن امر ہے، وہ اپنے آپ میں تحقیق وجستجو کا ایک گنج گراں مایہ معلوم پڑتا ہے۔

کتاب پانچ ابواب پر مشتمل ہے:۔

باب اول: الحیلة فی الشریعة تعریفها و حکمها و اقسامها۔

باب دوم: اثبات الحیلة فی ضوء القرآن و ملحقاتها۔

باب سوم: اثبات الحیلة فی ضیاء الحدیث و ملحقاتها۔

باب چہارم: حیلہ اسقاط کے مختلف طرق کے بیان میں۔

باب پنجم: چوتھے باب میں جو طرق اور ضروری باتیں بیان کرنے سے رہ گئی تھیں اسے اس باب "پنجم" میں تحریر کر دی گئی ہیں۔

پہلے ہی باب کے تحت، جو کہ تقریباً ۲۱، صفحات پر مشتمل ہے، حیلہ اسقاط کی متعدد گیارہ تعریفات، ائمہ فن جیسے: فقیہ ابولیث ثمرقندی، شمس الائمہ امام سرخسی، علامہ ابن حجر، سعدی ابوجیب اور شاہ عبد العزیز محدث دہلوی وغیرہم کے اقوال وافعال اور لغوی وشرعی تحقیق بیان کرنے کے ساتھ ساتھ اس گوشہ پر بھرپور روشنی ڈالی گئی ہے کہ ہر وہ حیلہ جو احقاق حق اور ابطال باطل کے لیے ہو، جائز وروا ہے پر وہ حیلہ جو اس کے برعکس ہو یعنی ابطال حق اور احقاق باطل کے لیے، تو وہ قطعاً جائز نہیں۔ صفحہ ۵۸ تا ۶۰ جناب موصوف نے دکتورہ نشوۃ العلوانی کی حیلہ کے حوالے سے زبردست عربی تحقیق کا خلاصہ نہایت دیانتداری کے ساتھ رقم کر دیا ہے اور پھر دکتورہ موصوفہ کے ذریعہ بیان کردہ پانچ حیل یعنی:۔

(۱) حیلہ واجبہ، (۲) حیلہ مندوبہ، (۳) حیلہ مباحہ، (۴) حیلہ مکروہ، اور (۵) حیلہ محرمہ کو بھی مثالوں کی روشنی میں بڑی تفصیل سے اجاگر فرمایا ہے۔

باب دوم میں قدم رکھتے ہی جناب والا نے واقعہ حضرت ایوب علیہ السلام کے پس منظر میں نازل ہونے والی آیت کریمہ اور حیلہ کی سب سے قوی دلیل:۔

"خُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ۔ ①

ترجمہ: "اور (فرمایا) اپنے ہاتھ میں ایک جھاڑو لے کر اس سے مار دو اور قسم نہ توڑو۔"

پیش کر دی ہے تاکہ اول نظر ہی میں کوئی قاری اس شک وشبہ میں مبتلا ہو کر نہ رہ جائے کہ لو! قرآن سے تو اس کی دلیل ہی نہیں دی گئی ہے؟ خیر میرے خیال سے اس اٹھنے والے شبہ کو جنم لینے سے پہلے دفع کر دیا گیا ہے۔

اس باب میں اس کے علاوہ اور بھی متعدد آیاتِ قرآنیہ کے ساتھ ساتھ اس کے تحت مفسرین کرام مثلاً رئیس المفسرین حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ، علامہ جوزی، علامہ خازن، صاحب بیضاوی شریف ومدارک، علامہ جریر طبری، خطیب شربینی، علامہ شوکانی و امام ماتریدی وغیرہم کی عمدہ تفاسیر نقل کرنے کے ساتھ ماضی قریب کی معتمد علیہ شخصیات کے آراء بڑی عمدگی سے پیش کر دی گئی ہیں۔ اور گاہے بگاہے قارئین کی آسانی کے لیے علماء کی کنجلک عبارتوں کی تلخیصات بصورت تبصرہ بھی مرقوم ہیں۔ خاص کر صفحہ: ۶۷، پر دارالعلوم دیوبند کے استاذ التفسیر علامہ محمد نعیم کی رائے پر مولف موصوف نے جو تبصرہ رقم فرمایا ہے، وہ واقعی قابل مطالعہ ہے۔ (تفصیل کے لیے دیکھیں کتاب ہٰذا کا صفحہ: ۶۷) اسی باب کے تحت منکرین حیلہ کے طرف سے اکثر پیش کی جانے والی آیت کریمہ:۔

"وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ۔ ②

ترجمہ: "اور یقیناً تمہیں معلوم ہیں وہ لوگ جنہوں نے تم میں سے ہفتہ کے دن میں سرکشی کی۔"

اور وہ یہود کے فعل شکار پر نفی وارد ہونے کو حیلہ سے جوڑ کر جو قوی بہانہ بناتے

① سورۃ ص، آیت: ۴۴۔

② سورۃ البقرہ، آیت: ۶۵۔

ہیں، اس کا دندان شکن جواب صاحب تفسیر روح المعانی کی طرف سے دیا ہے اور اس حقیقت کو بڑی شد و مد کے ساتھ ثابت کرنے کی سعی جمیل کی گئی ہے کہ "یہودیوں نے رب تعالیٰ کے منع کرنے کے باوجود بھی اپنے خاطر امور غیر مشروعہ حرام کام کے لیے حیلہ کیا تھا، جو کہ احقاق باطل وابطال حق کی صورت ہے اور یہ سرے ہی سے ناجائز ہے"۔ (ملخصاً ومفہوماً)

باب سوم میں شریعت اسلامیہ کے مأخذ دوم، یعنی احادیث رسول ﷺ سے اثبات حیلہ کی کوشش کی گئی ہے۔ تقریباً آٹھ احادیث ذکر کرنے کے ساتھ اس کے تحت محدثین عظام کی تحقیقات وبیان کردہ باریک بینیاں بھی قید تحریر میں لائی گئی ہیں۔ ایک بات جو میرے لیے عدم علم کے درجہ میں تھی، وہ کان چھیدنے کی ابتداء اور صورت حال سے متعلق ہے، جو کتاب ھذا کے مطالعہ سے علم میں آئی۔ اگر آپ بھی علم سے آگاہی چاہتے ہیں تو کتاب ہٰذا کا صفحہ: ۱۰۷، کا مطالعہ کریں۔ اس باب میں جو نکتے اور اہم پوائنٹس والی باتیں ہیں، وہ یہ ہیں کہ اس میں "نظائر الحیلہ فی الفقہ الحنفی" قلم بند کیا گیا ہے، مختلف حیلے کتب فقہ سے استخراج شدہ ہیں اور پھر چلتے چلتے یہ بھی ثابت کیا گیا ہے کہ علماء، فقہاء اور سلف صالحین "اولی الامر" کے زمرے میں داخل ہیں۔

باب چہارم میں جہاں حیلہ کے حوالے سے چل کر مفصل ومبرہن گفتگو کی گئی ہے وہیں پانچویں وآخری باب میں تحقیق وجستجو کی وہ قیمتی موتی بکھیرے گئے ہیں کہ مطالعہ کرنے بعد ایسا معلوم پڑتا ہے کہ سارا لب لباب اور کتابوں کا نچوڑ یہی جمع کر دیا گیا ہے، حالانکہ ابتدا تا انتہا پوری کتاب ہی تحقیق کے موضوع پر کھری اترتی ہے۔ اس باب میں حیلہ کا تیسرا طریقہ بھی ذکر کیا گیا ہے۔ اس کی اہمیت در اصل میرے اپنے خیال سے اس لیے بھی زیادہ ہے کہ اس میں تقریباً وہ تمام امور ذکر کر دیئے گئے ہیں جن سے روزمرہ کی زندگی میں اکثر وبیشتر سابقہ ہوتا رہتا ہے اور اس میں بغیر حیلہ اختیار کیے زندگی کا پہیا ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھ سکتا۔ خاص کر مقدار فدیہ جو جدید پیمانہ اور مشہور زمانہ کتاب فتاویٰ رضویہ کی روشنی میں ذکر کیا گیا ہے، وہ بڑی جامع ومانع ہے۔ فدیہ کی ادائیگی کرنے

والوں کو تو کم از کم ایک دفعہ ضرور مطالعہ کر لینا چاہئے۔ پھر لگے ہاتھوں فتاویٰ عالمگیری، جامع الرموز، التیسیر، حاشیہ شیخ شلبی، بحر الرائق، عین الھدایہ، خلاصۃ الفتاوی، کفایت المفتی، منحۃ الخالق اور بنفع المفتی والسائل جیسے اہم، مستند ومعتمد کتابوں کی روشنی میں حیلہ اسقاط کو ثابت کیا گیا ہے۔

یہ باب تقریباً ۵۴، صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں دیوبندی مذہب کے پیشوا مفتی محمد شفیع دیوبندی، رشید گنگوہی اور اشرف علی تھانوی صاحب کی تصنیف کردہ کتابوں سے حیلہ کو ثابت کرنے کے ساتھ ساتھ آج کے منکرین پر حیرت واستعجاب اور تأسف کا اظہار بھی کیا گیا ہے۔ مؤلف موصوف رقم طراز ہیں:۔

> "افسوس اس بات پر ہوتا ہے کہ مخالفین حیلہ کی ایسی تحریریں جس میں اہل سنت والجماعت کو ثبوت مل رہے ہوں وہ تحریریں صرف کتابوں میں لکھنے تک محدود ہوتی ہیں۔ مقام حیرت ہے کہ یہ لوگ عقائد صحیحہ کی تشہیر اور پبلسٹی اپنے دامن کو پاک کرنے کے لیے کتب کی زینت تو بنا لیتے ہیں لیکن اندرون خانہ ان عقائد صحیحہ کے منکر ہوتے ہیں اور دوغلی پالیسی (منافقت) کے مرتکب ہوتے ہیں۔ (کتاب ھذا، صفحہ نمبر: ۲۰۵)

بعدہ "تدویر فدیہ کی شرائط" اور "شرائع من قبلنا" کی عمدہ توضیح پیش کرنے کے ساتھ دور حاضر میں رائج عمل یعنی میت کے جنازہ کے ساتھ قرآن مجید لے جانے کا تذکرہ بھی پیش خدمت ہے۔ لکھتے ہیں:۔

اس بارے میں عرض یہ ہے کہ قرآن پاک کو میت کے ساتھ لے جانا ایک مستحسن امر ہے اور اس سے مقصود ذریعہ ووسیلہ مغفرت ہے، اور اس کی دلیل فرمان خداوندی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

"وَ قَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖۤ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ

اَلتَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ۔①

ترجمہ: ”اور ان سے ان کے نبی نے فرمایا: اس کی بادشاہی کی
نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس وہ تابوت آجائے گا جس میں
تمہارے رب کی طرف سے دلوں کا چین ہے۔“

باب خامس ہی کے آخر میں مؤلف موصوف نے معترضین کے طرف سے حیلہ پر کیے جانے والا ایک بھاری بھر کم اعتراض یعنی ”وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى“ کے کئی زبردست علمی جوابات بیک وقت تین اہم کتب تفاسیر یعنی تفسیر صاوی، خازن اور جمل کی روشنی میں رقم کیے ہیں۔ یقیناً اس علمی و تحقیقی جواب کے مطالعہ کے بعد میں ہی کیا، ایک کہنہ مشق محقق بھی اس حقیقت کا برملا اعتراف کر لینے پر مجبور ہوگا مؤلف موصوف نے اس کتاب کی رنگ آمیزی میں جو کردار ادا کیا ہے وہ اپنے آپ میں ایک انوکھی مثال ہے۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ کتاب ابتدا تا انتہا بالکل تحقیق و جستجو کا اس طرح آئینہ دار ہے جو موصوف کی علمی جنون اور عشق و لگن کو خوب خوب اجاگر کرتی ہے۔ سطر سطر سے محنت و لگن کا سراغ ملتا ہے۔

سچ پوچھیں تو مطالعہ کتب کے بعد اس غریب کے دل سے بھی بے اختیار یہ دعائیں نکلی کہ ”اَللّٰهُمَّ زِدْ فَزِدْ“۔ آج ہماری جماعت میں یوں تو مصنفوں مؤلفوں کی ایک دھوم سی مچی ہوئی ہے۔ پر کف افسوس اس وقت بڑی ہی شدت سے ملنا پڑتا ہے جب یہ پتہ لگتا ہے کہ جناب والا نے تو تحقیق اور اپنی محنت سے انتہائی کم بلکہ نا کے برابر، بس زیادہ تر نقالی و سرقہ بازی ہی سے سارے گل کھلائے بیٹھے ہیں، اور خوب خوب داد و تحسین وصول کر رہے ہیں۔

زیر تبصرہ کتاب جہاں معنوی جہت سے پر مغز اور علمی مواد سے پر ہے وہیں ظاہری اعتبار سے بھی دیدہ زیب ہونے کے ساتھ ساتھ عمدہ ٹائٹل اور ہر طرح کے رنگ

① سورۃ البقرہ، آیت: ۲۴۸۔

و آہنگ سے مزین ہے۔ جی ہاں! حقیقت یہی ہے کہ یہ ”چراغ راہ“ علمی دنیا میں اہل علم و دانش کے لیے ایک بیش بہا قیمتی تحفہ ہے، خصوصاً ان حضرات کے لیے جو اس موضوع پر مزید کام کرنے کی تمنا رکھتے ہیں کہ (ان شاء اللہ) یہی کتاب انھیں مزید کتب کی تلاش و جستجو سے بے نیاز کر دے گی۔ خدا نے چاہا تو یہ کتاب اہل عقل و خرد جلد ہی ہاتھوں ہاتھ لے لیں گے پر، پتہ نہیں مجھے کبھی ایسا کیوں محسوس ہونے لگتا ہے کہ شاید اس مسئلہ میں یہی چراغ جلے گا تو روشنی ہوگی۔

خیر خدائے پروردگار کی بارگاہ میں دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ کتاب ھذا کو مقبول انام کرنے کے ساتھ ساتھ مؤلف موصوف کو بھی جزائے دارین سے خوب خوب شاد کام فرمائے۔ (آمین یارب العالمین)

ایں دعا از من و جملہ جہاں آمین باد

وزیر احمد مصباحی
جامعہ ملیہ اسلامیہ، دہلی

"چراغ راہ" حیلہ اسقاط کی عصری تفہیم

از قلم:۔علامہ محمد رضی مصباحی صاحب[①]

اسلامی اصول وضوابط کی کیاریاں اتنی خوبصورت اور سلیقے سے لگائی گئی ہے کہ اگر گلشن اسلام کے لہلہاتے پھولوں پر سر سری نظر ڈال کر کوئی گزرنا چاہے تو آسان نہیں ہوتا۔بس شرط یہ ہے کہ وہ گلشن میں کھلتے ہوئے رنگ برنگے پھول سے لطف اندوز ہونے کا ہنر بھی جانتا ہو اور پھولوں کی لطافت اس کے ذوق سیاحت کو دوبالا بھی کرتی ہوں۔ورنہ صرف پھولوں کی کیاریاں ہی نظر آئیں گی اس میں خوشبو لٹاتے پھولوں کی بہار سے کما حقہ واقفیت بھی نہیں ہو پائے گی۔عبادت و ریاضت، اخلاق و کردار، سماجی رکھ رکھاؤ، باحیا تہذیب وتمدن، علمی موشگافیاں اور موت وحیات کے دل چسپ فلسفے، بعد موت کی ایک پر کیف و پر کشش زندگی یہ ساری بہاریں اس گلشن ایمان ویقین میں اپنی جوبن کا جلوہ بکھیرتی ہیں۔

نظام قدرت نے اس کے حسن کو سنوارنے کے لیے دو طرح کے فریق پیدا کر رکھے ہیں کوئی گونا گوں خوبیوں سے مالا مال کلیوں میں نقص نکالتا ہے تو کوئی پوری ایمان داری اور دیانت داری کے ساتھ مالی کے فرائض انجام دیتا ہے۔کوئی پتیوں اور ٹہنیوں کے "گھٹ بڑھ" جانے کو عیب سمجھتے ہوئے اس سے بے اعتنائی کا اظہار کرنا چاہتا ہے تو کوئی اپنے علم کی خوبصورت قینچی سے تراش خراش کرکے کلیوں اور پھولوں کا حسن نکھارتا ہے۔اس انمول باغ کے دائمی حسن کو برقرار رکھنے کے لیے دونوں کا وجود لازم وضروری

① ارریہ (بھارت)

ہے۔بس شرط یہ ہے کہ اس گلشن عشاق میں چہل قدمی کر رہے کسی خشک مزاج کو کسی ٹہنی کی ہریالی سے اس قدر الرجی نہ ہو کہ وہ اسے باغ سے نکالنے کے درپے ہو جائے اور نہ مالی کا فریضہ انجام دینے والا ایسا ہو کہ وہ کسی "ایک ہی درخت کو باغیچے کا سارا حسن بتانے پر اپنی پوری زندگی صرف کر دے۔" یہاں دونوں طرف سے محبت ویگانگت کی خوشبو پھوٹنی چاہیے، دونوں طرف سے گلشن کی شمع محبت کا روشن رہنا ضروری ہے۔اگر کسی طرف سے بھی افراط و تفریط کے گل بوٹے نکلے تو نبض ہستی کا ڈوبنا لازم ہے۔خیمہ افلاک کی ایستادگی اسی وقت تک ممکن ہے جب تک قلب میں فراخی اور نظر میں وسعت کا سمندر موجیں لے رہا ہو۔اگر نظر نے تھوڑی سی خطا کی اور دل نے اسے ٹوکا نہیں تو آسمان اپنی وسعتوں کی بلندیوں سمیت زمین بوس ہوتا دکھائی دے گا۔

اسلام کی خوشبو جب آفاق میں پھیلی اور اس کی تعلیمات کا خوبصورت نشیمن سجا تو بہت سے ایسے مسائل کی تشکیل بھی ہوئی جو احادیث و قرآن کے گہرے مطالعے کا ثمرہ تھے، ان مسائل کی بھی کافی تحقیق ہوئی جو عوام میں وراثتاً مقبول ہو گئے تھے دوسرے لفظوں میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں امت کا ایک بڑا طبقہ ان مسائل پر اکابرین کے توارث کے سبب عمل پیرا تھا۔ایسی صورت حال میں دانش مندی کا تقاضا تو یہ تھا کہ اگر اس پر اول نظر میں دلائل وشواہد نہ ملیں تو اسے اپنی کم علمی کا قصور مان لیا جاتا۔توارث کے رسوم میں تبدیل ہونے کی صورت میں یا اس میں کسی طرح کی شرعی خرابی در آنے کی وجہ سے اس توارث کو رسوم کے فرسودہ تخیلات اور طریقہ فاسد کے باطل نظریات کا حکمت عملی سے صفایا کیا جاتا۔ایسا بہت کم ہوا۔شرعی اصول کو کما حقہ بیان کرنے والی کتابوں تک دسترس نہ ہونے کی وجہ سے بہت سے پڑھے لکھے مذہبی لوگوں نے سرے ان توارث کا نہ یہ کہ صرف انکار کیا بلکہ موقع بموقع اس کا مذاق بھی اڑایا۔ہر عمل کا رد عمل ہوتا ہے کے اصول پر مسلمانوں کا وہ طبقہ جو ان معمولات کا پابند تھا سختی سے اور زیادہ پابند ہوتا چلا گیا۔جیسا کہ ہمارے برصغیر ہندوپاک میں بہت سے استحبابی مسائل میں ایک طبقے نے پوری شدت کے ساتھ اس کی مخالفت کی تو دوسرے فریق نے اتنی ہی شدت کے ساتھ اس پر تعمل کی پابندی

دیکھائی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں طرف سے اچھا خاصہ بڑا دماغ ان استحبابی اور فروعی مسائل کی نذر ہو گیا۔ لیکن ایک فائدہ یہ ہوا کہ دونوں طرح کی ضروری اور غیر ضروری دلیلیں بڑی بڑی کتابوں سے نکل کر چھوٹی چھوٹی کتابوں کی شکل میں سامنے آ گئیں اسی کے ساتھ اس کا سب سے بڑا تکلیف دہ پہلو یہ بھی رہا کہ امت کے ضروری مسائل پس پشت چلے گئے۔

جیسا کہ پچھلی ایک صدی نیاز، فاتحہ، درود، سلام و قیام، توسل، استغاثہ زیارت قبور کے سفر اور تکبیر کے مسائل سے الجھی رہی۔ کیا تقریر کیا تحریر۔ بس ایک جس راستے کا مسافر ہوا دوسرے بھی اسی راستے پر نکل پڑے۔ انتہا اس وقت ہو گئی جب بات علمی دلائل سے ہٹ کر ذاتیات اور مغلظات کی دہلیز تک پہونچی۔ اس کا خمیازہ اس قوم کو یہ بھگتنا پڑا کہ اپنے آپ کو مذہبی کہلانے والا طبقہ اخلاقیات سے بے بہرہ ہو کر مغلظات کی گہری کھائی میں ڈبکیاں لگانے لگا۔

کچھ نہایت بلند قامت افراد نے بھی اس کی طرف توجہ کی اور معاشرے کو صحت مند مذہبی لٹریچر مہیا کیا اور امت کی صحیح رہنمائی کا فریضہ بحسن و خوبی انجام دیا۔ اس پاکیزہ فطرت کے لوگ ہر طرف خال خال ہی نظر آئے لیکن جو بھی آئے، اپنے خوبصورت لہجے، تکلم کے بانکپن اور زبان کی سادگی و سلاست کی وجہ سے ہر طرف چھائے رہے۔ ان اچھوتے اسلوب کے مالکان میں ایک نام میرے نئے دوست پروفیسر عبد الرحمٰن مروت کا بھی ہے، جنہوں نے اسی طرح کے تعاملی و توارثی مسئلہ ”حیلہ اسقاط“ پر داد تحقیق پیش کی ہے اور اس خوبصورت علمی مقالے کو ”چراغ راہ“ کا نام دیا ہے۔

پروفیسر عبد الرحمٰن مروت صاحب جواں سال محقق، اچھی نثر پر مہارت رکھنے والے سنجیدہ اسلوب ادیب اور مذہبی حلقے میں منہج تحقیق کے نئے شناور میں شمار کیے جاتے ہیں۔ ”چراغ راہ“ نام پڑھ کر مجھے اس کتاب کو پڑھنے کا شوق پیدا ہوا تھا، اتفاق سے ابھی کچھ دنوں پہلے ان سے دوستی بھی ہو گئی۔ مروت صاحب نے اپنی دو کتابیں مجھے مطالعے کے لیے بھیج دیں۔ میرا اپنا ہی مزاج ہے۔ سامی مذاہب میرا پسندیدہ عنوان ہے، عالمی سیاست سے قدرے دلچسپی ہونے کی وجہ سے سیاسیات میں بہت دور اپنی قوم کا بہتر مستقبل تلاش

کرنے کا عادی ہوں۔ کتاب کی ورق گردانی سے پہلے ایک بات بار بار ذہن میں کھٹکتی رہی کہ اس موضوع پر اس قدر مدلل مقالے کی ضرورت کیوں پڑی؟ بہر حال میں نے اپنی عادت کے مطابق پہلے صفحے سے کتاب کی تلاوت شروع کی تو ”تقریظات، کلمات اور تاثرات کے بین السطور اور تحت السطور“ سے ایک مبہم اشارہ سمجھ میں آیا کہ ”حیلہ اسقاط“ صرف کتابوں میں بیان کردہ کوئی مسئلہ نہیں ہے بلکہ مروت صاحب کے علاقے میں اس پر امت کے ایک بڑے طبقے کا تعامل ہے۔ سو صفحے کے بعد آگے بڑھا تو ساری صورت حال کسی کیمرے کی سین کی طرح نظر کے سامنے گردش کرنے لگی۔ میری معلومات کی حد تک ہمارے ملک میں اس مروجہ طریقے پر ”حیلہ اسقاط“ کا تصور متعارف نہیں ہے اس لیے مجھ جیسے طالب علم کے لیے عملی طور پر اس کا سمجھنا مشکل تھا، لیکن پروفیسر صاحب نے ”حیلہ اسقاط“ کے تمام طریقوں پر اس خوبصورتی سے روشنی ڈالی ہے کہ بات بڑی آسانی سے سمجھ میں آجاتی ہے کہ کتاب کا اصل پس منظر کیا ہے۔

میرے دوست کا کمال یہ ہے کہ ”ان کا اسلوب آپ کو پڑھنے پر مجبور کر دیتا ہے۔“ دلائل کے نسرین و نسترن سے اپنے صحن علم کی کیاری ایسا سجاتے ہیں کہ وہاں سے نکلنے کا دل ہی نہیں کرتا ہے۔ کمال تو یہ ہے کہ اس اہم موضوع پر قرآن و حدیث سے ہری ہری پتیاں توڑنے کے ساتھ ہر رنگ و نسل کے علمی باغیچے سے اپنے پسند کا پھول اٹھا لے آتے ہیں۔ زبان کی پاکیزگی کے تالاب میں ان کے دل کا ستھرا آب گینہ جگ مگ جگ مگ کرتا ہے۔ موصوف نے اس گلشن باغ و بہار کو سجانے کے لیے قرآن کی چند آیات بطور دلیل پیش کی ہیں۔ آٹھ احادیث ایک ساتھ ذکر کیے ہیں (جب کہ کل احادیث درجن بھر سے زائد ہیں) علمائے اصول کے اقوال کی شکل میں سیل رواں کا بند کھول دیا ہے۔ اس کار خیر کی مخالفت کرنے والوں کے معتمد علماء کی قیمتی رائیں پیش کی ہیں اور ہر جگہ مؤدب نظر آئے ہیں۔ اس اہم موضوع پر یہ کتاب اپنے آپ میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ زبان و بیان کی چاشنی نے علمی دلائل کا حسن دوبالا کر دیا ہے۔ مروت صاحب کی سادگی اس جام کا مزہ دو آتشہ کر دیتی ہے۔ علمی ذوق اور تحقیقی مزاج رکھنے والے امت

مسلمہ کے ہر فرد کے لیے یہ کتاب مطالعے کی چیز ہے۔ میں نے کافی لطف لے لے کر کتاب کی تلاوت کی۔ سچ کہوں تو دوران مطالعہ مجھے اس قدر سرور حاصل ہوا کہ میں اب بھی اسی کیفیت عشق سے چڑھ آئے خمار میں بے خود ہوں۔

حیلہ اسقاط کیا ہے؟ اس سوال کا مکمل جواب کتاب اپنی تقریظات سے ہی پیش کرنے لگتی ہے، لیکن آپ جتنا آگے بڑھیں گے جواب اس قدر پختہ ہوتا جائے گا آخر آخر میں پہنچ کر آپ کے سارے سوال حل ہونگے اور آپ پر ایک انجانی سی خوشی کا بادل علمی پریشانی کی دھوپ میں سایہ کیے آپ کے ساتھ ساتھ روبہ پرواز ہوگا۔ حیلہ اسقاط کی عمومی تعریف یہ کی جاتی ہے۔ ”حیلہ وہ ہے جو بندے کو اس کی ناپسندیدہ چیزوں سے پسندیدہ چیزوں کی طرف لے آتا ہے“ علامہ راغب اصفہانی کے الفاظ میں ”حیلہ اور حولہ سے مراد وہ وسیلہ ہے جس کے ذریعے خفیہ چیز تک رسائی حاصل کی جائے اور ان کا اکثر استعمال کسی خبیث چیز کے حاصل کرنے میں ہوتا ہے اور کبھی کبھی اسے حکمت کے معنی میں بھی استعمال کیا جاتا ہے“ ”ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ بوجہ مجبوری ایسی صورت تلاش کرنا کہ اصل حکم اپنی روح کی بقا کے ساتھ بدل جائے“ حیلہ کہلاتا ہے اور یہ شریعت میں صاحب شریعت کی تعلیمات سے ماخوذ ہے اور عرف عام میں محمود بھی ہے۔

مسئلے کی اصل نوعیت کو دلچسپی کے ساتھ جاننے کے لیے مروت صاحب کی کتاب سے مراجعت مفید ہے۔ زمان و مکان کی تبدیلی کے ساتھ اس کی مختلف شکلیں ہو سکتی ہیں جیسے مدارس اسلامیہ اور تعلیمات اسلامیہ کی بقا کے لیے زکوٰۃ کی رقم میں حیلہ کرنا۔ فوت شدہ افراد کی طرف سے غرباء کے درمیان قضاء نماز وروزے کے کفارے ادا کرنے کی نیت سے پیسے اور غلے تقسیم کرنا۔ اپنی استطاعت کے مطابق فقہاء کے بتائے گئے طریق پر عمل کرنا وغیرہ وغیرہ شامل ہے۔ حاصل یہ کہ ”چراغ راہ“ ہر قسم کے افراد کے لیے مفید ہے۔

محمد رضی احمد مصباحی

انڈیا۔

کلمات التکریم والتقدیر

از:۔ مفسر قرآن شیخ الشریعۃ والطریقۃ مولانا الاعظم

حضرت مولانا محمد عبید اللہ جانفداء النقیبی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، والصلاة والسلام على رحمة للعالمين، وعلى آله سرج عين اليقين، وأصحابه هداة الدين، والتابعين ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين، وعلينا معهم أجمعين، آمين خاتم رب العالمين، يختم به دعاء عباده المؤمنين۔

أما بعد!

لقد سرني مطالعة بعض ما فی کتاب ”چراغ راہ“ وسعدت كثيراً حينما إلتمس مؤلفه الأستاذ، البروفيسور عبد الرحمٰن مروت حفظه الله تعالى، أن أكتب مقدمة ما فی الباب، فی عدة أسطر عن ذلك الكتاب المستطاب، فأقول وبالله سبحانه وتعالى التوفيق، وبيده أزمة التحقيق، وله الحمد والمنة كما يليق: قد أعجبنی هذا الجامع الذی فی طياته دور على الحديث النبوی الشريف، الذی قال فيه الحبيب العفيف، عليه وعلى آله وصحبه الصلاة والسلام من الله الخبير اللطيف: يَسِّرُوا ولا تُعَسِّرُوا، وبَشِّرُوا، ولا تُنَفِّرُوا (متفق عليه)۔ وكما قال الله سبحانه وتعالى فی كتابه المنيف: فَأَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً وَأَمَّا مَا يَنفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي

الۡاَرۡضِ كَذٰلِكَ يَضۡرِبُ اللّٰهُ الۡاَمۡثَالَ①

وقد ذكر المؤلف حفظه الله تعالى الدلائل حول دورة الإسقاط وتصدى لمثل هذا الموضوع الخطير، ببيان سهل ويسير، والإعتماد على أمثل المصادر فى كل صغير وكبير، والتمسك بأقوم المعلومات والروايات فى القليل والكثير، وها أنا لا أثنى ثناءً محضاً على هذا المجهود، بل أنبه من يهمه ويعنيه هذا البحث المحمود، لأن قيمة الجهد لا يقاس بثمن بخس مردود، ولا عن فضائله بالكلام الممدود، بل بنجاح صاحب الجهد الودود، فى الوصول إلى الحق المودود۔

وأدعوا الله سبحانه وتعالى أن يفيد بالمؤلف وتأليفه أهل العلم وكل مهتم بشعائر أهل السنة والجماعة، وأن يسلك به مسلك السلف الصالح من أصحاب المذاهب الأربعة والطرق الصوفية، وأرجو له دوام العطاء والتوفيق، فى التحقيق والتدقيق، وفى مسيره الذى يخدم به العالمين، نعم أجر العاملين۔

سُبۡحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الۡعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوۡنَ وَ سَلٰمٌ عَلَى الۡمُرۡسَلِيۡنَ وَ الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ۔

محمد عبيد الله النهركاريزى،

جانفداء النقيبى "آل سلطان" الحنفى

كويتا، بلوشستان، باكستان، ليلة السبت

٥ من رمضان المبارك ١٤٤٢ هـ

الموافق ١٧ إبريل ٢٠٢١ء

① سورۃ الرعد، آیت:۱۷۔

خراجِ تحسین

از:۔ شیخ الحدیث حضرت علامہ محمد صدیق ہزاروی سعیدی الازہری دام ظلہ العالی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلام دین رحمت ہے اور اس کے دامن سے وابستہ افراد خوش قسمت ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی بخشش کے لیے مختلف الانواع امور کا دستر خوان بچھار کھا ہے۔ تخلیق کو سمجھنا اور اس پر عمل کرنا جس میں کسی دوسرے انسان کا واسطہ نہیں ہوتا، ارشاد خداوندی ہے:"وما خلقت الجن والا نس إلا ليعبدون"اور میں نے جنوں اور انسانوں کی تخلیق محض اپنی عبادت کے لیے کی۔ عبادت رضائے الٰہی کا ذریعہ بھی ہے اور بخشش کا سامان بھی، اور اس سلسلے میں ایک مسلمان معاشرے کے دوسرے افراد کی مدد کا محتاج نہیں یعنی اس کے لیے حصول ثواب بلاواسطہ بارگاہ الٰہی سے حاصل کیا جاتا ہے اس کے بعد دو چیزیں ایصال ثواب اور حیلہ اسقاط ہیں۔ ان دو میں بندوں کا واسطہ ہے وہ چاہیں تو حیلہ اسقاط کریں اور چاہیں تو نہ کریں۔ ان کا دل چاہے تو ایصال ثواب کریں ورنہ نہ کریں۔ لیکن الحمد للہ! مسلمان دوسرے مسلمان سے خیر خواہی کرتا ہے جسے بارگاہ رسالت مآب سے دین قرار دیا گیا ہے، ارشاد نبوی ہے:"الدين النصيحة" دین خیر خواہی کا نام ہے۔

لیکن یاد رہے کہ فرائض کی ادائیگی ہر مسلمان پر لازم ہے اور یہ کہہ کر کہ بعد والے حیلہ اسقاط کر کے یا ایصال ثواب کے ذریعے میری کوتاہیاں معاف کرادیں گے۔ یہ سوچ سراسر غلط ہے لیکن جب مسلمان اپنی زندگی حکم خداوندی کی تعمیل میں گزارتا ہے اور بتقاضائے بشریت کوتاہی ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید واثق ہے کہ وہ حیلہ اسقاط یا ایصال ثواب کے ذریعے اسے عفو ودر گزر کی نعمت سے مالا مال کرے گا۔ ماضی بعید بلکہ کچھ عرصہ قبل تک حیلہ اسقاط ایک اجماعی مسئلہ تھا لیکن جب سے علمی دنیا میں قحط آیا

یا دیگر عوامل کی وجہ سے اسے ناجائز قرار دیا جانے لگا۔ حیلہ اسقاط نہ تو فرض وواجب ہے اور نہ حرام وممنوع. اس سلسلے میں اکابر نے مدلل طریقے سے اس کا ثبوت قلم و قرطاس کے حوالے کیا۔ علامہ عبد الرحمٰن مروت نے جس جامعیت کے ساتھ اور عنوان سے انصاف کرتے ہوئے افراط و تفریط سے پاک تحریر کا ملت اسلامیہ کو تحفہ دیا اس پر وہ عام مسلمانوں کی طرف سے خراج تحسین کے مستحق ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے، آمین

محمد صدیق ہزاروی سعیدی الازھری
شیخ الحدیث جامعہ ہجویریہ، لاہور

تاثرات

ازـ پروفیسر عون محمد سعیدی مصطفوی①

حضرت علامہ عبد الرحمٰن مروت کی کتاب ضیاء الصراط علی حیلۃ الاسقاط چیدہ چیدہ مقامات سے دیکھنے کا موقع ملا۔ اہل علم کے درمیان یہ موضوع انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ اس کے جواز وعدم جواز پر کثیر ابحاث دیکھنے کو ملتی ہیں۔ اہل سنت وجماعت جسے اللہ تعالیٰ نے اہل اسلام میں راست فکری کی زبردست شان سے نوازا ہے ان کا موقف دیگر تمام موضوعات کی طرح اس حوالے سے بھی سو فیصد درست اور روشن دلائل پر مبنی ہے۔ چونکہ ہمارے اس دور میں بھی اس موضوع کی اہمیت وافادیت مسلم ہے اس لیے علامہ عبد الرحمٰن مروت صاحب مبارکباد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اس پر تحقیقی قلم اٹھا کر اہل علم کی طرف سے فرض کفایہ اداء کیا ہے۔ علامہ صاحب نے اس سلسلے میں بہت سی مستند کتب سے استفادہ کیا ہے۔ چونکہ جدید وقدیم کتب کا تقریباً اہم مواد اس کتاب میں یکجا کر دیا گیا ہے اس لیے اس کتاب کا مطالعہ محققین کو بہت زیادہ محنت سے مستغنی کر دے گا۔ نیز جو حضرات اس حوالے سے دیگر رائے کے حامل ہیں انہیں بھی درست موقف کے حاملین کے دلائل یہاں سے اچھی طرح معلوم ہو جائیں گے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اس کتاب کو نافع خلائق اور مصنف کے لیے باعث نجات بنائے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

پروفیسر عون محمد سعیدی مصطفوی
جامعہ نظام مصطفی بہاولپور۔

---
① پرنسپل جامعہ نظام مصطفی بہاولپور۔

تقدیم

علامہ عبدالرحمٰن مروت اور حیلہ اسقاط پر ان کی ایک اہم کاوش

اثر خامہ: سید صابر حسین شاہ بخاری قادری

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ النبی الامین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین۔

ایں خانہ ہمہ آفتاب است:

علامہ عبدالرحمٰن دنیائے علم و دانش میں کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ آپ مملکت خداداد پاکستان کے صوبہ خیبر پختونخواہ کے ضلع لکی مروت میں گاؤں سمندر تتر خیل کے گیداخیل خانوادے کے ایک فرد فرید ہیں، گیداخیل خاندان کے سربراہ نواب حکیم خان گیداخیل جو اپنے عہد میں پورے علاقے کے تور گوند کے سربراہ تھے۔ سمندر خان جن کے نام سے پورا گاؤں موسوم ہے ان کا بیٹا تھا، اسی خانوادے میں شیر جان خان کے گھر قلی خان کے ہاں 23/ رمضان المبارک 1402ھ /15 جولائی 1982ء کو ایک فرزند ارجمند کی ولادت ہوئی جس کا نام "عبدالرحمٰن" رکھا گیا جو آگے چل کر علم و حکمت کی دولت عظمیٰ سے سرفراز ہوا۔

تعلیم و تربیت

علامہ عبدالرحمٰن مروت زید مجدہ نے ابتدائی دینی و دنیاوی تعلیم اپنے آبائی گاؤں سمندر تتر خیل میں حاصل کی۔ پہلے وقت عصری تعلیم کے لیے سکول جاتے اور دوسرے وقت حضرت شیخ الصرف والنحو علامہ سید حمد اللہ جان المعروف کابل استاد رحمہ

اللہ تعالیٰ کی خدمت میں اسلامی علوم و معارف کے لیے حاضر ہوتے تھے۔ آپ نے ان سے خلاصہ کیدانی، شروط الصلوۃ، پندنامہ، گلستان، بوستان فارسی قاعدہ، اور منیہ المصلی پڑھیں۔

آپ نے میٹرک کا امتحان پاس کرنے کے بعد مزید دینی تعلیم کے لیے دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف (سرگودھا) میں داخلہ لیا اور وہاں پر جید اساتذہ کرام جیسے شیخ الحدیث حضرت علامہ محمد خان نوری ابدالوی رحمہ اللہ تعالیٰ، حضرت علامہ ملک عطاء محمد صاحب، حضرت علامہ محمد سعید احمد اسعد صاحب رحمہ اللہ علیہ، اور دیگر جید اساتذۂ کرام کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیے اور دینی و دنیاوی تعلیم سے آراستہ و پیراستہ ہوئے۔ آپ نے بھیرہ شریف سے الشھادہ العالمیہ کے علاوہ ایف اے، بی اے اور فاضل عربی کے امتحانات میں امتیازی کامیابی حاصل کی، بھیرہ شریف میں گرمیوں کی تعطیلات میں بھی دیگر علماء کی خدمت میں میں حاضر ہو کر اکتسابِ فیض حاصل کرتے رہے۔

ان اساتذہ کرام میں میانوالی میں شاگرد رشید حضرت محدث اعظم پاکستان، شیخ الحدیث حضرت مفتی میاں محمد صاحب رحمہ اللہ علیہ، حضرت شیخ الصرف والنحو حضرت علامہ سید حمد اللہ جان صاحب المعروف کابل استاد رحمہ اللہ تعالیٰ اور مفتی حسین علی چشتی بندیالوی دامت برکاتہم العالیہ کے اسمائے گرامی نہایت ہی روشن اور نمایاں ہیں۔

بیعت و ارادت:

آپ نے بھیرہ شریف میں اپنے زمانۂ طالب علمی میں ہی حضرت پیر محمد الحسنات شاہ صاحب دام ظلہ العالی کے دست حق پرست پر بیعت و ارادت کی سعادت حاصل کرلی تھی۔

ایم فل کا مقالہ:

بھیرہ شریف سے فراغت کے بعد آپ نے انٹرنیشنل اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد میں مزید تعلیم کے لیے ایم اے حدیث میں داخلہ لیا اور ایم اے میں امتیازی گریڈ

سے کامیابی حاصل کی،اس کے بعد ایم فل سیرہ میں داخلہ لیا،ایم فل میں میرے مقالے کا موضوع "منهج الشيخ الصادق العرجون فی کتابه محمد رسول الله دراسه تحليليه وصفيه" تھامقالے کے مناقشہ میں اپنے موضوع کا بہت خوبصورتی سے دفاع کیااور امتیازی گریڈ سے کامیاب قرار پائے۔

ایم فل کرنے کے بعد پی ایچ ڈی میں داخلہ لیا، کلاس ورک کمپلیٹ ہونے کے بعد ابھی تھیسسز کے مراحل میں ہے۔اسلامی یونیورسٹی میں اکثر مصری الازھری علماء سے تحصیل علم رہا۔ تحصیل علم کے لیے آپ نے مختلف شہروں اٹک،راولپنڈی، جہلم،لاہور، بنوں،ڈیرہ اسماعیل خان وغیرہ کے اسفار کیے اور وہاں کے علماء کرام سے بھی اکتسابِ فیض کیا۔

ازدواجی زندگی:

1433ھ /2012 میں ضلع ڈیرہ اسماعیل خان کے ایک دیہات وانڈہ معظم میں ایک دینی گھرانہ حافظ محمد انور مرحوم کی دختر نیک اختر سے آپ کا عقد مسنون ہوا۔

اولاد امجاد:

اللہ تعالیٰ نے آپ کو دو فرزندان اور ایک دختر نیک اختر سے نوازا ہے۔

بڑے فرزند کا نام محمد عمار خاں، چھوٹے بیٹے کا نام محمد سلمان خان اور دختر نیک اختر کا نام زہراء رحمان ہے۔اللہ تعالیٰ ان کے علم و عمل میں مزید برکتیں عطا فرمائے اور اس گھرانے کو ہمیشہ شاد و آباد اور بامراد رکھے۔آمین

قلم و قرطاس:۔

علامہ عبد الرحمٰن مروت کو ذوقِ مطالعہ و تحقیق کا شغف بچپن ہی سے رہا۔

ماہر رضویات پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کی ابتدائی علمی و فکری مراسلت رہی ہے اور یہاں ہی سے آپ کے فکر و نظر کو مزید جلا ملی اور آپ نے مختلف موضوعات پر مضامین لکھنے کا آغاز کیا اور یوں آپ نے اپنے آپ کو

قلم و قرطاس سے ہمیشہ کے لیے وابستہ کر لیا۔

آغاز میں آپ مضامین لکھتے اور تصحیح کے لیے پروفیسر محمد انور بابر صاحب کی خدمت میں بھیج دیتے،اس کے بعد انہیں مختلف جرائد و رسائل میں اشاعت کے لیے روانہ کر دیتے تھے۔

سب سے پہلی آپ کی باضابطہ کتاب "ضياء الصراط على حيلة اسقاط المعروف بہ چراغ راہ سامنے آئی۔اس کے بعد خلاصہ کیدانی کی شرح لکھی جو زیر طبع ہے،اس کے بعد درگاہ عالیہ فاضلیہ گڑھی شریف کی تاریخ و تذکرہ خانقاہ فاضلیہ کی تصحیح، ترتیب جدید مع اِضافات بنام آثار الصالحین لکھی جسے شہرت عام حاصل ہوئی۔

ملفوظات حضرت خواجہ محمد اعظم شاہ صاحب سجادہ نشین کے ملفوظات کی تخریج و توضیح اور ترتیب جدید بنام "نافع الطالبین" بھی آپ کے قلم سے مکمل ہو چکی ہے۔

حسبِ ارشاد حضرت پیر محمد اکرم شاہ صاحب دام ظلہ العالی، سلسلہ وار ایک سہ ماہی تربیتی و تحقیقی رسالہ "تصوف" کے عنوان سے شائع کیا جا رہا ہے، جو خانقاہی مزاج، روحانی تربیت اور علمی استقامت کے لیے نہایت مفید ثابت ہو رہا ہے۔

یہ قابلِ قدر سلسلہ قبلہ مروت صاحب کی قلم کا ایک خوبصورت شاہکار ہے، جنہوں نے بڑی محنت، اخلاص اور فکری بصیرت کے ساتھ اس علمی خدمت کو ترتیب دیا۔

اب تک اس سلسلے کے تحت پانچ گراں قدر شمارے منظرِ عام پر آ چکے ہیں:۔

1. "عرس کی شرعی حیثیت اور مزارات پر حاضری۔"
2. "خانقاہ اور خانقاہی معمولات۔"
3. "خانقاہی لنگر: روحانی اقدار کا عملی اظہار۔"
4. "خانقاہی مدارس۔"
5. "صوفیاء کا تربیتی منہج۔"

یہ تمام رسائل تربیتی، فکری اور تحقیقی مضامین پر مشتمل ہوتے ہیں، جو سالکینِ راہِ طریقت اور طالبانِ حقیقت کے لیے مشعلِ راہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

آپ کی ان قلمی کاوشوں پر دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف کی طرف سے آپ کو الحسنات ایوارڈ بھی تفویض کیا گیا ہے۔ آپ بے شمار علمی اور تحقیقی سیمینار میں شرکت کر چکے ہیں۔

آپ نے اپنے خطے میں ایک ادارہ دارالمعارف الاسلامیہ بھی قائم کیا ہوا ہے، جہاں فی الحال حفظ کی کلاسز جاری ہیں، گلوبل سسٹم کمپلائنس پرائیویٹ لمیٹڈ اسلام آباد کے ساتھ بطور شریعہ ایڈوائزر بھی کام کر چکے ہیں، ادارہ فروغ تعلیمات تصوف میں بھی بطور ریسرچ سکالر کام کر رہے ہیں اور ساتھ ساتھ درس و تدریس کا کام بھی جاری و ساری ہے۔

حضرت خواجہ پیر محمد اکرم شاہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی سرپرستی اور نگرانی میں خانقاہ عالیہ چشتیہ فاضلیہ گڑھی شریف کے کتب خانے کی کتاب داری کے فرائض بھی سرانجام دے رہے ہیں۔

ضیاء الصراط علی حیلۃ اسقاط المعروف بہ چراغ راہ اپنے موضوع پر ایک لاجواب کاوش:۔

الحمدللہ علی احسانہ، ہمیں فخر ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے آخری نبی حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کی امت میں سے ہیں اور ہم صحابہ کبار، اہل بیت اطہار، تابعین، تبع تابعین اور سلف صالحین کے دامنِ کرم سے وابستہ ہیں۔ ہم سنی حنفی ہیں اور اپنے اکابرین کی تعلیمات پر نہایت ہی سختی سے کاربند ہیں۔

”حیلہ اسقاط“ اہل سنت کے معمولات میں سے ایک ہے۔ ہم مسلمانوں میں سے اگر کوئی شخص فوت ہو جائے اور اس کے ذمہ کئی واجب الادا حقوق نماز، روزہ، قربانی اور کفارات نسیاناً یا سہواً ادا کرنے سے رہ جائیں تو میت کے ان حقوق کو ساقط کرنے کے لیے فقہاء کرام کے بتائے گئے طریقوں کے مطابق حیلہ اسقاط کیا جاتا ہے تاکہ میت قیامت کے دن خلاصی پا سکے۔ یہ ایک جائز اور مستحب عمل ہے جو امت مسلمہ میں صدیوں سے

جاری و ساری ہے۔

حیلہ اسقاط کے جواز اور اس کے طریق کار کے حوالے سے اہل سنت کی کتب فتاویٰ اور شرعی احکام پر مشتمل لکھی گئی کتابوں میں دلائل و براہین ملاحظہ دیکھے جا سکتے ہیں۔ مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر یہاں علما و مشائخ اہل سنت کی جانب سے خاص حیلہ اسقاط کے موضوع پر لکھی گئی چند اہم کتابوں کی نشاندہی کی جاتی ہے۔

(1) 1299ھ/1882ء میں سرزمین دمشق سے علامہ سید محمد علاء الدین ابن عابدین شامی دمشقی رحمۃ اللہ علیہ (م1306ھ/1889ء) نے قلم اٹھایا اور کتاب ”منة الجليل لبيان اسقاط ما على الذمة من كثير و قليل“ لکھی۔ یہ اپنے موضوع پر ایک نہایت ہی نادر و نایاب اور علمی و فکری دستاویز ہے۔ جامعہ قادریہ حقانیہ اٹک شہر کے شاہین صفت جواں طالب علم اور ایک علمی خانوادے کے فرد صاحب زادہ عطاء المصطفیٰ منیر زید شرفہ نے اس کتاب پر تحقیق و تخریج کا کام کیا اور پھر اردو زبان میں اس کا رواں دواں ترجمہ بھی کر کے 1446ھ/2025ء میں الفرید لائبریری اٹک کے زیر اہتمام اسے نہایت ہی آب و تاب سے افادۂ عام کے لیے شائع کر دیا ہے۔

(2) تصریح الاوثق فی ترجمہ شرح برزخ:۔

1324ھ/1906ء میں علماء متاخرین میں سے ایک ممتاز عالم دین علامہ الشیخ امام ابو سعید سلمی حنفی رحمۃ اللہ علیہ کی عربی زبان میں لکھی گئی کتاب ایک کتاب کا اردو ترجمہ برصغیر کے مشہور عالم دین علامہ مولانا سید شاہ محمد عبد الغفار القادری الحنفی بنگلوری رحمۃ اللہ علیہ کے قلم سے ”تصریح الاوثق فی ترجمہ شرح البرزخ“ سامنے آیا۔ یہ کتاب اصل میں 1301ھ/1884ء میں لکھی گئی تھی۔ اس کا جدید ایڈیشن ماضی قریب میں علامہ عبد الشکور باروی رحمۃ اللہ علیہ کے اہتمام سے شائع ہوا۔

اس میں مصنف شہیر نے قبور میں انبیاء کرام اور اولیاء عظام کی حیات، کفنی لکھنا، قبر میں عہد نامہ رکھنا، توسل انبیاء کرام اور اولیاء عظام، قدم شماری، جنازے کے

ساتھ ذکر بالجہر، حیلہ اسقاط کرنا، تلقین پڑھنا، علماو سادات کے سر پر عمامہ باندھنا، قرآن خوانی، قل خوانی، ساتواں، دسواں، جمعرات اور چہلم جیسے عنوانات اور موضوعات پر سیر حاصل بحث ہے۔ یہ اپنے موضوع پر نہایت ہی عظیم وضخیم اور بے مثال کتاب ہے۔ کتاب مترجم کے عہد کے چالیس نامور علماء ومشائخ کی تصدیقات و تقریظات سے مزین ہے جس سے اس کی اہمیت وافادیت عیاں ہے۔

(3) وجیز الصراط فی مسائل الصدقات والاسقاط:

1305ھ/1888ء میں فیض العلما محقق زماں علامہ قاضی محمد فیض عالم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ (م:1323ھ/1906ء) نے خواجۂ خواجگان غوث زماں خواجہ محمد عبدالرحمٰن چھوہروی ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ (م:1342ھ/1924ء) اور مولانا نور اللہ پنیوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک و تشویق پر فارسی زبان میں ایک کتاب "وجیز الصراط فی مسائل الصدقات والاسقاط" رقم فرمائی جس میں آپ نے نہایت ہی شرح وبسط سے حیلہ اسقاط، دوران قرآن، تلقین میت، ایصالِ ثواب اور دیگر معمولات اہل سنت پر قلم اٹھایا اور ان موضوعات کا حق ادا فرمادیا۔

اس کی پہلی اشاعت کے عرصۂ دراز کے بعد شرف ملت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی اشاعت ثانیہ اپنے مکتبہ قادریہ لاہور سے فرمائی۔ بعد ازاں علامہ مفتی محمد ایوب ہزاروی دامت برکاتہم العالیہ کی جانب سے اس کا اردو ترجمہ جامعہ رحمانیہ ہری پور ہزارہ کے زیر اہتمام 2004ء میں شائع ہوا۔

1430ھ/2009ء میں جامعہ سیف الاسلام مظفر آباد آزاد کشمیر کے صدر مدرس علامہ سید ریاض حسین شاہ کاظمی صاحب نے نہ صرف اس کا اردو ترجمہ کیا بلکہ "راہ نجات" کے عنوان سے اس کی تخریج، شرح اور نہایت ہی مفید حواشی بھی لکھے ہیں۔ ضیاء العلوم پبلی کیشنز راولپنڈی کے زیر اہتمام اس کی اشاعت عمل میں آئی۔

فیض العلما علامہ قاضی محمد فیض عالم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ اپنے عہد کے علما میں

ممتاز ونمایاں تھے۔

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان قادری برکاتی بریلوی (م:1340ھ/1921ء) کے ساتھ ان کے گہرے مراسم تھے۔ اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ "بذل الجوائز علی الدعاء بعد صلاۃ الجنائز" پر ان کی ایک مبسوط تقریظ لطیف بھی شامل ہے۔

(4) القول المختصر فی بیان الاسقاط:

""12/ربیع الاول 1326ھ/15/اپریل 1908ء میں مفتی حرم، استاذ وامام مسجد الحرام فاضل جلیل عالم نبیل حضرت الشیخ محمد صالح کمال حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے مکۃ المکرمہ کی مقدس سرزمین میں بیٹھ کر عربی زبان میں ایک کتاب "القول المختصر فی بیان الاسقاط" لکھنے کی سعادت حاصل کی جس میں آپ نے ثابت فرمایا کہ حیلہ اسقاط تو اجتماعی مسئلہ ہے، احناف کا اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں اور عرب شریف میں بلا اختلاف حیلہ اسقاط کیا جارہا ہے۔ یہ حقیقت مستطاب مشاہیر علماء حرمین شریفین کی تقریظات سے اظہر من الشمس ہے۔

1358ھ/1939ء میں مولانا ولی محمد خجندی قندہاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب کو عرب شریف سے حاصل کر کے لاہور سے شائع کروایا۔

1415ھ/1995ء میں ابو الخیر پیر محمد عبداللہ جان نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ (م:1442ھ/2021ء) نے علامہ پروفیسر سید محمد ذاکر حسین شاہ سیالوی رحمۃ اللہ علیہ سے اس کا اردو ترجمہ "حیلہ اسقاط کی شرعی حیثیت" کے عنوان سے کروا کر اپنی خانقاہ نقشبندیہ خیریہ پشاور سے اسے شائع کروا کر عام کیا تھا۔

(5) کتاب البرزخ:

1339ھ/1921ء میں علامہ محمد نور بخش توکلی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ (م:1367ھ/1948ء) نے مولانا خلیفہ تاج الدین رحمۃ اللہ علیہ اور دبیر انجمن نعمانیہ کی

خواہش پر "کتاب البرزخ" لکھی جس میں مسائل متفرقہ کے زیر عنوان سماع موتیٰ، ایصالِ ثواب، ساتواں، چہلم اور اسقاط وغیرہ زیرِ بحث لائے ہیں۔

(6) فدیہ اموات (اسقاط) کے متعلق اکابر علماء چھچھ کا فتویٰ:۔

1379ھ /1960ء میں ہمارے ضلع اٹک پنجاب کے خطۂ چھچھ (حضرو۔ اٹک) میں چھچھ کے جید علماء کی جانب سے "فدیہ اموات (اسقاط) کے متعلق علماء چھچھ کا فتویٰ" ایک بڑے اشتہار کی صورت میں شائع ہوا۔ اس اشتہار پر چھچھ کے سولہ علما کی تصدیقات ہیں۔ ان میں علامہ میاں عبدالحق محدث غور غشتوی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ عبدالحق پیر زئی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا مفتی عبدالقیوم جلالوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصدیقات نمایاں طور پر موجود ہیں۔ طرفہ تماشا تو یہ ہے کہ دیگر تصدیقات کرنے والوں کی اکثریت مکتبۂ دیوبند سے تعلق رکھتی ہے۔

(7) سبیل نجات:۔

1405ھ /1984ء میں پروفیسر محمد انور بابر چشتی سلیمانی کی جانب سے پانچ ابواب پر مشتمل کتاب "سبیل نجات' منصۂ شہود پر آئی جس میں ایصال ثواب، حیلہ اسقاط اور زیارت قبور جیسے موضوعات زیرِ بحث لائے گئے ہیں۔ اس پر سات علماو مشائخ کی تصدیقات موجود ہیں۔

(8) قطب الارشاد فی حیلۃ الاسقاط:۔

1411ھ /1991ھ میں علامہ حافظ محمد فضل الدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "قطب الارشاد فی حیلۃ الاسقاط" شائع ہو کر سامنے آئی۔ کتاب کے آخر میں حیلہ اسقاط کے حوالے سے مفتیانِ اہل سنت لائبریری چار فتاویٰ اور پانچ علما کرام کی تقریظات بھی شامل ہیں جن سے کتاب کی اہمیت دوچند ہو جاتی ہے۔

(9) حیلہ اسقاط کے شرعی احکام:۔

1440ھ /2019ء میں مفتی محمد داؤد رضوی زید مجدہ کی کتاب چھپ کر سامنے

آئی جس میں نہایت ہی شرح و بسط سے حیلہ کا مفہوم اور حیلہ اسقاط کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

(10) احکام میت:۔

1443ھ /2022ء میں علامہ محمد اعظم قادری رضوی زید مجدہ کی طرف سے کتاب "احکام میت" ناچیز ہیچ مدان کی مفصل تقدیم کے ساتھ طباعت سے آراستہ ہو کر سامنے آئی جس میں دلائل و براہین سے حیلہ اسقاط کا جواز پیش کیا گیا ہے اور طریق کار بھی پیش کیا گیا ہے۔

(11) اثبات دور الاسقاط لتردید توثیق الکلام والنشاط:۔

علامہ مفتی محمد شائستہ گل مردانی رحمۃ اللہ علیہ کے قلم سے جواز اسقاط پر ایک رسالہ "اثبات دور الاسقاط لتردید توثیق الکلام والنشاط" پشتو زبان میں موجود ہے۔

"ضیاء الصراط علی حیلۃ اسقاط" پر ایک طائرانہ نظر:۔

علامہ عبدالرحمٰن مروت کی پیش نظر کتاب "ضیاء الصراط علی حیلۃ اسقاط" المعروف بہ چراغ راہ بھی اسی سلسلۃ الذہب کا تسلسل ہے۔

ربیع الاول 1439ھ / دسمبر 2017ء میں آپ کی اس کتاب مستطاب کا پہلا ایڈیشن اشاعت پذیر ہوا۔ اب آپ نے اس پر نظر ثانی فرمائی ہے اور اس میں مزید مفید اضافات فرمائے ہیں

یوں آپ کی یہ کتاب حیلہ اسقاط کے حوالے سے ایک تاریخی اور تحقیقی دستاویز کی حیثیت اختیار کر گئی ہے۔

فاضل مصنف نے کتاب کا انتساب اپنے مادر علمی دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف کے نام اور الاِھداء خواجہ خواجگان پیر پٹھان خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کے نام کیا ہے۔

"کلماتِ تشکر" میں اپنے شیخ الصرف والنحو علامہ سید حمد اللہ جان المعروف بہ

کابل استاد اور دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف کے جلیل القدر اساتذہ کرام کا نہایت ہی خوب صورت انداز میں شکریہ ادا کیا گیا ہے۔

کتاب کے آغاز میں علامہ خواجہ پیر محمد اکرم شاہ دامت برکاتہم العالیہ کے "دعائیہ کلمات" اور پیر شمس الامین دامت برکاتہم العالیہ سجادہ نشین مانکی شریف کے کلماتِ تکریم شامل ہیں جن سے کتاب کی اہمیت وافادیت کو چار چاند لگ گئے ہیں۔

کتاب اربابِ علم ودانش کی بصیرت افروز تقریظات سے مزین ہے۔

"اہداف تحقیق" کے عنوان سے فاضل محقق پانچ نکات میں اپنی زیرِ نظر تحقیق کے اہداف کا تعین کیا ہے۔

"ضیاءاولیں" کے عنوان سے کتاب لکھنے کے پس منظر اور اس کی غرض وغایت سے پردہ اٹھایا گیا ہے۔

عربی زبان میں تمہیدی خطبہ کے بعد کتاب کو نہایت ہی خوب صورت انداز میں پانچ ابواب میں منقسم کیا گیا ہے۔

(1) پہلا باب 25 عنوانات پر مشتمل ہے۔ اس میں مشاہیر فقہاء، محدثین اور مفسرین کے ارشادات و فرمودات کی روشنی میں حیلہ کی لغوی اور اصطلاحی تعریفیں اور اس کی تمام اقسام زیرِ بحث لائی گئی ہیں۔

(2) دوسرا باب 36 عنوانات پر مشتمل ہے۔ اس میں حیلہ کے جواز کے لیے قرآنی آیات سے استدلال کیا گیا ہے۔ مفسرین کی آراء پیش کی گئی ہیں اور شرعی و غیر شرعی حیلوں کی تقسیم بھی زیر بحث لائی گئی ہے۔

(3) تیسرا باب 32 عنوانات پر مشتمل ہے۔ اس میں حیلہ کے جواز اور ثبوت میں احادیث نبویہ سے استدلال کیا گیا ہے اور محدثین کی شروحات کی روشنی میں جائزہ لیا گیا ہے۔ فقہاء احناف کی کتب سے حیلہ کے چند نظائر بھی پیش کیے گئے ہیں۔

(4) چوتھا باب 36 عنوانات پر مشتمل ہے۔ اس میں حضرت علامہ ابن عابدین

شامی دمشقی رحمۃ اللہ علیہ کی چند عبارات سے چند مسائل کا اثبات، حیلہ اسقاط کے مختلف طریقے اور حیلہ اسقاط پر مفصل و مدلل بحث کی گئی ہے۔ علامہ ابن عابدین شامی دمشقی رحمۃ اللہ علیہ کا طریقہ خاص طور پر زیرِ بحث لایا گیا ہے۔

(5) پانچواں باب 42 عنوانات پر مشتمل ہے۔ اس میں علامہ الفاضل عبدالجلیل پشاوری رحمۃ اللہ علیہ کا طریقۂ حیلہ اسقاط زیرِ بحث لایا گیا ہے۔

اس باب میں وہ تمام امور زیرِ بحث لائے گئے ہیں جن کے لیے حیلہ لازمی ہے۔

فقہاء کرام کی عبارات اختصار کے ساتھ دی گئی ہیں۔ مخالفین کی کتب سے حیلہ کا جواز اور ثبوت پیش کیا گیا ہے۔

مخالفین کے چند اعتراضات کے نہایت ہی مسکت جوابات بھی دیئے گئے ہیں۔

ختام المسک کے عنوان سے ساری ابحاث کا خلاصہ و نچوڑ بھی پیش کر دیا گیا ہے۔

آخر میں 71 مآخذ و مراجع کی طویل فہرست دی گئی ہے جن سے فاضل محقق و مصنف کی تحقیق انیق اظہر من الشمس ہے۔

اعتراف حقیقت:

فاضل مصنف علامہ عبدالرحمٰن مروت زید مجدہ کی اس کاوش پر اربابِ بصیرت نے اپنی تقریظات لکھ کر کتاب کی علمی و فکری اور تحقیقی اہمیت کو نہایت ہی خوش دلی سے تسلیم کیا ہے۔ ان تقریظات میں سے چند اقتباسات باذوق قارئین کی خدمت میں حاضر کیے جاتے ہیں۔

(1) علامہ خواجہ پیر محمد اکرم شاہ سجادہ نشین آستانہ عالیہ چشتیہ فاضلیہ گڑھی شریف:۔

"دلائل کی کثرت، جزئیات کی فراوانی اور مستند حوالوں سے پوری کتاب مزین ہے۔ ہر مسئلے کو علم واستدلال کی میزان پر منقح کرنے کے بعد ہی کسی شرعی نظر کا اظہار کیا جا سکتا ہے۔ انداز تحریر اور اسلوب نگارش بہت عمدہ اور مؤثر و مدلل ہے۔"

(2)پیر شمس الامین قادری سجادہ نشین خانقاہ مانکی شریف نوشہرہ:۔

”کتاب مدلل اور حنفی مذہب کے اصول و احکام کے مطابق اور حوالہ جات سے مزین ہے۔ دوران مطالعہ پتہ لگا کہ اس کاوش اور تحریر کے لیے کافی پڑھائی، گہرا مطالعہ اور شب و روز محنت سے کام لیا گیا ہے۔“

(3)علامہ محمد طفیل مصباحی سب ایڈیٹر ماہنامہ الاشرفیہ مبارک پور:۔

”یہ کتاب اپنے موضوع پر ایک گراں قدر علمی و تحقیقی سرمایہ اور مؤلف کے علمی و تحقیقی شعور کا آئینہ دار ہے۔“

(4)ابو حسام سید قمر الاسلام جہاں گیر نگر فتح پور اتر پردیش ہند:۔

”حیل کا موضوع فقہ کے طلبہ کے لیے اگرچہ نیا نہیں ہے لیکن پھر بھی ضروری تھا کہ کتب فقہ میں منتشر مباحث کو منطقی ترتیب اور علمی منہج کے ساتھ یکجا کر دیا جائے تا کہ ان جزئیات کی روشنی میں نئے فتنوں کا سد باب ہو سکے۔ فاضل مؤلف کی زیر نظر کاوش دراصل اسی جذبۂ خیر کی تکمیل ہے۔“

(5)شارح صحیح مسلم علامہ بدر الدجیٰ الرضوی المصباحی یوپی ہند:۔

”مولانا نے اپنی کتاب میں حیلہ شرعی کے تمام پہلوؤں کا احسن طریقے پر احاطہ کیا ہے اور کہیں بھی اگر مگر کی گنجائش باقی نہیں رکھی ہے اور یہ ثابت کر دکھایا ہے کہ ”حیلہ شرعی“ مشروع ہے اور بہت سے مواقع پر اس کی حاجت ہے بالخصوص اہل مدارس کو اس کی شدید ضرورت ہے۔“

(6)پروفیسر ڈاکٹر عبد العزیز ساحر علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد:۔

”حیلہ اسقاط کے حوالے سے عبد الرحمن کا پیش نظر مقالہ اپنے علمی دلائل کے اعتبار سے نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ اس میں قرآن و حدیث کی روشنی میں حیلہ اسقاط کے شرعی پہلوؤں کا عمدہ جائزہ لیا ہے۔“

(7)پروفیسر محمد انور بابر چشتی سلیمانی لکی مروت:۔

”اس کتاب میں حیلہ اسقاط الاموات کے جواز میں کتاب و سنت اور فقہاء کی

مستند کتب کے حوالے پیش کیے گئے ہیں اور یہ ثابت کیا گیا ہے کہ برائے ایصالِ ثواب حیلہ اسقاط ایک مستحب و مستحسن عمل خیر ہے۔“

(8)مفتی محمد سرفراز قادری پنیالہ ڈیرہ اسماعیل خان:۔

”علامہ موصوف نے کافی عرق ریزی سے کام کیا ہے۔ صرف فہرست مضامین اور مصادر والمراجع کی تفصیل دیکھنے سے بھی پتہ چلتا ہے کہ واقعی علامہ موصوف کی سعی، جستجو اور تحقیق قابلِ داد ہے۔“

(9)ڈاکٹر محمد الطاف حسین الازہری مدرس دار العلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف سرگودھا:۔

”ایک دیرینہ اختلافی مسئلہ کو بطریق احسن حل کر دیا ہے۔ حوالہ جات وغیرہ جدید اسلوب تحقیق کے مطابق ذکر کیے ہیں۔“

(10)وزیر احمد مصباحی جامعہ ملیہ دہلی ہند:۔

”حقیقت یہی ہے کہ یہ ”چراغ راہ“ علمی دنیا میں اہل علم و دانش کے لیے ایک بیش بہا قیمتی تحفہ ہے خصوصاً ان حضرات کے لیے جو اس موضوع پر مزید کام کرنے کی تمنا رکھتے ہیں۔ ان شاء اللہ یہی کتاب مزید کتب کی تلاش و جستجو سے بے نیاز کر دے گی۔“

(11)علامہ محمد رضی مصباحی ارریہ ہند:۔

”اس اہم موضوع (حیلہ اسقاط کی شرعی حیثیت) پر یہ کتاب اپنے آپ میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ زبان و بیان کی چاشنی نے علمی دلائل کا حسن دوبالا کر دیا ہے۔ مروت صاحب کی سادگی اس جام کا مزہ دو آتشہ کر دیتی ہے۔ علمی ذوق اور تحقیقی مزاج رکھنے والے امت مسلمہ کے ہر فرد کے لیے یہ کتاب مطالعہ کی چیز ہے۔“

(12)مفسر قرآن شیخ طریقت مولانا محمد عبد اللہ جانفداء النقیبی:۔

”وقد ذکر المؤلف حفظه الله تعالیٰ الدلائل حول دورة الاسقاط و تصدیق لمثل هذا الموضوع الخطیر، بیان سهل و یسیر والاعتماد علی اصل المصادر فی صغیر و کبیر والتمسك با قوم المعلومات والروایات فی القلیل والکثیر۔“

(13) شیخ الحدیث علامہ محمد صدیق ہزاروی سعیدی الازہری جامعہ ہجویریہ داتا دربار لاہور:۔

”عبدالرحمٰن مروت نے جس جامعیت کے ساتھ اور عنوان سے انصاف کرتے ہوئے افراط و تفریط سے پاک تحریر کا ملت اسلامیہ کو تحفہ دیا اس پر وہ عام مسلمانوں کی طرف سے خراج تحسین کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔“

(14) پروفیسر عون محمد سعیدی جامعہ نظام مصطفیٰ بہاول پور:۔

”علامہ عبدالرحمٰن مروت صاحب مبارک باد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اس (حیلہ کی شرعی حیثیت) پر تحقیقی قلم اٹھا کر اہل علم کی طرف سے فرض کفایہ ادا کیا ہے۔“

حیلہ اسقاط کے حوالے سے علامہ عبدالرحمٰن مروت زید مجدہ کی یہ کتاب مستطاب مسلمان میت کے لیے ایک نہایت ہی نہایت ہی ہمدردانہ اور خیر خواہانہ کاوش ہے جس پر اس کتاب کا ہر باب، اور ہر صفحہ شاہد و ناطق ہے۔ ہر باب دلائل و براہین سے مزین ہے۔ مصنف کا انداز تحریر اور اسلوب نہایت ہی اچھوتا اور نرالہ ہے۔ زبان انتہائی سادہ، سہل اور عام فہم ہے۔ ناچیز ہیچمدان انہیں اس عظیم علمی و فکری، نظریاتی اور تحقیقی کاوش پر دل کی گہرائیوں سے مبارک باد اور ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہے۔ ماشاء اللہ ماشاء اللہ ماشاء اللہ، بہت خوب اللھم زد فزد۔

حیلہ اسقاط کرنا صدقہ صدقات ہے۔
رحمتوں کی مرنے والوں کے لیے سوغات ہے۔
یہ طریقہ صالحین و کاملین اسلاف کا۔
یہ نجات آخرت ہے کتنی اچھی بات ہے۔

فاضل مصنف کی یہ علمی کاوش ہر لائبریری بلکہ ہر گھر میں پہنچنی چاہیے۔ ہمیں ہر حال میں فکر آخرت پر اپنی توجہ مرکوز رکھنی چاہیے۔ اور مسلمانوں کو اپنے مرحومین کے لیے صدقات وخیرات سے گریز نہیں کرنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کے طفیل ہمارے مہربان اور قدردان علامہ عبدالرحمٰن مروت کی اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت سے نوازے اور اسے شہرت عام اور بقائے دوام بخشے اور ہم سب کا خاتمہ بالخیر فرمائے۔

آمین ثم آمین یارب العالمین بجاہ سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ و ازواجه و ذریته و اولیا امته و علما ملة اجمعین۔

دعا گو و دعا جو
گدائے کوئے مدینہ شریف۔
احقر سید صابر حسین شاہ بخاری قادری غفرلہ
”خلیفۂ مجاز بریلی شریف۔“
برھان شریف ضلع اٹک پنجاب پاکستان
(25/ محرم الحرام 1447ھ/
21/ جولائی 2025ء بروز پیر بوقت 10:11 بعد نماز عشاء)

اَھداف تحقیق

۱: ہماری تحقیق کا ہدف اولین یہ ہے۔ کہ جس عمل میں کسی کی اچھائی ہو اس کو معمول بنالیناچاہیے۔

۲: کسی بھی اچھے کام میں برائی پر ہر اس کام کو برا بھلا کہہ کہ چھوڑنا عقلمندی نہیں بلکہ اس کام پر عمل پیرا ہو کر اس برائی کو ختم کرنے کی سعی کرنی چاہیے۔ اور اصول یہ ہے کہ جس چیز کی بنیاد خیر پر ہو اور اس کو بدی کا مرکز بنالیا گیا ہو تو وہاں سے بدی کو مٹایا جانا نہ کہ خیر کو مٹایا جانا اور جس چیز کی بنیاد ہی شر پر ہو اور وہ بظاہر خیر کا مرکز ہو اس کو ڈھا کر برابر کر دیا جانا۔

۳: ہر وہ عمل جن کے شرائط موجود ہوں تو شرائط پر پورا اتر کر اور ان شرائط کی مکمل پابندی کرنا ہماری تحقیق کا ہدف ہے۔

۴: اس تحقیق سے قارئین اس مسئلہ پر اپنے بزرگوں کی کتابوں کا بھی جائزہ لیں گے۔ تاکہ کسی کو بھی تنقید کا موقع نہ مل سکے۔

کیونکہ ہمیں اپنے بزرگوں کے اقوال و افعال کے اپنانے میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کرنا چاہیے ان بزرگوں پر یقین و اعتماد کرنا ہمارا دینی اور اخلاقی فریضہ ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

”أن الأمة اجتمعت على أن يعتمدواعلى السلف فى معرفة الشريعة، فالتابعون اعتمدوا فى ذالك على الصحابة به و تبع التابعين اعتمدوا على التابعين و هكذا كل طبقة اعتمدالعلماء على من قبلهم۔“

ترجمہ: ”کہ تحقیق امت نے اجماع کیا اس پر کہ شریعت کی

معرفت میں سلف پر اعتماد کیا جائے۔ پس تابعین نے صحابہ کرامؓ پر اور تبع تابعین نے تابعین پر اعتماد کیا۔ اس طرح ہر طبقہ میں علماء نے اپنے سے پہلے بزرگوں کا حوالہ دیا اور انکی آراء اور فتاویٰ کو معتمد جانا۔①

ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ ہم بھی اپنے اگلے بزرگوں پر اعتماد کریں جیسے ہمارے بزرگوں نے ان سے پہلے آنے والے بزرگوں پر اعتماد کیا۔ عقل بھی اسی روش اور طرز عمل کی تحسین وتوثیق کرتی ہے اس لیے کہ شریعت کا علم نقل اور اخذ واستنباط سے ہوا نقل کے قائم اور باقی رہنے کا اس کے سوا کوئی طریقہ کار نہیں کہ فرد اپنے سے پہلے فرد اور ہر طبقہ اپنے سے پہلے طبقہ سے ایک بات کو حاصل کرتا ہے اور کسی مرحلہ پر یہ تسلسل ٹوٹنے نہ پائے۔

① شاہ ولی اللہ بن عبد الرحیم الفاروقی الدھلوی، عقد الجید فی الاحکام والتقلید، ص:۴۰، مطبعہ دار الفتح لطباعۃ والنشر والتوزیع الشارقۃ۔

ضیاءِ اوّلین

(یہی چراغ جلیں گے تو روشنی ہوگی)

آج وہ دور ہے کہ کچھ لوگ سلف صالحین کے طریقہ کار کو غلط بتا کر نئی جدت پسندی اور اسلام وایمان سے دوری کے خطوط کھینچ رہے ہیں۔ فقہاء ومحدثین، ائمہ مجتہدین اور مفسرین کرام کے وضع کردہ اور متفق علیہ مسائل کو نظر انداز کر کے اپنی رائے کو ترجیح دیتے ہیں اور اسی کو وہ راہ صواب کہتے ہیں۔ حالانکہ ان سب کی مشترکہ جدوجہد اور متوارث کوششوں سے ہی اسلام اپنی واضح اور مفصل تشریحات کے ساتھ ہم تک پہنچا ہے کیونکہ ان ہی لوگوں نے قرآن مجید اور سنت رسول ﷺ کی نصوص کو روزمرہ پیش آنے والے واقعات اور حقائق پر منطبق کیا ہے۔ اور ان کے تفصیلی احکام کو مرتب کیا ہے اور مرتب کر کے ہمیں ان کے مطابق زندگی گزارنے اور سنوارنے کی تلقین کی ہے۔ اور یہ لوگ کوئی عام لوگ نہیں تھے۔ بلکہ گہرے فہم وبصیرت کے مالک اور انسانی تاریخ کے بہترین دماغوں کے حامل لوگ تھے۔ اور وہی قومیں روبہ کمال اور رفعت وبلندی کی حدوں کو چھونے والی ہوتی ہیں جو اپنے اسلاف کے نقش قدم پر گامزن ہوتی ہیں اور انہی کو نقوش دل بنا کر بطور خضر راہ کام لیتے ہیں۔ فتنہ وفساد سے بھڑکی ہوئی آگ اور گہما گہمی میں جبکہ بے دین درپے تخریب دین ہیں، اسلام کے سچے اور رفیع احکامات پر عمل کرنا دشوار ہوگیا ہے۔

مؤمنین کے اندر عقیدت ومحبت کا جذبہ آج مجادلت اور مخاصمت میں بدل چکا ہے آج اپنوں کے لیے آستینوں میں خنجر چھپے ہیں، بات سمجھانا، منوانا، تبلیغ کرنا اسلحہ کے زور پر ہے خواہ وہ بات سو فیصد غلط اور خلاف شریعت ہی کیوں نہ ہو۔ حالانکہ دین اسلام کسی پر جبر وتشدد کا نام نہیں اور نہ اسلام میں اس طرح تبلیغ ہے اور نہ زیر خنجر منوانے کا انداز آخر یہ کیوں؟

جانے کس جرم کی پائی ہے سزا یاد نہیں

پاک وہند اور عرب کے تمام صوفیاء کرام نے اشاعت اسلام کا یہ لہجہ اور طرز عمل کبھی اختیار نہیں کیا۔ صوفیاء کرام دعوت وارشاد میں پھول جڑتے، لاکھوں غیر مسلم ان کے درد وسوز بھرے فرمودات اور ان کے سیرت وکردار کو دیکھ کر مسلمان ہوئے۔

قرآن مجید کے احکامات پر یہی بزرگ ہستیاں بھی عمل کرتیں جنہوں نے لوگوں کی زندگیاں سنوار دیں۔ معلوم یہ ہوا کہ اسلام شمشیر سے نہیں بلکہ صدق ودانائی اور قول حکیم سے پھیلا ہے اور جبر وتشدد والے لوگ بھی قرآن پڑھتے ہیں لیکن لوگوں کو کفر وشرک کے دروازے میں دھکیل دیتے ہیں۔

دور حاضر میں چند کند ذہن افراد ہر نیک کام اور عظمت وتعظیم کے حامل افراد سے دلوں میں جلن رکھتے ہیں، نماز، وضو، دعائیں، سرکار دوعالم ﷺ کی مدح سرائی، ایصال ثواب وتعاونوا علی البر والتقوی پر عمل کریں تو کفر وشرک کے فتوے اور برا بھلا کہنا ان کا معمول بن گیا ہے۔

حالانکہ کسی بھی نیک اور مشروع کام پر عذاب نہیں بلکہ باعث اجر وثواب ہوتا ہے۔ امام مسلم نے اپنی صحیح میں ایک حدیث نقل کی ہے جس کو علامہ نووی نے بھی اپنی تالیف ریاض الصالحین میں ذکر کیا ہے۔ فرماتے ہیں:۔

حدیث کے پہلے حصے میں صدقہ کا ذکر ہے جس سے سرکار دوعالم ﷺ کا چہرہ خوشی سے چمک رہا ہے گویا سونا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا:۔

”من سن فی الاسلام سنة حسنة فله اجرها واجر من عمل بها بعده من غير ان ينقص من اجورهم شئ ومن سن فی الاسلام سنة سيئة كان عليه وزرها ووزرمن عمل بها من بعده من غير ان ينقص من اوزارهم شئ“①

① امام مسلم، مسلم شریف، ج: ۱، ص: ۳۲۷، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی، علامہ نووی، ریاض الصالحین، ج: ۱، ص: ۱۲۷، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور۔

ترجمہ: ’’کہ جو شخص اسلام میں کوئی اچھا طریقہ رائج کرے تو اس کو اس کا اجر ملے گا اور جو اس پر عمل کرے گا اس کا اجر بھی اسے ملے گا لیکن عمل کرنے والے کے اجر میں کمی نہیں ہو گی۔ اور جس نے اسلام میں برا طریقہ رائج کیا اس پر اس کا گناہ ہو گا اور اس کے بعد اس طریقہ پر جس نے عمل کیا اس کا گناہ اس پر ہو گا لیکن اس عمل کرنے والے کے گناہ میں کمی نہیں ہو گی۔‘‘

ہمارا مروجہ عمل مسلم شریف کی اس حدیث:۔

’’مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ اَجْرُهَا۔‘‘

ترجمہ: ’’جس نے کوئی اچھا طریقہ جاری کیا تو اس کے لیے اس کا اجر ہے۔‘‘

کے تحت داخل ہے اس حدیث کا یہی مطلب ہے کہ جس نے کسی اچھے طریقہ کو رائج کیا اسے اس کا اجر ملے گا۔

اب وہ طریقہ و سنت کیسا ہو اس کے کچھ شرائط مندرجہ ذیل ہیں۔

۱: پہلا یہ کہ وہ عمل کسی منہیات سے نہ ٹکرائے یعنی جس کی حرمت قرآن و حدیث میں آئی ہو اس سے نہ عبارت ٹکرائے نہ دلالتاً نہ اقتضاءً اور نہ اشارتاً۔

۲: دوسرا یہ کہ وہ مروجہ اچھا عمل کسی فرض پر زیادتی کا باعث نہ بنے یعنی پانچ وقت فرض ہو تو چھ کر دیا اور نہ کمی کا باعث بنے کہ چار وقت کر دیا اور نہ چار رکعت سے پانچ کر دیا یا تین۔

۳: اور نہ کسی واجب سے ٹکرائے کہ اس عمل سے واجب میں زیادتی ہو رہی ہو یا کمی یا اس عمل سے واجب چھوٹ رہا ہو۔

۴: چوتھا یہ کہ وہ عمل کسی سنت مؤکدہ غیر مؤکدہ اور متوارثہ سے بھی نہ

ٹکرائے۔ کہ اس عمل سے سنت متروک ہو رہی ہو۔ یا اس سنت میں کمی بیشی ہو رہی ہو۔

خلاصہ یہ کہ وہ ارکان دین سے چھیڑ چھاڑ نہ کرے۔ ان کے ارکان میں کمی بیشی کا باعث نہ بنے۔ کہ دو سجدہ سے تین سجدہ کر لیا ایسا بالکل نہیں۔ اگر زیادہ سجدہ کا شوق ہو تو نفل نماز پڑھو۔ اور آخری جو سب سے اہم شرط یہ ہے کہ اس عمل کو فرض و واجب نہ سمجھے اور ضروریات دین نہ مانے۔ جیسے میں یونیورسٹی کی مصروفیات کی وجہ سے کئی سال عید میلاد کے جلوس و محافل میں شریک نہ ہو پایا تو نہ مجھ پر قضا واجب ہوا اور نہ کفارہ۔ ہم اسے مباح ہی سمجھتے رہے۔ لہٰذا جس دن کسی سنت حسنہ کو فرض و واجب کا درجہ دیا گیا یا ایسا عقیدہ بننے لگا تو میں پہلا شخص ہوں گا جو اس کی مخالفت کروں گا۔ لہٰذا اگر ہمارا کوئی بھی مروجہ عمل مذکورہ بالا شرائط سے عاری ہو تو بتاؤ۔ میں توبہ و استغفار کروں گا۔ اگر نہیں تو پھر ہمارا وہ عمل ’’مَنْ سَنَّ فِی الْاِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً۔‘‘ کے تحت داخل ہے۔ ہمارے قیامت تک کے اعمال حسنہ (مذکورہ بالا شرائط کے ساتھ مشروط ہو کر) کی پیارے نبی نے اجازت دے دی ہے۔

کچھ لوگوں کا وطیرہ و طریقہ یہ ہے کہ جب کوئی بات ان کی سمجھ دانی میں نہ آئے اسے شرک و بدعت کا نام دے دیتے ہیں۔ اسی وجہ سے حضور شیخ الاسلام خواجہ قمر الدین سیالوی رحمہ الباری فرماتے ہیں کہ! ’’حقیقت یہ ہے کہ وہ بات جس کے سمجھنے سے ان کی عقلیں قاصر ہیں اور جس کی حقیقت اور گہرائی تک ان کے ذہنوں کی رسائی ناممکن ہے اس بات کے متعلق گمان کرتے ہیں کہ اس کا کوئی وجود ہی نہیں، اگرچہ وہ چیز عمدہ ترین سنت اور بہترین طریقہ ہی کیوں نہ ہو۔ بہت سی ایسی چیزیں جو سنت سے ثابت ہیں وہ ان کے نزدیک شرک ہیں اور کئی ناپسندیدہ امور کو وہ اپنا راہبر و پیشوا سمجھتے ہیں۔[1]

دعا خدا سے مانگتے ہیں لیکن اب وہ بھی ان کے نزدیک ناجائز ہوا۔ معلوم یہ

① خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ، تنویر الابصار، ص:۸، مطبوعہ سیال شریف سرگودھا۔

ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک (معاذ اللہ) خدا سے مانگنا بھی ناجائز ہے۔ نئے نئے طرق سے مسلمانوں کو سلف صالحین کے رستے سے ہٹانے میں مصروف عمل لوگ کبھی بھی مسلمانوں کے خیر خواہ نہیں ہو سکتے ارکان اسلام کے بعد دیگر امور شرعیہ مثلاً صدقات، دعائیں، میلاد، عرس، حیلہ اسقاط سے ہی مسلمانوں کا آپس میں رشتۂ اخوت برقرار ہے۔

مقام تأسف ہے کہ یہ لوگ دیگر تمام نواہی کو چھوڑ کر ان امور کو ختم کرنے کے درپے ہیں جن کو فقہاء و محدثین اور بزرگان دین اپنی اپنی کتابوں میں لکھ کر اس پر عمل پیرا رہے، حالانکہ:۔

جنہیں حقیر سمجھ کر بجھا دیا تو نے۔
یہی چراغ جلیں گے تو روشنی ہوگی

یہی اسلامی امور روشنی کے جلتے ہوئے چراغ ہیں جن کو ہمارے بزرگان دین کاملین نے قرآن وسنت کے نور سے روشن کیا تھا جو صحیح معنوں میں مینارہ نور تھے۔ اگر کسی کو فانوس بن کر ان چراغوں کی حفاظت کی ہمت نہیں تو اسے یہ حق بھی حاصل نہیں کہ وہ ان چراغوں کو بجھا دینے کے درپے ہو۔

حقیقت تو یہ ہے کہ اس چراغ مصطفوی ﷺ کو بجھایا ہی نہیں جا سکتا کیونکہ پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا۔

آج اس امر کی سخت ضرورت ہے کہ اصلاحی لٹریچر اور متنازعہ فیہ مسائل کو اس طرح پیش کیا جائے کہ اس میں حق کو واضح کرنا مقصود ہو اس میں کسی بھی فرقہ پر دشنام طرازی سے احتراز کیا جائے تاکہ تحقیق حق کو لوگ مساویانہ نگاہ سے پڑھیں اور دنیا میں ایسا مسئلہ ہی نہیں جو لاینحل ہو بشرطیکہ اسے حل کرنے کی خواہش کارفرما ہو۔ آج بھی اگر ہم عقیدت محبت کے چراغ جلائیں تو اب بھی۔

آگ کر سکتی ہے انداز گلستاں پیدا

حق وصداقت پر مبنی اور شریعت اسلامیہ میں جائز روایات کو منظر عام پر لانا علماء

حق کے فریضے میں شامل ہے۔ یہ اتحاد و امن کے منافی نہیں بلکہ اتحاد و یگانگت کی طرف ایک تیز ترین سلسلہ اور قدم ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ایسا لٹریچر فراہم کیا جائے جس سے اتحاد بین المسلمین ہو اور دشمنان ملت اسلامیہ کے قلوب و اذہان میں زلزلہ برپا ہو جائے اور ان کے خلاف جہاد بالقلم ہو۔

پھر بھی اگر کوئی کسی عمل میں غلطی کا مرتکب ہو اور اس کی کماحقہ ادائیگی سے ناواقف ہو تو اس کو اس کا بہترین شرعی طریقہ سکھلایا جائے، لیکن اگر اس طرح اگر کسی غلطی کی بناء پر اور خلاف طریقہ ہونے کی وجہ سے اس عمل کو ممنوع قرار دیا جائے تو شاید کوئی فریضہ اور کوئی عبادت بھی نہ رہنے دیا جائے گا کیونکہ زمانہ حال میں ہر فعل ماموربہ سے اتنے نقائص وابستہ ہیں۔ جن کا شمار نہیں اس لیے ہدایت و راہنمائی کی ضرورت ہے نہ کہ یہ کہنے کی کہ بھائی تم چلنا نہیں جانتے یا صحیح نہیں چل پا رہے اس لیے چلنا ہی چھوڑ دو۔ اگر کسی خرابی کی وجہ نفس فعل ہی سے انکار کیا جائے تو عجیب ہدایت و راہنمائی ہے میرے بھائی اس کا علاج تفہیم ہے تکفیر و انکار نہیں۔ اس لیے اگر کسی بھی مسئلے میں کوئی خرابی آ جائے تو بجائے مسئلہ ترک کرنے کے اس خرابی کو دور کر کے اصلاح کی جائے۔

اصلاح احوال کی کوشش ہر مسلمان کا فرض ہے۔ جب زکام کی شکایت ہو تو زکام کا علاج کیا جائے، ناک کاٹنا تو دانشمندی نہیں۔ مسجد میں کتا داخل ہو جائے تو کتے کو نکالا جاتا ہے، مسجد کو تو کوئی بھی نہیں گراتا۔ تاریخ کے حوالے سے دیکھا جائے تو فتح مکہ سے پہلے خانہ کعبہ میں بت تھے۔ صفا اور مروہ پر بھی بت تھے۔ بتوں کی وجہ سے نہ مسلمانوں نے طواف چھوڑا اور نہ عمرہ۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے طاقت بخشی تو بتوں ہی کو مٹایا۔

ان مسائل میں ایک مسئلہ اسقاط بھی ہے جو لوگ منع کرتے ہیں وہ عوام کو ان کے وہ پہلو بتا رہے ہیں جن سے وہ ممنوع ہے اس طرح وہ عوام کے ذہنوں میں تشویش ڈال دیتے ہیں۔ اور وہ یقیناً مجبور ہو کر اس نیک عمل کو چھوڑ دیتے ہیں، حالانکہ وہ علماء حضرات جو منع کرتے ہیں اور وہ حضرات جو جائز قرار دیتے ہیں اُن کے درمیان صرف نزاع لفظی

ہے۔ کیونکہ ہر ایک کا دعویٰ دوسرے فریق سے مخالف ہے۔ زیر آنکہ مثبتین کے نزدیک وہ دور اسقاط جو مفاسد سے خالی لمواساۃ المیت لا لاحقاق الباطل و ضرر الاحیاء اور مانعین کے نزدیک وہ دور اسقاط جو مفاسد و قبائح پر مشتمل ہو۔ مثلاً تقسیم مال یتیم و تقسیم مال بغیر رضاء الورثۃ و غیر ذلك تو مسئلہ حل و بے غبار ہو گیا۔ اور رفع نزاع ہوا۔ بلکہ اگر بقول مانعین اس حیلہ اِسقاط سے فدیہ متحقق نہ ہو جائے تو اس کے امر مستحسن و صدقہ نفلی ہونے میں کوئی خلاف نہیں، حالانکہ صدقہ نفلی سے بہت گناہ زائل ہوتے ہیں۔ چنانچہ علامہ قسطلانی شرح بخاری میں فرماتے ہیں۔

الصدقة النفلية ممحاة كثير من الذنوب المدخلة النار۔①

ترجمہ: ”نفلی صدقہ بہت سے گناہوں کو مٹا دیتا ہے جو گناہ جہنم میں لے جانے والے ہوتے ہیں۔

زیر نظر مقالے میں حیلہ اسقاط پر مفصل بحث کی ہے۔ حیلہ اسقاط ایصال ثواب کا ایک طریقہ ہے جس کے جواز میں کسی اہل علم کو کلام نہیں ہو سکتا۔ بہت سارے فقہاء و محدثین اس کے جواز پر متفق ہیں۔ اور فرمان سرور کونین صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم ہے:۔

”لَا يَجْمَعُ أُمَّتِي عَلَى ضَلَالَةٍ۔②

ترجمہ: ”میری امت گمراہی پر جمع نہ ہو گی۔“

اور جواز حیلہ اسقاط کے نہ صرف اکثرین قائل ہیں بلکہ اس پر سختی سے عمل پیرا بھی ہیں۔ تعامل ناس ایک دلیل شرعی ہے حیلہ اسقاط سلف کا معمول تھا۔ تبھی تو خلف میں اس کثرت سے رائج ہے کہ اکثرین امت اس پر کاربند ہے۔

حیلہ اسقاط کے باب میں تین گروہ ہیں۔

① قسطلانی شرح صحیح بخاری باب عظۃ النساء جلد اول صفحہ نمبر ۱۹۰۔
② سنن ترمذی، ۴:۴۶۶، رقم الحدیث: ۲۱۶۷

۱: ایک بصراحت منع و ترک کا مجوز ہے۔
۲: دوسرا کچھ پردہ کی آڑ رکھتے ہوئے شکوک لایعنی نکال کر اس کے ترک کو بہتر بتاتا ہے۔
۳: تیسرا اس کو فقہاء و محدثین و مفسرین کے اقوال و اعمال کی روشنی میں جائز و نافذ العمل قرار دیتا ہے۔

آنے والے صفحات میں ان پر بحث کی گئی ہے۔ امید ہے قارئین کو حیلہ کے بارے میں کچھ شناسائی ہو جائے گی۔ لیکن یہ عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ یہ مقالہ خالصتاً تحقیقی ہے۔ فقہاء و محدثین کی عبارت کو من و عن نقل کیا ہے اور اس پر فقیر نے قارئین کے آسانی کے لیے تبصرہ بھی کیا ہے۔

اگر کسی جگہ پر تنقیدی جملے ہوں تو بھی تنقید برائے اصلاح ہے۔ اور علم و تحقیق کے ساتھ جو تنقید ہوتی ہے وہ علوم کیلئے آب حیات ہے۔ اسی سے علم کو سیرابی، تازگی، شادابی اور زندگی حاصل ہوتی ہے۔ اور یہ زندگی ملت میں حرکت و عمل کی لہر پیدا کرتی ہے۔ اگر یہ چیز ناپید ہو جائے تو فکر و نظر کی قوتیں جامد اور حرکت و عمل کی صلاحیتیں مفلوج ہو کر رہ جاتی ہیں۔ مقالے میں کسی جگہ سقم یا غلطی ہو تو براہ کرم تصحیح فرمائیں اصلاح فرمائیں اور اپنی گراں قدر رائے سے مستفیض فرمائیں اور اگر کوئی بات پسند آجائے تو فقیر کے لیے دعا فرمائیں۔

آمین بجاہ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ الْاَمِيْنُ وَنَحْنُ عَلٰى ذَالِكَ لَمِنَ الشَّاهِدِيْنَ وَ الشَّاكِرِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

عبدالرحمٰن مروت عفی عنہ
پی ایچ ڈی ریسرچ اسکالر
انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد
ریسرچ اسکالر ادارہ فروغ تعلیمات تصوف راولپنڈی

تمہید

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ عَلٰى آلَائِهِ، وَالشُّكۡرُ لَهُ عَلٰى جَزِيلِ عَطَائِهِ، وَأَفۡضَلُ الصَّلَاةِ وَأَتَمُّ السَّلَامِ عَلٰى سَيِّدِ أَصۡفِيَائِهِ، مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ، سَيِّدِ الۡخَلَائِقِ، وَإِمَامِ الۡهُدٰى، وَخَاتَمِ النَّبِيِّينَ، وَعَلٰى آلِهِ وَأَصۡحَابِهِ وَمَنۡ سَارَ عَلٰى نَهۡجِهِ إِلٰى يَوۡمِ الدِّينِ؛ أَمَّا بَعۡدُ،

فَهٰذِهِ رِسَالَةٌ مُسَمَّاةٌ بِضِيَاءِ الصِّرَاطِ فِى بَيَانِ حِيلَةِ الۡإِسۡقَاطِ، وُضِعَتۡ لِتَوۡضِيحِ مَسۡأَلَةٍ فِقۡهِيَّةٍ دَقِيقَةٍ تَنَاوَلَهَا بَعۡضُ النَّاسِ بِغَيۡرِ تَحۡقِيقٍ وَلَا تَحۡرِيرٍ لِمَحَلِّ النِّزَاعِ، مَعَ أَنَّهَا مِمَّا جَرٰى عَلَيۡهِ عَمَلُ جَمَاعَةٍ مِنَ الۡفُقَهَاءِ وَالۡمُحَقِّقِينَ، وَانۡبَنَتۡ عَلٰى أُصُولٍ فِقۡهِيَّةٍ مُعۡتَبَرَةٍ، وَإِنَّمَا الۡمَقۡصُودُ فِى هٰذِهِ الرِّسَالَةِ بَيَانُ الۡحَقِّ فِى ضَوۡءِ الۡكِتَابِ وَالسُّنَّةِ، وَتَحۡرِيرُ الۡقَوۡلِ فِى هٰذِهِ الۡمَسۡأَلَةِ عَلٰى وَفۡقِ مَا قَرَّرَهُ أَئِمَّةُ الۡهُدٰى وَأَهۡلُ التَّحۡقِيقِ، مَعَ التَّنۡبِيهِ عَلٰى أَنَّ حِيلَةَ الۡإِسۡقَاطِ لَيۡسَتۡ تَجَاوُزًا لِلشَّرِيعَةِ وَلَا خُرُوجًا عَنۡ مَقَاصِدِهَا، بَلۡ هِىَ مَبۡنِيَّةٌ عَلٰى قَوَاعِدَ فِقۡهِيَّةٍ رَاسِخَةٍ قَصَدَ بِهَا الۡعُلَمَاءُ رَفۡعَ الۡحَرَجِ وَتَحۡقِيقَ مَعَانِى التَّيۡسِيرِ وَالۡعَمَلَ بِمَقَاصِدِ الرَّحۡمَةِ وَالتَّخۡفِيفِ، مَعَ صَوۡنِ حُرۡمَةِ الشَّرۡعِ وَحِفۡظِ جَلَالِهِ، وَاللّٰهُ مِنۡ وَرَاءِ الۡقَصۡدِ وَهُوَ يَهۡدِى السَّبِيلَ۔

باب اوّل

الحيلة فى الشريعة تعريفها وحكمها واقسامها

الٰہی عاقبت محمود گرداں

جہانِ رنگ وبو میں اوامر کی ادائیگی اور انسان:۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس جہانِ رنگ وبُو میں اس لیے بھیجا کہ وُہ اس کے احکام کی اطاعت کرے اور اپنی پوری زندگی کو بندگی کا مظہر بنائے۔ قرآن کریم نے واضح فرمایا!

”وَمَا خَلَقۡتُ الۡجِنَّ وَالۡاِنۡسَ اِلَّا لِيَعۡبُدُوۡنِ۔[1]

ترجمہ: ”میں نے جن وانس کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔“

پھر اللہ ربّ العزت نے ایمان والوں کو فرائض وواجبات کی ادائیگی کا حکم ارشاد فرمایا! کہیں:۔

[1] سورۃ الذٰریٰت، آیت:۵۶۔

"وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ۔"①

ترجمہ: "اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو۔"

اور کہیں فرمایا:۔

"وَ لِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا۔"②

ترجمہ: "اور لوگوں میں سے جو لوگ اس تک پہنچنے کی استطاعت رکھتے ہوں ان پر اللہ کے لیے اس گھر کا حج کرنا فرض ہے۔"

اور کہیں فرمایا:۔

"يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ۔"③

ترجمہ: "اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے۔"

فرمایا! یہ صرف اس لیے کہ انسان کو ہی صرف عبادت کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔

ارشاد خداوندی ہے:۔

"وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ۔"④

ترجمہ: "اور میں نے جن اور آدمی اسی لیے بنائے کہ میری عبادت کریں۔"

اللہ ربّ العزت کی شریعت کا ایک عام انداز اور مزاج یہ ہے، کہ وہ احکام دیتے وقت اور فرائض وواجبات کا تعین کرتے وقت انسان کی کمزوریوں کا احساس کرتی ہے۔ اور انسانوں کی کمزوریوں کا لحاظ رکھتے ہوئے احکام دیتی ہے اللہ ربّ العزت سے بہتر کوئی نہیں جانتا کہ انسان کمزور ہے۔ اس لیے ارشاد فرمایا:۔

---

① سورۃ البقرہ، آیت:۴۳۔
② سورۃ آل عمران، آیت:۹۷۔
③ سورۃ البقرہ، آیت:۱۸۳۔
④ سورۃ الذاریت، آیت:۵۶۔

"وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا۔"①

ترجمہ: "اور آدمی کمزور بنایا گیا۔"

چونکہ انسان اس آیت کے مصداق ضعیف ہے اور فرائض وواجبات میں ان سے کوتاہی، سستی ممکن ہے۔ تو اس کے لیے بھی اللہ ربّ العزت نے کچھ قواعد ارشاد فرمائے ہیں۔ جس کے ذریعے اس کوتاہی مثلاً بیماری، شیخوخت یا دیگر وجوہات کی بناء پر ادا و قضاء پر قادر نہ ہو تو اس کی تلافی ممکن ہے۔

اب اگر کوئی بوڑھا شخص روزہ رکھنے پر قادر نہ ہو تو اللہ کریم نے اس کے لیے آیت کریمہ میں فدیہ کا ذکر فرمایا ہے کہ:۔

"وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ۔"②

ترجمہ: "اور جنہیں اس کی طاقت نہ ہو اُن پر ایک مسکین کا کھانا فدیہ ہے۔"

اور یہ فدیہ شیخ فانی کی طرف سے عند اللہ مقبول ہے۔ حالانکہ ممکن ہے کہ وہ روزہ رکھنے پر قادر ہو جائے۔ جو بہت عمر رسیدہ ہو یا جسے ایسا مرض لاحق ہو جس سے شفاء کی امید نہیں ہے (جیسے ذیابیطس اور ہائی بلڈ پریشر وغیرہ) اور اس وجہ سے اسے روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو، اس کے لیے روزہ نہ رکھنے کی رخصت ہے۔ دائمی معذور کے لیے فدیہ ہے، کفارہ نہیں۔

اور اگر کوئی شخص اس حال میں فوت ہو جائے کہ اس کے ذمہ قضاء روزے و نمازیں ہوں تو یہ مردہ شیخ فانی سے زیادہ عاجز ہے اور اسے اس بات کی زیادہ ضرورت اور اس چیز کا زیادہ حقدار ہے کہ اس کی طرف سے فدیہ دیا جائے۔

---

① سورۃ النساء، آیت:۲۸۔
② سورۃ البقرہ، آیت:۱۸۴۔

نمازروزے کی طرح ہے:۔

قضاء روزوں کا فدیہ تو نص سے ثابت ہو چکا ہے لیکن اب ہمیں یہ معلوم کر لینا چاہئے کہ قضاء نمازوں کا بھی فدیہ دے سکتے ہیں یا نہیں؟ تو عرض یہ ہے کہ قضاء نمازوں کا فدیہ دلالت النص سے ثابت ہے۔ کیونکہ نماز روزہ سے اہم ہے اور اقامت نماز کے بارے میں بہت سی آیات و احادیث مبارکہ وارد ہیں اور کتب اصول فقہ میں بھی اس بات کی وضاحت کی گئی ہے۔ صاحب ہدایہ اس بارے میں فرماتے ہیں کہ:۔

"والصلوة کالصوم باستحسان المشائخ وکل صلوة تعتبر بصوم یوم هوالصحیح۔[1]

ترجمہ: "استحسان کے پیش نظر مشائخ نے نماز کو بھی روزے جیسا قرار دیا ہے اور ہر نماز کو ایک روزے پر قیاس کیا جائے گا یہی صحیح ہے۔"

اور شہنشاہ عالمگیر کے استاد ملا جیون اپنی تصانیف نور الانوار فی شرح المنار اور التفسیرات الاحمدیہ میں رقم طراز ہیں کہ:۔

"والصلوة نظیر الصوم بل اهم منه فی الشان والرفعة فامرنا بالفدیة عن جانب الصلوة فان کفت عنها عند الله فبها والافله ثواب الصدقة ولهذا قال محمد فی الزیادات تجزئه انشاء الله والمسائل القیاسیة لاتعلق بالمشیة۔[2]

ترجمہ: "نماز روزے کی طرح ہے بلکہ رفعت و شان میں اس سے بھی اہم ہے۔ اس لیے ہم نے کہا کہ نماز کی طرف سے بھی

① برھان الدین ابی الحسن علی بن ابی بکر الفرغانی المرغینانی، المتوفی ۵۹۳ھ، الھدایہ الاولین، کتاب الصوم، ج:۱، ص:۲۴۰، مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور۔

② ملاجیون، شیخ احمد، نور الانوار فی شرح المنار باب مبحث الامر، ص:۴۳، مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور، ملا جیون: التفسیرات الاحمدیہ، ص:۴۱۔ مطبوعہ مکتبہ اکرمیہ محلہ جنگی پشاور۔

فدیہ دینا چاہئے۔ اگر یہ فدیہ عند اللہ نماز کی طرف سے مقبول ہوا تو فبہا ورنہ میت کو صدقے کا ثواب مل جائے گا۔ اسی لیے امام محمد نے زیادات میں فرمایا کہ یہ صدقہ نماز کی طرف سے ان شاء اللہ کافی ہوگا حالانکہ قیاسی مسائل میں ان شاء اللہ نہیں کہا جاتا۔"

علامہ تفتازانی نے بھی التلویح (اصول فقہ پر اعلی علمی کتاب) میں ادا و قضاء کی بحث میں اسی طرح گفتگو فرمائی ہے آپ فرماتے ہیں! کہ:۔

"الفدیة فی الصلاة ایضا واجبة بالقیاس الصحیح وعلی تقدیر عدم التعلیل تکون حسنة مندوبة تمحو سیئة فیکون القول بالوجوب احوط ویرجی قبولها۔[1]

ترجمہ: "قیاس صحیح کی بناء پر نماز میں بھی فدیہ واجب ہوگا۔ اور اگر علت نہ بنے تو فدیہ بہتر و مستحب اور گناہوں کو مٹانے والا ہوگا۔ لہٰذا وجوب ہی کے قول میں زیادہ احتیاط ہے اور اس کی قبولیت کی قوی امید ہے۔"

فدیۃ الصلاۃ صرف ان نمازوں کے ساتھ خاص نہیں ہے جو مرض الموت میں قضا ہو گئی ہوں بلکہ عام ہے۔ اسی بابت دارالافتاء جامعہ الرشید کراچی کی ویب سائٹ پر موجود فتویٰ نمبر:۷۱۲۹۸ میں تین مفتیان نیچے دیئے گئے سوال کے جواب میں لکھتے ہیں، مکمل فتویٰ ملاحظہ فرمائیں۔

میت کی قضاء نمازوں کے فدیئے کا حکم:۔

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں؟ کیا فدیۃ الصلاۃ

① التفتازانی، سعد الدین، علامہ، شرح التلویح علی التوضیح باب الاداء والقضاء، ج:۱، ص:۱۶۷، محمد علی صبیح واولادہ بمیدان الازھر، مصر۔

صرف ان نمازوں کے لیے خاص ہے جو مرض الموت میں قضا ہو گئی ہیں یا عام ہے یعنی پوری زندگی کی نمازوں کے لیے ادا ہو جائے گا؟ نیز اگر کوئی آدمی پوری زندگی نماز نہ پڑھے اور اپنی اولاد کو وصیت کرے کہ میری موت کے بعد میری تمام نمازوں کا فدیہ ادا کرو کیا اس صورت میں فدیہ ادا ہو جائے گا؟ المستفتی: عبد الشکور زمان

جواب:۔

فدیۃ الصلاۃ صرف ان نمازوں کے ساتھ خاص نہیں ہے جو مرض الموت میں قضا ہو گئی ہوں بلکہ عام ہے۔ پوری زندگی کی نمازوں کا فدیہ بھی ادا ہو جائے گا۔ اگر کوئی آدمی پوری زندگی نماز نہ پڑھے اور اپنی اولاد کو وصیت کرے کہ میری موت کے بعد میری تمام نمازوں کا فدیہ ادا کرو اور میت کے ایک تہائی مال میں سے فدیہ ادا کر دیا گیا تو فدیہ ادا ہو جائے گا۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا فدیہ قبول فرمائیں گے۔ اگر میت نے فدیہ دینے کی وصیت کی ہو تو میت کے ایک تہائی مال میں سے فدیہ کی ادائیگی واجب ہو گی اور اگر وصیت نہیں کی تو میت کے مال سے فدیہ کی ادائیگی جائز ہے وہ ورثہ کا ہے۔ اگر کوئی وارث اپنی خوشی سے اور اپنے مال سے فدیہ ادا کر دے تو بھی فدیہ ادا ہو جائے گا۔

مجیب: شاہ نواز بن عبد الرحمٰن

مفتیان ابولبابہ شاہ منصور صاحب فیصل احمد صاحب

ماخذ: دار الافتاء جامعۃ الرشید کراچی

فتویٰ نمبر: ۱۲۹۸۱۷۔ تاریخ اجراء: ۲۲-۱۱-۲۰۲۰۔①

واضح رہے کہ کوئی بھی آدمی دوسرے کی طرف سے قضا نمازیں ادا نہیں کر سکتا اور نہ ہی ادا کرنے سے وہ ادا ہو سکتی ہیں، یہی حکم روزوں کا بھی ہے، چاہے دوسرا آدمی زندہ ہو یا فوت ہو چکا ہو، البتہ فوت شدہ آدمی کے ذمہ واجب الادا نمازوں اور روزوں کا فدیہ ادا کیا جا سکتا ہے، اور فدیہ میں مشائخ کے استحسان سے نماز روزے کی طرح ہے اور ہر نماز ایک

① ویب سائٹ دار الافتاء جامعۃ الرشید کراچی، فتویٰ نمبر ۱۲۹۸۱۷۔

دن کے روزے کی طرح ہے، صحیح بات یہی ہے۔ احادیث مبارکہ میں یہ ہے کہ رمضان کی قضاء نہ کر سکے تو وارث اس کے بدلے میں فدیہ دے، نماز کے بارے میں نہیں ہے کہ نماز کی قضاء نہ کر سکا تو اس کے بدلے میں فدیہ دے لیکن مشائخ نے روزے پر قیاس کر کے یہ فرمایا کہ نماز چھوٹ جائے تو ہر نماز کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلائے جس طرح ایک دن کا روزہ چھوٹ جائے تو ایک مسکین کو کھانا کھلانا پڑتا ہے، صحیح یہی ہے، بعض حضرات نے فرمایا کہ پورے دن کے پانچ نماز کے بدلے میں ایک مسکین کو کھلائے لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ روایت میں ہے کہ نماز نہ پڑھے بلکہ اس کے بدلے میں فدیہ دے دے:۔

"عن ابن عمر قال: لا يصلين أحد عن أحد و لا يصومن أحد عن أحد و لكن ان كنت فاعلا تصدقت أو اهديت۔①

اس اثر میں ہے کہ میت کی نماز کے بدلے میں نماز نہ پڑھے بلکہ اس کے بدلے میں فدیہ دے۔ احناف کے نزدیک یہ ہے کہ ولی میت کی جانب سے نہ نماز پڑھ سکتا ہے اور نہ روزہ رکھ سکتا ہے البتہ اس کا فدیہ دے سکتا ہے، روایت ہے کہ ان ابن عمر كان اذا سئل عن الرجل يموت و عليه صوم من رمضان أو نذر يقول: لا يصوم احد عن احد، و لكن تصدقوا عنه من ماله للصوم لكل يوم مسكينا۔②

اس روایت میں ہے کہ کوئی کسی کا روزہ نہ رکھے بلکہ اس کی جانب سے فدیہ دے۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ!

"عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

① مصنف عبد الرزاق، باب الصدقة عن الميت، ج تاسع، ص۸، نمبر ۱۶۲۵۷۔
② سنن بیہقی، باب من قال اذا فرط فی القضاء بعد الامکان حتی مات الخ، ج رابع، ص ۴۲۴، نمبر ۸۲۱۵۔

وَسَلَّمَ:" مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صِيَامُ شَهْرٍ فَلْيُطْعَمْ عَنْهُ مَكَانَ كُلِّ يَوْمٍ مِسْكِينٌ."①

ترجمہ: "حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر کوئی فوت ہو جائے اور اس پر ایک مہینے کے روزے باقی ہوں، تو اس کے ہر روزے کے بدلے میں ایک مسکین کو کھانا کھلایا جائے۔"

اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ:

"عن ابن عباس، قال: لايصلى أحد عن أحد، و لايصوم أحد عن أحد و لكن يطعم عنه مكان كل يوم مدًّا من حنطة."②

ترجمہ: "حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایک شخص کسی دوسرے شخص کی طرف سے نماز پڑھ سکتا ہے، نہ روزہ رکھ سکتا ہے، لیکن دوسرے کی طرف سے ہر دن کے بدلہ گندم کا ایک مد بطورِ فدیہ کھانا کھلا سکتا ہے۔"

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب صحیح بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس روایت کو بھی نقل فرمایا ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں:۔

"عن عائشة رضى الله عنها: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال: من مات وعليه صيام صام عنه وليه۔③

---

① سنن ابن ماجہ، کتاب الصیام، حدیث:۱۷۵۷۔

② السنن الکبری للنسائی، باب صوم الحي عن الميت و ذكر اختلاف الناقلين للخبر، في ذلك، الرقم: ۲۹۳۰، ۳:۲۵۷، ط: الأولى، ۱۴۲۱ھ۔

③ صحيح البخاری، کتاب الصوم، باب من مات وعليه صوم، الرقم: ۱۹۵۲، ۳:۳۵۔ دار طوق النجاة، ط: الاولى، ۱۴۲۲ھ۔

ترجمہ: "جو شخص فوت ہو، اور اس پر واجب روزے باقی ہوں، تو اس کا ولی اس کی جانب سے روزے رکھ سکتا ہے۔"

ائمہ احناف کے نزدیک اس حدیث پر عمل کی صورت:۔

اس حدیث مبارک کے مطلب میں ائمہ فقہاء کی مختلف آراء ہیں، ائمہ حنفیہ کے نزدیک اس پر عمل کی صورت یہ ہے کہ اگر کوئی شخص فوت ہو جائے، اور اس پر واجب روزے رہتے ہوں (یعنی کفارہ کے روزے، نذر کے روزے، یا قضا کے روزے ہوں) اور اس نے اس کی وصیت بھی کی ہو، تو اس کے ولی کو چاہیے کہ اس کے مال سے ان روزوں کا فدیہ دے دے، اور فدیہ گندم کا نصف صاع، اور جو، کھجور، اور کشمش وغیرہ کا ایک صاع ہو گا۔①

اس مطلب کی تائید کئی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی روایت سے بھی ہوتی ہے، جن میں حضرت ابن عباس اور عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایات سر فہرست ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ایک اور روایت:۔

"ما أخرجه الطحاوى عن عمرة ابنة عبد الرحمٰن قالت: سألت عائشة رضى الله عنها، فقلت لها: إن أمى توفيت وعليها رمضان، أيصلح أن أقضى عنها؟ فقالت:"لا، ولكن تصدقى عنها مكان كل يوم على مسكين، خير من صيامك عنها۔②

ترجمہ: "امام طحاوی عمرۃ بن عبد الرحمٰن کی روایت نقل کرتے

---

① عمدۃ القاری، باب من مات وعليه صوم، ۱۱:۵۹، دار إحياء التراث العربی۔

② شرح مشكل الآثار للطحاوى، باب بيان مشكل ما روي عن رسول الله ﷺ فى الواجب فيمن مات وعليه صيام هل هو الصيام أو الإطعام عنه، الرقم: ۲۳۹۷، ۶:۱۷۸، مؤسسة الرسالة، ط: الأولى، ۱۴۱۵ھ

ہیں کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دریافت کیا کہ میری والدہ فوت ہو گئی ہیں، اور ان پر رمضان کے قضاء روزے ہیں، کیا یہ مناسب ہو گا کہ میں ان کی طرف سے روزے رکھوں؟ آپ نے فرمایا کہ نہیں! لیکن آپ ان کی طرف سے ہر دن کے بدلے ایک مسکین پر صدقہ کریں، یہ آپ کے روزہ رکھنے سے بہتر ہے۔"

نوٹ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اوپر مذکورہ روایت کی راویہ ہیں، اور اس روایت میں گویا اس پر عمل کرنے کی صورت، اور اس کی تفسیر بیان فرمارہی ہیں، اور اہل علم کے ہاں راوی کی تفسیر زیادہ معتبر اور قابل ترجیح ہوتی ہے۔

اور جمہور علمائے کرام فرماتے ہیں کہ عبادات بدنیہ میں نیابت جاری نہیں ہوتی، لہٰذا ایک شخص کا دوسرے کی طرف سے روزے رکھنا جائز نہیں ہے۔

احادیث مبارکہ اور فقہاء کرام کے تصریحات آپ نے ملاحظہ کیے کہ نماز کے لیے بھی فدیہ جائز قرار دیتے ہیں یعنی ہر قضا نماز جو کسی کے ذمہ رہ گئی ہو اس کا فدیہ فطرانہ کے اندازے پر ایک مسکین کو دینا کافی ہو سکتا ہے۔

(نوٹ) فدیہ دینا زندگی میں نماز کے لیے جائز نہیں۔ بخلاف روزہ کے کہ زندگی میں شیخ فانی سے فدیہ دینا جائز ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

وفی القنية ولا فدية فی الصلوة حالة الحياة بخلاف الصوم۔الخ

اقول و وجه ذلك ان النص انما ورد فی الشيخ الفانی انه يفطر ويفدی فی حياته الخ۔ومقتضاه ان غير الشيخ الفانی ليس له ان يفدی عن صومه فی حياته لعدم النص ومثله الصلاة ولعل وجهه انه مطالب بالقضاء اذا قدر ولا فدية عليه الابتحقق العجز منه بالموت فيوصی بها

بخلاف الشيخ الفانی فانه تحقق عجزه قبل الموت عن اداء الصوم وقضاء فيفدی فی حياته ولا يتحقق عجزه عن الصلاة لان يصلی بما قدر ولو مؤميا برأسه فإن عجز عن ذلك سقطت عنه إذا كثرت بأن صارت ستا فاكثر ولا يلازمه قضاءها إذا قدر[1]

قنیہ میں لکھا ہے کہ نماز کے لیے فدیہ دینا کسی کی زندگی میں جائز نہیں بخلاف روزہ کے۔

علامہ ابن عابدین رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ نص شیخ فانی کے بارے میں وارد ہوا ہے کہ وہ افطار کرے اور فدیہ زندگی میں دیدے اس کا مقتضاء یہ ہے کہ شیخ فانی کے سواء زندگی میں روزہ کے لیے فدیہ دینا جائز نہیں لعدم النص اور اُس کے مانند نماز ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے شاید کہ اس پر قضاء واجب ہے جب قادر ہو جائے اور فدیہ اُس پر واجب نہیں جب کہ اس کا عجز متحقق نہ ہو مرنے پر کہ اس کے لیے وصیت کریں بخلاف شیخ فانی کے کہ اُس کا عجز قبل از موت ثابت ہو چکا ہے۔ کیونکہ شیخ فانی روزہ کے ادا سے عاجز ہے اور قضاء سے بھی۔ تو وہ زندگی میں روزے کے لیے فدیہ دے اور شیخ فانی کا عجز نماز سے متحقق نہیں۔ کیونکہ وہ نماز ادا کرے جس طریقے سے وہ قادر ہو، اگرچہ سر کے اشارے سے ہی ہو۔ اگر سر کے اشارے سے عاجز ہو جائے تو اس سے نماز ادا کرنا ساقط ہو جاتا ہے، جب کہ حد کثرت تک پہنچ جائے یعنی کہ چھ نمازیں یا زیادہ ہو جائیں اور اُس پر قضا لازم نہیں ہے ان نمازوں کی جب کہ قادر ہو جائے۔

نوٹ۔ میت کے مال سے اوّلاً تجہیز و تکفین کا انتظام ہو گا باقی ماندہ مال میں سے پہلے اُس کا قرض ادا ہو گا۔ پھر اگر بچ جائے تو اس میں وارثوں کا حق ہے، مال کے تہائی حصے میں وصیت

① مجموعہ رسائل ابن عابدین صفحہ نمبر ۲۱۸ جلد اول۔

جاری ہو گی۔

اصل مسئلہ تو یہ ہے کہ انسان کو چاہیے کہ نماز روزہ وغیرہ بلا عذر نہ چھوڑے، اگر کسی سے کسی عذر کی وجہ سے قضا بھی ہو جائے تو مناسب ہے کہ اولاً تو ان کی قضا اس دنیا میں اپنی زندگی میں خود ادا کرے تاکہ اس کے ذمہ سے فارغ ہو جائے، یہ بہتر بلکہ زیادہ ضروری امر ہے اگر اسے وقت برائے ادائیگی ملا تھا لیکن ادا نہیں کیا تو مرتے وقت اس پر اس کے متعلق یہ وصیت لازم ہے کہ میرے مال میں سے اتنی مقدار میں فدیہ دے دیا جائے جتنی کہ متروکات ہوں۔

اگر اس نے بلا عذر نماز و روزہ ادا نہ کیا ہو اور اتنا وقت بھی اُسے نہ ملا ہو کہ ان (فرائض) کے قضا کی ادائیگی کریں۔ تو اس پر وصیت کرنا لازم ہے۔ ”بجمیع مافاتہ“ تاکہ ورثاء اس کا فدیہ دیں اس کی قبولی کی امید ہے اگرچہ اس سے تقصیر ہو چکی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

مجموعۂ رسائل ابن عابدین میں لکھا ہے۔

والقياس ان لا يجوز الفداء عن الصلاة واليه ذهب البلخى وفيه اشارة إلى أنه لو فرط فى اداءها باطاعة النفس وخداع الشيطان ثم ندم فى آخره عمره واوصىٰ بالفداء لم يجزئ لكن فى المستصفى دلالة على الاجزاء وإلى أنه لو لم يوص بفدائهما وتبرع وارثه جاز ولا خلاف انه أمر مستحسن يصل اليه ثوابه وينبغى ان يفدى قبل الدفن وان جاز بعده كما فى القهستانى۔[1]

ترجمہ: ”قیاس یہ ہے کہ نماز سے فدیہ دینا جائز نہ ہو جائے اور اس کو بلخی نے زباب میں ذکر کیا ہے۔ اس میں اس امر کا اشارہ ہے کہ اگر اس سے نفس کی اطاعت اور شیطان کی دھوکہ سے

① مجموعۂ رسائل ابن عابدین صفحہ نمبر ۲۱۹، ج:۱۔ مطبع ندارد

نماز ادا کرنے میں نقصان ہو چکا ہو یعنی نماز ادا نہ کیا ہو، پھر آخر عمر (مرض الموت)، میں نادم و پشیمان ہو کر فدیہ دینے کے لیے وصیت کیا۔ تو کافی نہیں۔ لیکن کتاب مستصفیٰ میں کافی ہونے پر دلالت ہے۔ اور اس طرف بھی اشارہ ہے کہ اگر فدیہ دینے کے لیے وصیت نہ کیا ہو لیکن وارث نے تبرع کیا تو جائز ہے، اور اس میں کسی کا خلاف نہیں کہ یہ امر سیہ یعنی نیک کام جسکا ثواب میت کو پہنچتا ہے یعنی یہ بلا خلاف امر مستحسن یعنی نیک کام ہے جس کا ثواب میت کو پہنچتا ہے اور مناسب ہے کہ فدیہ دفن ہونے سے قبل دیا جائے اگرچہ بعد از دفن بھی جائز ہے۔“

اگر مرحوم نے اپنی قضا نمازوں اور روزوں کے فدیہ ادا کرنے کی وصیت کی تھی، تو اس صورت میں اس کے ترکے کے ایک تہائی حصہ سے فدیہ کی رقم نکالی جائے گی، اگر تمام قضا نمازوں اور روزوں کا فدیہ ایک تہائی ترکے میں سے ادا ہو جائے تو بہتر، اگر مکمل ادا نہ ہو تو بقیہ نمازوں اور روزوں کا فدیہ ورثہ کے ذمے لازم نہیں ہو گا، تاہم اگر وہ بطورِ تبرع مرحوم کی بقیہ فوت شدہ نماز و روزوں کی طرف سے فدیہ دینا چاہیں تو یہ ان کی طرف سے احسان ہو گا۔

اور اگر مرحوم نے فدیہ کی وصیت نہیں کی تو شرعاً ورثاء پر ان کی نماز اور روزہ کا فدیہ ادا کرنا لازم نہیں، البتہ اگر ورثاء از خود باہمی رضامندی سے یا آپ اپنی جانب سے ان کی نماز، روزوں کا فدیہ ادا کر دیں تو امید ہے کہ مرحوم آخرت کی باز پرس سے بچ جائے گا۔

اب فدیہ کتنا ہے؟

ایک روزے کا فدیہ ایک صدقہ فطر کے برابر ہے، اور ایک نماز کا فدیہ بھی ایک صدقہ فطر کے برابر ہے، اور روزانہ وتر کے ساتھ چھ نمازیں ہیں تو ایک دن کی نمازوں کے فدیئے بھی چھ ہوئے، اور ایک صدقہ فطر تقریباً پونے دو کلو گندم یا اس کا آٹا یا اس کی

موجودہ قیمت ہے۔

اور اگر تعداد معلوم ہو یا نہ ہو تو؟

اگر مرحوم کے ذمہ نمازوں اور روزوں کی تعداد معلوم ہے تو ورثاء اسی کے بقدر فدیہ دے دیں، اور اگر تعداد معلوم نہیں ہے تو اندازہ لگا کر ادا کر سکتے ہیں۔

فدیہ کس کو دیا جائے؟

فدیہ اس شخص کو دیا جا سکتا ہے جس کو زکوٰۃ دینا جائز ہے، یعنی مسلمان فقیر جو سید اور ہاشمی نہ ہو اور صاحبِ نصاب بھی نہ ہو، لہٰذا اگر ورثاء مرحوم کی نمازوں اور روزوں کا فدیہ ادا کرنا چاہیں تو مذکورہ طریقے پر ادا کر سکتے ہیں۔ صاحبِ نصاب نہ ہونے سے مراد وہ شخص ہے جس کے پاس اس کی ضرورت واستعمال سے زائد کسی بھی قسم کا اتنا مال یا سامان موجود نہ ہو جس کی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی کی مالیت تک پہنچتی ہو۔

وارث پر فدیہ واجب ہونے کی شرائط:۔

ہمارے نزدیک وارث پر فدیہ واجب ہونے کے دو شرائط ہیں ایک یہ کہ میت مالدار ہو، دوسری یہ کہ میت نے وصیت بھی کی ہو۔ ان دو شرائط کی موجودگی میں والیٔ میت پر واجب ہے کہ اس کے تیسرے حصے سے فدیہ دیدے۔ اگر یہ دونوں شرطیں نہ ہو تو ولی پر لزوم نہیں ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:۔

> "از تحقیق بالا بخوبی معلوم شد که برائے وجوب فدیه بروارث در مذہب ما دو شرط است یکی مالدار بودن میت، دوم وصیت کردن میت بران پس در صورت موجود بودن ر دو شروط بر ولی میت واجب است ادائی کفاره وی تا ثلث مال وی و نزد عدم آن لزومش نیست۔①

① سیف المقلدین حصہ دوم صفحہ نمبر ۴۵۵۔

یعنی ہمارے مذہب میں فدیہ واجب ہونے کے دو شرط ہیں جو ماسَبَق مذکور ہیں ان دونوں میں اگر ایک نہ ہو تو وارث پر لزوم نہیں ہے۔ اگر تبرع کیا تو جائز ہے لیکن شرط در تبرع یہ ہے کہ ورثاء اہل تبرع سے ہو یعنی ورثاء میں چھوٹے وارث نہ ہوں یعنی تمام کے تمام بالغ ہوں۔

آجکل اکثر لوگ نماز کی ادائیگی کا اہتمام نہیں کرتے، اور اگر نماز ادا نہ کیا ہو تو نہ ان کی قضا کا خیال رکھتے ہیں اور نہ ہی مرتے وقت وصیت کرتے ہیں حالانکہ وصیت کرنا واجب ہے کہ ہم سے جو نمازیں رہ گئی ہیں ان کی مقدار فدیہ دے دیں اور نہ ہی اُن بے انصافوں کو اتنا علم ہوتا ہے۔ کہ ہم سے اتنی تعداد میں نماز یا روزے قضا ہو چکے ہیں۔ لہٰذا ان لوگوں کے ذمہ "جمیع ماوجب" باقی رہتی ہے یعنی ان تمام میں اکثر لوگوں سے، کمی کوتاہی سستی تقصیرات ہوتے ہیں جو کہ منصف اور بصیر آدمی سے مخفی نہیں "الا بعض ماشاءاللہ" کہ انہوں نے ادا کیے ہوں لیکن ان میں بھی احتمال نقصان متصور ہوتا ہے۔ بترک رکن او واجب او شرط یعنی اُن میں سے اکثر یہ معلومات نہیں رکھتے اگر معلومات ہو بھی تو اکثر بے پرواہی سے رہ جاتے ہیں۔ لہٰذا ان کا فدیہ دینے میں کافی مال لگتا ہے۔ جب کہ وارثوں پر از روئے شریعت اتنی مقدار میں فدیہ لازم بھی نہیں ہے، کیونکہ میت نے وصیت نہیں کی ہے۔ اور نہ ہی حقیقتاً کوئی اتنی مقدار میں فدیہ دیتے ہیں۔ کیونکہ کارِ خیر میں نفوس کو زیادہ بخل و شح لگتی ہیں۔ بلکہ یہ ایک فطرتی بات ہے کہ نیک کاموں میں مال خرچ کرنا ایک بھاری بوجھ معلوم ہوتا ہے۔ اور نہ ہی لوگ خرچ کرتے ہیں۔ حالانکہ فضول کام ولہویات میں مال خرچ کرنے کی کوئی پرواہ نہیں کرتے کہ کتنا خرچ ہو گیا۔ یعنی اگر سینکڑوں ہزاروں روپے بھی خرچ کرے تو طبیعت ذرا بھر خراب نہیں ہوتی۔ یعنی خیر کے کاموں میں مال خرچ کرنے کا لوگ زیادہ شغل نہیں رکھتے۔ لہٰذا اتنی زیادہ مقدار میں نہ کوئی فدیہ دیتے ہیں اور نہ ہی از روئے شریعت لازم ہے ولی میت پر۔ کیونکہ میت نے وصیت نہیں کی ہے۔ اور مافاتہ میت کے ذمہ پر لازم پڑا ہے۔ اور ولی میت کچھ قلیل مقدار پر تبرع کرتا ہے۔ بحسب توفیق جتنی رقم ہو، تو ان کے لیے علماء کرام نے ایک حیلہ تجویز کیا ہے کیونکہ

قلیل مقدار جمیع مافاتہ کے لیے فدیہ دینے سے کافی نہیں ہوتی تو اس لیے ورثاء کو کچھ تدبیر کرنا ہو گا جیسا کہ ہمارے علاقے صوبہ سرحد و پنجاب کے بعض علاقوں میں اسی طرح بلوچستان و کشمیر میں اسی طریقہ کے مطابق عمل ہوتا ہے۔

اب جب ہمیں یہ معلوم ہوا کہ قضا نمازوں کا فدیہ بھی دے سکتے ہیں تو ہم اب اصل موضوع حیلہ اسقاط کی طرف لوٹتے ہیں سر دست ہم تعریفات حیلہ و اسقاط اور ان کی اقسام تحریر کرتے ہیں۔

تعریفاتِ حیلہ علماء و محدثین اور فقہاء کاملین کے نزدیک

(۱) علامہ جرجانی کے نزدیک:

"الحیلة اسم من الاحتیال وهی التی تحول المرء عما یکرهه الی ما یحبه وجمعه حیل۔[1]

ترجمہ: "کہ حیلہ وہ ہے جو بندے کو اس کی ناپسند چیزوں سے پسندیدہ (محبوب) چیزوں کی طرف لے آتا ہے۔"

(۲) صاحبِ لسان العرب کے نزدیک:

"الحیلة :۔ الحذق وجودة النظر والقدرة علی دقة التصرف

① دکتور محمود عبدالرحمن عبدالمنعم :معجم المصطلحات والالفاظ الفقهیة باب الحاء، ج۱، ص:۶۰۸، دار الفضیلة القاهرة، مصر، للنشر والتوزیع والتصدیر، الجرجانی، الشریف، علی بن محمد، التعریفات، باب الحاء، ص:۹۴، دار الکتب العلمیه، بیروت لبنان الطبعة الاولی: ۱۹۸۳م، السید محمدعمیم الاحسان، التعریفات الفقهیه، باب الحاء، ص:۸۳، دار الکتب العلمیه بیروت لبنان، الطبعة الاولی، ۲۰۰۳م۔

(فی الامور)[1]

ترجمہ: "حیلہ مہارت، نظر میں عمدگی اور (امور میں) طرز عمل کی باریکی پر قدرت رکھنے کو کہتے ہیں۔

(۳) صاحبِ قاموس المصباح المنیر کے نزدیک:

(۳) اور صاحب قاموس المصباح المنیر حیلہ کی تعریف کرتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

"الحذق فی تدبیر الامور وهو تقلیب الفکر حتی یهتدی الی المقصود۔[2]

ترجمہ: "حیلہ امور کے تدبیر دینے میں مہارت کو کہتے ہیں اور وہ فکر کو ایسی حالت میں بدلنا ہے کہ وہ مقصود تک راستہ پائے۔"

(۴) علامہ راغب اصفہانی کے نزدیک:

حضرت علامہ راغب اصفہانی صاحب بھی حیلہ کی تعریف کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ:۔

"والحیلة والحولة: مایتوصل به الی حالة فِیهِ خفیة واکثر استعمالها فیما فی تعاطیه خبث وقد تستعمل فیما فیه

① أبی الفضل جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور المصری:لسان العرب، باب اللام، ج: ۱۱، ص :۱۸۵، دارصادر، بیروت لطباعة والنشر :۱۳۸۸ھ، ۱۹۶۸م۔ سعدی ابو جیب : القاموس الفقهی لغة واصطلاحا، باب الحاء، ص : ۱۰۶، دار الفکر، دمشق، سوریا، الطبعة الاولی، ۱۹۸۸م۔

② احمد بن محمد بن علی المقری الفیومی :قاموس المصباح المنیر، باب الحاء، ص: ۸۸، دار الفکر للطباعة، والنشر والتوزیع، بیروت لبنان، الطبعة الاولی : ۲۰۰۵ م۔ الموسوعة الفقهیة، مادة (احتیال)ص: ۱۰۱، وزا رة الأوقاف والشؤون الاسلامیة، الکویت، الطبعة الثانیة ۱۹۸۵م۔
محمد عمیم الاحسان المجددی، التعریفات الفقهیة، باب الحاء، ص: ۸۳، دار الکتب العلمیة، بیروت لبنان، الطبعة الاولی : ۲۰۰۳ م۔

حکم۔[1]

ترجمہ: ”حیلہ اور حولہ سے مراد وہ وسیلہ ہے جس کے ذریعے خفیہ چیز تک رسائی حاصل کی جائے۔ اور ان کا اکثر استعمال کسی خبیث چیز کے حاصل کرنے میں ہوتا ہے۔ اور کبھی کبھی اسے حکمت کے معنی میں بھی استعمال کیا جاتا ہے۔“

(۵) علامہ ابن حجر عسقلانی کے نزدیک:

علامہ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری میں حیلہ کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

”ھی ما یتوصل بہ الی مقصود بطریق خفی۔[2]

ترجمہ: ”کہ اس کے ذریعے خفیہ طریقے سے مقصود تک پہنچا جاسکے۔“

(۶) علامہ نسفی کے نزدیک:

اور علامہ نسفی حیلہ کی تعریف کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:۔

”الحیل جمع حیلة واصلھا الواو وھو مایتلطف بھا لدفع المکروہ او لجلب المحبوب۔[3]

ترجمہ: ”حیل حیلہ کی جمع ہے اور یہ اصل میں اجوف واوی ہے اور (اصطلاح میں) اس سے مراد وہ چیز ہے جس کے ذریعے لطف اندوز ہوا جائے کسی ناپسندیدہ چیز کو دفع کرنے کے ساتھ یا کسی پسندیدہ چیز کو حاصل کرنے کے ساتھ۔“

---

① الراغب الاصفہانی، مفردات الفاظ القرآن، باب الحاء، ص:۲۶۷، دار القلم دمشق:۱۹۹۶ م۔

② ابن حجر، احمد بن علی العسقلانی: فتح الباری شرح بخاری، باب الحیل، ج:۲۶ ص:۱۶۷، مکتبہ الکلیات الازھریہ، الازھر مصر، ۱۹۷۸ م۔ سہارنپوری، احمد علی، حاشیہ صحیح بخاری، باب الحیل، ج:۲۔ ص:۱۰۲۳، قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی۔

③ النسفی، شیخ نجم الدین ابی حفص عمر بن محمد الحنفی المتوفی:۵۷۳ھ، طلبة الطلبة فی اصطلاحات الفقہ، کتاب الحیل، ص:۳۱۱۔ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان، الطبعة الاولی:۱۹۹۷ م۔

(۷) وحید الزمان قاسمی کے نزدیک:

وحید الزمان قاسمی کیرانوی حیلہ کی تعریف کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:۔

”حیلہ سے مراد ایسا ماہرانہ طریقہ جو ظاہر سے ہٹ کر مقصد تک پہنچنے کی حکمت عملی پر مبنی ہو۔“[1]

(۸) علامہ ابن حجر اور سعدی ابوجیب کے نزدیک تعریف واقسام حیلہ:۔

”فان توصل بھا بطریق مباح الی ابطال حق او اثبات باطل فھی حرام او الی اثبات حق او دفع باطل فھی واجبة او مستحبة وان توصل بھا بطریق مباح الی سلامة من وقوع فی مکروہ فھی مستحبة مباحة او الی ترک مندوب فھی مکروھة۔[2]

(۱) حرام: ”اگر باطل کے اثبات یا حق کے ابطال تک بطریق مباح پہنچنا مقصود ہو تو یہ حرام ہے۔

(۲) واجب یا مستحب: ”اثبات حق اور دفع باطل کے لیے ہو تو یہ حیلہ واجب یا مستحب ہے۔“

(۳) مستحب یا مباح: ”اگر وہ مکروہ میں واقع ہونے سے سلامتی کی طرف لے جائے تو یہ مستحب یا مباح ہے۔

(۴) مکروہ: ”اگر ترک استحباب مقصود ہو تو ایسا حیلہ مکروہ ہے۔“

---

① وحید الزمان، قاسمی، کیرانوی، القاموس الوحید، ص:۳۹۴۔ ادارہ اسلامیات لاہور، کراچی۔

② بن حجر عسقلانی، احمد بن علی الامام، فتح الباری شرح صحیح بخاری، باب الحیل، ج:۲۶۔ ص:۱۶۷۔ مکتبہ الکلیات الازھریہ، الازھر مصر، ۱۹۷۸ م۔

سعدی ابوجیب، القاموس الفقھی لغة واصطلاحا، باب الحاء، ص:۱۰۶۔ دار الفکر، دمشق سوریا الطبعة الاولی، ۱۹۹۸ م۔

(۹)شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے نزدیک:۔

شاہ صاحب حیلہ کے بارے میں لکھتے ہیں:۔

"حیل مطلقاً مکروہ نیست وانکار راست نمی آیدزیراکہ درمسائل بسیار دراحادیث مشہورہ عمل بالحیل آمدہ۔[۱]

"ہر حیلہ مطلقاً مکروہ نہیں اور اس کا انکار نہیں آیا۔ کیونکہ بہت سے مسائل اور احادیث مشہورہ میں حیلہ پر عمل کرنا آیا ہے۔

(۱۰)شمس الائمہ امام سرخسی کے نزدیک:۔

"ان ما یتخلص به الرجل من الحرام او یتوصل به الی الحلال فهو حسن۔[۲]

ترجمہ:"وہ حیلہ جس سے آدمی حرام سے خلاصی اور حلال تک رسائی حاصل کرلے وہ حسن ہے۔"

(۱۱)فقیہہ ابولیث سمرقندی کے نزدیک:۔

"ان اراد بالحیلة هربا من الحرام فلا بأس به وأن اراد به ابطال حق انسان فلاسعیه ذلك۔[۳]

ترجمہ:"یعنی اگر حیلے سے مراد حرام سے دور بھاگنا مقصود ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں (جائز ہے) اور اگر کسی انسان کے حق

---

۱ الشاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، فتاویٰ عزیزی، الجزء الاول، ص:۱۲۱۔ المطبعۃ، رحمن گل پبلشرز، پشاور،(سن طباعت ندارد)۔

۲ سرخسی، ابی بکر محمد بن احمد بن ابی سھل الحنفی، متوفی (۴۹۰ھ) مبسوط کتاب الحیل، ج:۲۹، ۳۰، ص:۲۳۰، دار الکتب العلمیہ بیروت، لبنان الطبعۃ الاولی:۲۰۰۱م۔

۳ سمرقندی، ابولیث، شیخ نصر بن محمد بن ابراھیم، المتوفی ۳۷۵ھ، عیون المسائل، باب الحیل، ص:۲۰۵، المطبعۃ مکتبہ مکۃ المکرمہ نزد مسجد نور کانسی روڈ کوئٹہ، الطبعۃ الاولی:۱۹۹۹ھ۔

کے باطل کرنے کے لیے ہو تو اسی طرح کوشش نہ کرے۔"

(۱۲)علماء ہند کے نزدیک:۔

"کل حیلة یحتال بها الرجل لیتخلص بها عن حرام اولیتوصل بها الی حلال فهی حسنة والاصل فی جواز هذا النوع من الحیل قول الله تعالی:خذ بیدك ضغثا فاضرب به ولا تحنث۔[۱]

ترجمہ:"یعنی ہر وہ حیلہ جسے آدمی اس غرض سے کرتا ہے کہ حرام سے خلاصی پاسکے۔ یا اس کے وسیلہ سے حلال تک پہنچ جائے۔ یعنی حلت حاصل ہو تو یہ حسن ہے (رواہے) اور اس قسم کے حیلے کے جواز کے لیے اصل (اوپر مذکورہ) آیت ہے۔"

(۱۳)صاحب محیط کا قول:۔

امام ابن حجر عسقلانی صاحب محیط کا قول ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"قال صاحب المحیط، اصل الحیل قوله تعالی:خذ بیدك ضغثا الایة وضابطها ان کانت للفرار من الحرام والتباعد من الاثم فحسن وان کانت لابطال حق مسلم فلا بل هی اثم وعدوان۔[۲]

ترجمہ:"صاحب محیط نے فرمایا کہ حیلہ میں اصل اللہ ربّ العزت کا یہ فرمان ہے (اوپر مذکورہ آیت) اور اس کا ضابطہ یہ ہے کہ اگر حیلہ حرام سے فرار ہونے کے لیے یا گناہوں سے

---

۱ عالمگیری الموسوم بفتاویٰ ھندیہ، ج:۷، ص:۳۹۰۔ المکتبہ ماجدیہ کوئٹہ۔

۲ ابن حجر، احمد بن علی العسقلانی، فتح الباری، شرح صحیح بخاری، باب الحیل، ج:۲۶، ص:۱۶۷۔ مکتبہ الکلیات الازھریہ، الازھر، مصر سن طباعت،۱۹۷۸م۔

بچنے کے لیے ہو تو حسن (روا) ہے۔ اور اگر کسی مسلمان کے حق کے باطل ہونے کے لیے ہو تو وہ حیلہ نہیں بلکہ گناہ و ظلم ہے۔"

(۱۴) علامہ وحید الزمان کے نزدیک:۔

علامہ وحید الزمان صاحب بخاری شریف کی شرح تیسیر البخاری میں حیلہ کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"حیلہ کہتے ہیں ایک پوشیدہ تدبیر سے اپنا مقصود حاصل کر لینے کو۔ اگر حیلہ کر کے حق کا ابطال یا باطل کا اثبات کیا جائے تب تو یہ حیلہ حرام ہو گا اور اگر حق کا اثبات اور باطل کا ابطال کیا جائے تو وہ واجب یا مستحب ہو گا اور اگر کسی آفت سے بچنے کے لیے کیا جائے تو مباح ہو گا۔ اگر ترک مستحب کے لیے کیا جائے تو مکروہ ہو گا۔"

چند سطور کے بعد قول محقق پیش کرتا ہے اور بحث کا نتیجہ ورزلٹ نکالتے ہوئے لکھتا ہے:۔

"مترجم کہتا ہے کہ قول محقق اس باب میں یہ ہے کہ ضرورت شرعی سے یا کسی مسلمان کی جان اور عزت بچانے کے لیے حیلہ کرنا درست ہے لیکن جہاں یہ بات نہ ہو بلکہ صرف اپنا فائدہ کرنا مقصود ہو اور دوسرے مسلمان بھائی کا اس سے نقصان ہوتا ہو تو ایسا حیلہ کرنا حرام اور ناجائز ہے۔"①

(۱۵) نواب صدیق حسن بھوپالی:۔

نواب صدیق حسن بھوپالی مفتیان عظام کے حوالے سے اپنی کتاب ذخر المحتی

① وحید الزمان، علامہ، تیسیر البخاری، شرح بخاری، کتاب الحیل، ج:۶، ص:۴۱۵، مطبوعہ نعمانی کتب خانہ حق سٹریٹ اردو بازار لاہور اشاعت جون ۱۹۹۰ء۔

من آداب المفتی میں لکھتے ہیں کہ:۔

فإن حَسُنَ قصده فی حیلة جائزة لا شبهة فیها ولا مفسدة لتخلیص المستفتی بها من حرج جاز ذلك، بل اسْتُحِب، وقد أرشد الله تعالی نَبِیَّه أیوب علیه السلام إلی التخلص من الحِنْثِ بأن یأخذ بیده ضغثاً فیضرب به المرأة ضربة واحدة. وأرشد النبی ﷺ بلالاً إلی بیع التمر بدراهم ثم یشتری بالدراهم تمراً آخر، فیتخلص من الرِبا، فأَحْسَنُ المخارج ما خلص من المآثم، وأقبح الحیل ما أوقع فی المحارم، وأسقط ما أوجبه الله ورسوله من الحق اللازم، وقد ذکر الحافظ ابن القیم رحمه الله فی الإعلام من النوعین ما لعلك لا تظفر بجملته فی غیر ذلك الکتاب، والله الموفق للصواب۔①

ترجمہ: "اگر اس (مفتی) کا قصد (ارادہ) کسی مباح حیلہ میں ہو جس میں کوئی شبہ یا فاسد حیلہ نہ ہو تا کہ (اس حیلہ کے ذریعے سے) فتویٰ مانگنے والے کو شرمندگی، حرج سے بچایا جا سکے۔ یہ (یہ حیلہ) جائز ہے بلکہ مستحب ہے اور یہ طریقہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ایوب علیہ السلام کو بتایا ہے کہ قسم سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے وہ تیلیوں والا ایک جھاڑو لے کر اپنی زوجہ کو ایک ہی بار ضرب لگا دیں، (اور) رسول اللہ ﷺ نے بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ کھجوروں کو درہم کے بدلے بیچیں،

① صدیق حسن خان، ذخر المحتی من آداب المفتی، صفحہ نمبر ۱۱۷، ۱۱۸، طبع دار ابن حزم الطبعة الأولی۔

پھر (ان) دراہم سے دوسری کھجوریں خریدیں، تاکہ اس طرح وہ سود سے چھٹکارا حاصل کر سکے۔ پس یہ بہترین طریقہ وحیلہ ہے کہ وہ گناہوں سے آزاد ہو، اور سب سے بدترین حیلہ وہ ہے جس کی وجہ سے وہ (بندہ) حرام میں مبتلا ہو جائے، اور ساقط کر دیا ہے ان حقوق کو جو اللہ اور اس کے رسول نے لازم کیے تھے، حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے دو قسموں میں اس کا ذکر کیا ہے، جو آپ کو کسی اور کتاب میں پوری طرح سے نہیں مل سکتی ہیں۔

اس میں بھوپالی نے خود اور اپنے شیخ الشیوخ سے حیلہ کے نہ صرف جواز کی تصریح بلکہ استحباب کا اقرار کیا ہے۔

(۱۶) صاحب تفسیر روح المعانی اور محشی بیضاوی کے نزدیک:۔

”جوزها اكثرهم مالم يكن فيها ابطال حق اواحقاق باطل۔“ [1]

ترجمہ: ”اکثر نے اس حیلے کے جواز کا فتویٰ دیا ہے جس میں ابطال حق یا احقاق باطل نہ ہو۔

(۱۷) صاحب تفسیر کمالین کے نزدیک:۔

علامہ محمد نعیم صاحب استاذ التفسیر دارالعلوم دیوبند حیلہ کی تقسیم جائز و ناجائز ہونے کے اعتبار سے کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

”جس حیلہ سے کوئی شرعی حکم یا حکمت اور غرض دینی فوت

① آلوسی، ابی الفضل شہاب الدین السید محمود البغدادی، المتوفی:۱۲۷۰ھ، روح المعانی، زیر آیت، ولقد علتم الذين اعتدوا منكم فى السبت، ج:۱، ص:۲۸۳، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، الطبعة الرابعة: ۱۹۸۵م۔ کاندھلوی، حبیب الرحمن، حاشیہ تفسیر بیضاوی، سورۃ البقرہ: ص: ۸۵، مطبع حاجی محمد سعید کمپنی کراچی۔

ہوتی ہے تو وہ حرام اور ناجائز ہے۔ اور جہاں کسی مطلوب شرعی کی تحصیل اور کسی معروف کا ذریعہ بنا ہو تو اس کی اجازت ہے۔ [1]

(۱۸) صاحب موسوعہ فقہیہ کے نزدیک:۔

صاحب موسوعہ فقہیہ نے حیلہ کی تعریف کے بعد اس کی اقسام پر بھی مفصل بمعہ امثلہ بحث کی ہے۔ یہاں پر ان عبارات کو بطور دلیل اردو ترجمہ عربی متن کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔ تاکہ قارئین، حیلہ کے جائز و ناجائز میں تمیز کر سکیں۔ فرماتے ہیں:۔

”يختلف حكم الاحتيال باختلاف القصد والنية وباختلاف مآل العمل وذلك على الوجه الآتى۔يكون الاحتيا ل حراما۔ اذا تسبب به المكلف فى اسقاط ماوجب شرعا حتى يصير غير واجب فى الظاهر او فى جعل المحرم حلالا فى الظاهر ذلك۔ ان العمل اذاقصد به ابطال حكم شرعى وتحويله فى الظاهر الى حكم آخر حتى يصير مآل ذلك العمل خرم قواعد الشرعية فى الواقع فهو حرام منهى عنه وذلك كما لو دخل عليه وقت الصلوة فشرب خمرا اودواء منوما حتى يخرج وقتها وهو فاقد لعقله كالمغمى عليه أو كان له مال يقدر به على الحج فوهبه كيلا يجب عليه الحج والدليل على حرمة الاحتيال ”ولقد علمتم الذين اعتدوا منكم فى السبت۔الاية۔

① محمد نعیم، کمالین علی جلالین، زیر آیت ”خذ بيدك ضغثافاضرب به“ ج:۵، ص:۳۹۹، مکتبہ شرکت علمیہ بوہڑ گیٹ ملتان۔

ويكون الاحتيال جائزا۔اذاقصد به اخذ حق أو دفع باطل او التخلص من الحرام، او التوصل الى الحلال سواء أكانت الوسيلة محرمة ام مشروعة الا انها ان كانت محرمة فهو اثم على الوسيلة دون المقصو د وقد يطلب الاحتيال ولا سيما فى الحرب لأنها خدعة والاصل فى الجواز قول الله تعالى: "خذ بيدك ضغثا فاضرب به ولا تحنث۔الاية۔①

ترجمہ: "قصد ونیت کے مختلف ہونے کے ساتھ حیلے کا حکم بھی مختلف ہوتا ہے اور کام کے انجام کے اختلاف کے ساتھ بھی۔ اور یہ آنے والے طریقہ پر کبھی حیلہ حرام ہوتا ہے۔ اور یہ اس وقت ہوتا ہے کہ جب وہ جو اس کے ذمہ شرعاً واجب ہیں اس کو اسقاط کا ذریعہ بنائے یہاں تک کہ وہ ظاہر میں غیر واجب بن جائے یا ظاہر میں اس کے لیے حرام حلال بن جائے۔ اور اسی طرح وہ کام جس سے حکم شرعی کے باطل ہونے کا قصد کیا جائے اور اس کو ظاہر میں کسی اور حکم کی طرف لوٹایا جائے۔ یہاں تک کہ وہ اس عمل کے انجام کی بدولت فی الواقع قواعد شرعیہ کو کاٹ دیں۔ تو وہ حرام ہے اور اس سے روکا گیا ہے جس طرح کہ کسی پر نماز کا وقت داخل ہو جائے اور وہ کوئی شراب یا نیند آور دوائی کھائے۔ یہاں تک کہ اس پر وہ (نماز کا) وقت اس حال میں گزر جائے کہ اس کا عقل ٹھکانے نہ ہو جس طرح

① الموسوعة الفقهية، مادة (احتيال)الجزء الثانى، ص:۲۰۱، ۲۰۲، وزارة الاوقاف والشؤن الاسلامية،الكويت،الطبعة الاولى،۱۹۸۵م۔

کہ بے ہوش ہوتا ہے۔ یا جس کے پاس اتنا مال ہو کہ وہ اس مال کے ساتھ حج پر قادر ہو پس اس نے دوسرے کو ہبہ کیا تاکہ اس پر حج فرض نہ ہو۔ اور ایسے حیلوں کی حرمت پر دلیل "**ولقد علمتم الذين اعتدوا منكم فى السبت**" (الآیۃ) ہے۔

اور کبھی حیلہ جائز ہوتا ہے جب اس سے حق کے لینے یا باطل کے دفع ہونے یا حرام سے خلاصی یا حلال سے ملنے کا قصد کیا جائے۔ خواہ اس تک پہنچنے کا وسیلہ حرام ہو۔ یا مشروع ہو۔ سوائے اس کے کہ اگر اس تک پہنچنے کا وسیلہ حرام ہو تو وہ وسیلہ پر گناہگار تو ہوگا لیکن مقصود پر گناہ نہیں ہوگا۔ اور کبھی حیلہ کو خاص طور پر جنگ میں طلب کیا جاتا ہے کیونکہ یہ دھوکہ ہے اور اس کے جواز میں اصل یہ آیت کریمہ ہے:۔

"وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ۔" الآیۃ۔

(۱۹) دکتورہ نشوۃ العلوانی کے نزدیک اقسام حیلہ:۔

حیلہ کے حکم کے اعتبار سے پانچ قسمیں ہیں۔ دکتورہ نشوۃ العلوانی نے اس بارے میں نہایت زبردست تحقیق کی ہے صرف اردو ترجمہ تحریر کرتے ہیں۔ آپ لکھتی ہیں کہ حیلہ کی پانچ قسمیں ہیں:۔

(۱)واجب (۲)مندوب (۳)مباح (۴)مکروہ (۵)حرام۔

۱: حیلہ واجبہ:۔

وہ حیلہ ہے جو صورت مشروع کے ساتھ ایسے کام کے کرنے کے لیے ہو جس کا حاصل کرنا شرعاً واجب ہے۔ مثلاً ضروری اسباب کو مسببات کے ساتھ ملانا جیسے کھانا پینا اور لباس۔ پس ان اغراض کے حصول کے لیے مشروع طرق اختیار کرنے کو حیلہ واجبہ کہہ سکتے ہیں۔ جسم کو صحیح رکھنے کے لیے اور اس کے اس کام کے کرنے کے لیے حفاظت کرنا جو

اس کی زندگی میں واجب ہے۔ اور اسی طرح ضروری شرعی معاہدے کرنا جیسے کسی حاجت کے وقت خرید و فروخت اور لعنت (زنا) سے بچنے کے لیے شادی کرنا یہ تمام حیلے مشروع طریقے سے مراد کو حاصل کرنے کے لیے ہے۔

۲: حیلہ مندوبہ:۔

یہ وہ ہے جس کا کرنا ترک کرنے سے راجح ہے۔ جیسے مشروع طریقے سے حق لینے کے لیے یا مظلوم کی مدد کرنے کے لیے یا ظالم کو سزا دینے کے لیے حیلہ کرنا خاص طور پر جنگوں میں جہاں پر وہ کام کرنا بھی مباح ہے جو کسی اور جگہ مباح نہیں جیسے دھوکا وفریب جس طرح سید عالم ﷺ سے روایت ہے "الحرب خدعة" (جنگ دھوکہ ہے) یہ اور اس طرح کے دوسرے کام شرعا مندوب ہیں کیونکہ عام وخاص کی اچھائی کے کام ہیں۔

۳: حیلہ مباحہ:۔

یہ وہ کام ہے جس کا کرنا اور نہ کرنا برابر ہے۔ جس طرح وہ آدمی جس کو وقت کی تنگی کی وجہ سے حج کے فوت ہو جانے کا اندیشہ ہو تو حیلہ یہ ہے کہ وہ مطلقاً احرام باندھے اگر اس نے عرفہ (وقوف عرفہ) کو پالیا تو حج کو متعین کرے اور اگر عرفہ کو نہ پایا تو عمرہ کو معین کرے اور فوت ہونے کی وجہ سے اس پر حج کی قضاء واجب نہیں ہے۔

۴: حیلہ مکروہ:۔

یہ وہ کام ہے جس کا نہ کرنا کرنے سے راجح ہو جس طرح وہ آدمی جس کے ذمہ قرض ہو اور اس کے پاس مال ہو اور وہ ارادہ کرے کہ وہ اس بات کی قسم اٹھائے کہ اس کے پاس مال نہیں ہے۔ اس میں حیلہ یہ ہے کہ وہ مال اپنے چھوٹے بیٹے کو ہبہ کر دے پھر قسم اٹھائے تو وہ حانث نہ ہو گا اگرچہ اس کے بعد وہ مال واپس لے۔

۵: حیلہ محرمہ:۔

ہر وہ حیلہ جس کے ساتھ لوگوں کے اموال برے طریقے سے کھانے، جھوٹی قسم اٹھانے، حقوق اور اس کے واجبات سے بھاگنے کا قصد کیا جاتا ہے۔ یا اس لیے حیلہ کرنا

تا کہ اس سے حرام کردہ کو حلال اور حلال کردہ کو حرام کر سکے۔ ①

شرائط حیلہ:۔

نشوۃ العلوانی صاحبہ لکھتی ہیں:۔

"فاذا جازت الحيل الشرعية فان شروطها: أن يكون الامر المقصود ليس فيه اعتداء على الحقوق الانسانية والتكاليف الدينية حتى لا يكون آثما واقعا فى الحرام ولا يعفيه ذلك ان يقلد دون دليل۔۔الى آخره"

جواز حیل شرعیہ کے شروط درج ذیل ہیں۔

ترجمہ: "امر مقصود ایسا ہو جس میں حقوق انسانیہ اور امور دینیہ پر ایسی زیادتی لازم نہ آتی ہو جس زیادتی کے سبب حرام میں پڑ کر آدمی گناہ گار ہو جاتا ہو۔ نیز اس کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ بغیر دلیل کے تقلید کرے اور ایسی صورت میں تقلید کرنا بھی مناسب نہیں جب وہ ادلہ اور احکام کے استنباط کی ترجیح پر قدرت نہ رکھتا ہو اور اس استنباط کے ذریعے شرعی احکام اور دینی یا معاشرتی امور سے گلو خلاصی کا طالب ہو یا باطل حیلوں کے ذریعے یہ دعویٰ کرتے ہوئے لوگوں کا مال کھانا کہ یہ حیل فقہ میں سے ہیں، یا مذاہب کے درمیان سعی لاحاصل اور الٹ پھیر کا قصد کرتے ہوئے ایسی تحقیق و چھان بین کرنا جس کے ذریعے غلط مقصد کا حصول ممکن ہو جائے۔ ②

① دکتورہ نشوۃ العلوانی، الحیل الشرعیۃ بین الحظر والاباحۃ، ص: ۵۳، ۵۴، ۵۵، مطبوعہ دار اقرأ دمشق الطبعۃ الاولی، ۱۴۲۳ھ۔

② دکتورہ نشوۃ العلوانی، الحیل الشرعیۃ، بین الحظر والاباحۃ، ص: ۸۱، مطبوعہ دار اقرأ دمشق الطبعۃ الاولی، ۱۴۲۳ھ۔

(۲۰)علامہ صابونی کی تحقیق

علامہ صابونی اپنی تفسیر میں آیت کریمہ:۔"وَ خُذْ بِیَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَ لَا تَحْنَثْ۔"ترجمہ:"اور(فرمایا)اپنے ہاتھ میں ایک جھاڑو لے کر اس سے مار دو اور قسم نہ توڑو،کے تحت رقم طراز ہیں۔"

"قال الجصاص فی تفسیرہ أحکام القرآن وفی الایة دلیل علی ان جواز الحیلة فی التوصل الی ما یجوز فعله ودفع المکروہ بها عن نفسه وعن غیرہ لأن اللہ تعالیٰ امرہ بضربها بالضغث لیخرج به من الیمین ولا یصل الیها کثیر الضرر۔ أقول هذا هو الحد المقبول من الحیل الشرعیة التی توصل الی مایجوز فعله وتدفع المکروہ عن نفسه وغیرہ۔[۱]

ترجمہ:"علامہ جصاص نے اپنی تفسیر احکام القرآن میں کہا ہے اور یہ آیت اس پ;بات پر دلیل ہے کہ جائز کام تک پہنچنے اور مکروہ کام سے خود کو اور دوسروں کو بچانے کے لیے حیلہ کرنا جائز ہے۔کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ بیوی کو جھاڑو سے ماریں تاکہ قسم سے نکل جائیں۔اور ان کی بیوی کو زیادہ نقصان نہ ہو۔میں (جصاص) کہتا ہوں کہ یہ ہی حیلہ مشروعہ کی حد مقبول ہے جس کے ذریعے جائز فعل تک پہنچے اور اپنے آپ کو اور دوسرے کو ناپسندیدہ فعل سے بچائے۔"

---

① محمد علی صابونی، روائع البیان، تفسیر الآیات الاحکام، ج:۲، ص:۴۳۶، ۴۳۷، مطبوعہ منشورات مکتبۃ الغزالی، دمشق، سوریا۔

رزلٹ علامہ صابونی کے قلم سے:۔

فرماتے ہیں:۔

"اتخاذ الحیلة جائز اذالم یکن فیها ابطال حق أو هدم امرمن امور الشرع الحنیف۔[۱]

ترجمہ:"حیلے کا پکڑنا جائز ہے جبکہ اس میں حق کا باطل ہونا یا امور شرع حنیفی کے کسی امر کا مٹانا مقصود نہ ہو۔"

حاصل کلام:۔

ان تمام تعریفات اور علماء مفکرین، محدثین، مفسرین اور فقہاء مجتہدین کی ذکر کردہ اقسام سے یہ روز روشن کی طرح عیاں ہوا کہ ہر وہ حیلہ جس سے آدمی حرام سے خلاصی پا سکے یا اس کے وسیلے سے حلال تک پہنچ جائے۔تو وہ روا، حسن اور جائز ہے اور ایسا حیلہ جس کے کرنے سے کسی مسلمان کا حق باطل ہو رہا ہو یا کسی حرام کام کو حلال کرنے کے لیے ہو یا کوئی حکم شرعی باطل ہو رہا ہو تو ایسا حیلہ ناجائز و حرام ہے۔اسی لیے امام سرخسی علیہ الرحمۃ نے انہی اقسام کے بارے میں فرمایا کہ:۔

"ففی النوع الاول معنی التعاون علی البر والتقوی وفی النوع الثانی معنی التعاون علی الاثم والعدوان۔[۲]

پہلی قسم کا معنی التعاون علی البر والتقوی ہے اور دوسری قسم میں معنی تعاون علی الاثم والعدوان ہے۔

نوٹ:۔ یعنی اوپر مذکورہ پہلی صورت میں معنی حیلہ کے ساتھ نیکی اور تقویٰ پر تعاون ہے۔جبکہ دوسری صورت میں حیلہ کرنا ظلم اور سرکشی پر تعاون و امداد ہے۔اس لیے پہلی

---

① محمد علی صابونی، روائع البیان، تفسیر الآیات الاحکام، ج:۲، ص:۴۳۹، مطبوعہ منشورات مکتبۃ الغزالی، دمشق، سوریا۔

② امام سرخسی، ابی بکر محمد احمد بن ابی سہیل، الحنفی، المتوفی:۴۹۰ھ، مبسوط کتاب الحیل، ج:۳۰، ص:۲۳۰، دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان الاولی ۲۰۰۹م۔

صورت جواز کی اور دوسری حرام کی ہے۔

حیلہ اسقاط پہلی صورت پر صادق آتا ہے کہ وہ بھی مردے کے ساتھ تعاون علی البر والتقویٰ ہے۔ اور جس حیلہ سے حکمت شرعی کا ابطال لازم آتا ہو تو اس بارے میں صاحب تفسیر روح المعانی رقم طراز ہیں کہ:۔

"عندی کل حیلة اوجبت ابطال حکمة شرعیة لا تقبل کحیلة سقوط الزکوٰة وحیلة سقوط الاستبراء۔"[1]

میرے نزدیک ہر وہ حیلہ جس سے حکمت شرعی کا بطلان لازم آتا ہو ایسا حیلہ قطعاً باطل ہے جس طرح کہ زکوٰۃ ساقط کرنے کے لیے لوگ حیلے کرتے ہیں اور استبراء سے بچنے کے لیے۔

(۲۱) حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری کا نظریہ:۔

حضور ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ نے ان لوگوں کے استدلال کے بارے میں فرمایا! "جو لوگ شرعی احکام سے بچنے کے لیے حیلوں سے کام لیتے ہیں وہ درست نہیں۔ آگے فرماتے ہیں:۔ "جن مقاصد کے لیے یہ احکام جاری کیے گئے ان کا حصول ناممکن ہو جائے گا۔"[2]

پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے لوگوں کے بارے میں فرمایا! جو لوگ شرعی احکام سے بچنے کے لیے حیلے کرتے ہیں حالانکہ حیلہ اسقاط تو قضاء کیے ہوئے شرعی احکام کی بجاآوری کے لیے کوشش کرنا ہے۔ اس میں نہ ابطال حق ہوتا ہے اور نہ احقاق باطل۔

پیر صاحب علیہ الرحمۃ نے بھی صاحب تفسیر روح المعانی کی اوپر مذکورہ آیت بطور دلیل ذکر فرمائی ہے۔

---

① آلوسی، علامہ، ابی الفضل شھاب الدین السید محمود، البغدادی، المتوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی، ج:۲۳، ص:۲۰۹، داراحیاء التراث العربی بیروت لبنان الطبعۃ الرابعۃ:۱۹۸۵م۔

② پیر محمد کرم شاہ، ضیاء الامت، ضیاء القرآن، ج۴، ص:۲۴۶، ضیاء القران پبلی کیشنز لاہور۔

گروہ ثانیہ کا فناء الجہل میں ورود:۔

گروہ ثانیہ نے مطلقاً حیلے کو حرام گردانتے ہوئے فناء الجہل میں قدم رکھا ہے جس طرح کہ امام سرخسی علیہ الرحمۃ اور علامہ رشید احمد گنگوہی نے اپنی تصانیف میں ذکر کیا ہے کہ:۔

"فان الحیل فی الاحکام المخرجة عن الامام جائزة عند جمهورالعلماء، وانما کره ذلك بعض المتعسفین لجهلهم وقلة تأملهم فی الکتاب والسنة۔"[1]

ترجمہ: "احکام میں جو حیلے امام (محمد) سے منقول ہیں وہ جمہور علماء کے نزدیک جائز ہیں۔ انہیں بعض تنگ نظر لوگوں نے جہالت اور کتاب وسنت میں قلت تامل کی وجہ سے ناپسند قرار دیا ہے۔"

التماس:۔

اس لیے تنگ نظر لوگوں کی خدمت میں التماس ہے۔ ہر کام کو حرام حرام نہ کہیں اور کفر وشرک کے فتوے صادر نہ کریں۔ بلکہ تحقیق کریں کہ اس مسئلے کے بارے میں سلف صالحین، ائمہ مجتہدین، فقہاء کاملین، مفسرین، محدثین کیا آراء رکھتے ہیں۔ تب اس مسئلے کے بارے میں حتمی رائے دیں۔ لیکن یہ تب ہوتا ہے کہ آدمی کو ان کتب فقہ وتفسیر وحدیث کی روح ومغز تک رسائی ہو سکے۔ کتاب کی روح تک رسائی ممکن نہ ہونے کی صورت میں ہی ایسے کہہ دیتے ہیں۔

---

① السرخسی، علامہ، ابی بکر محمد بن ابی سھل، الحنفی، متوفی:۴۹۰ھ، کتاب الحیل، ج:۳۰، ص:۲۲۹، ۲۳۰، دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان الطبعۃ الاولی:۲۰۰۱م۔
رشید احمد گنگوہی، لامع الدراری علی جامع البخاری، کتاب الحیل، ج:۳، ص:۴۰۴، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی۔

اسقاط کی لغوی واصطلاحی تعریف:۔

(۱) اسقاط کی لغوی تعریف:۔"من معانی الاسقاط لغة الازالة۔"
کہ اسقاط کالغوی معنی زائل کرنا ہے۔

(۲) فقہاء کی اصطلاح میں اسقاط سے مراد:۔

"ازالة الملك اوالحق لا الى مالك او مستحق كا لطلاق فانه ازالة ملك النكاح وكالعتق فانه ازالة ملك الرقبة۔①
ملک یا حق کے زائل ہونے کو کہتے ہیں نہ کہ مالک یا مستحق کے زائل ہونے کو جس طرح کہ طلاق کیونکہ یہ ملک نکاح کو زائل کرتا ہے۔اور جس طرح کہ عتق کیونکہ یہ ملک رقبہ کو زائل کرتا ہے۔

اور یہاں اس سے مراد میت کے ذمہ رہے ہوئے احکام شرعیہ کو گرادینا تاکہ مردہ اپنی زندگی میں جن احکام شرعیہ کو غلطی سے یا بھول کر ادا نہ کرسکا اور اب اس کی ادائیگی پر بالکل قدرت نہیں رکھتا اس کے لیے ایساطریقہ اختیار کیاجائے جس کی وجہ سے ان احکام کے بارے میں اس کی ادائیگی ہوجائے۔اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے بچ جائے۔

① الموسوعة الفقهية، مادة (الاسقاط) الجزء السادس، ص:۱۸۵۔ وزارة الاوقاف، والشوؤن، الاسلامية، الكويت الطبعة الاولى،۱۹۸۵۔

باب دوم

اثبات الحیلة فی ضوء القرآن وملحقاتها

حیلے کی لغوی واصطلاحی تعریفات اور دیگر ملحقات کے بعد کتاب لاریب سے حیلہ کا اثبات ذکر کرتے ہیں۔قرآن مجید فرقان حمید میں اللہ ربّ العزت نے خشک وتر کی تمام چیزوں کو بیان فرمایاہے۔لہٰذا ضروری ہے کہ شریعت اسلامیہ کے پہلے ماخذ سے حیلہ کا اثبات کیاجائے۔کتاب ذیشان میں واضح طور پر حیلے کا ثبوت موجود ہے لیکن اس کے لیے چشم بینا اور ساعت کاملہ کی ضرورت ہے۔آیات کریمہ سے اثبات کے بعد اس کو تفاسیر کے آئینہ میں دیکھیں گے کہ مفسرین اس بارے میں کیا لکھتے ہیں۔تاکہ منکرین کا ابہام دور ہو جائے۔

(۱) خُذْ بِیَدِکَ ضِغْثًا سے استدلال:۔

سورۃ"ص"میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

"خُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ۔①

ترجمہ:"اور فرمایا! اپنے ہاتھ میں ایک جھاڑو لے کر اسے مار دے اور قسم نہ توڑ۔"

① سورۃ ص، آیت:۴۴۔

واقعہ یہ تھا کہ بیماری کے زمانہ میں حضرت ایوب علیہ السلام کی خدمت میں آپ علیہ السلام کی زوجہ محترمہ دیر سے حاضر ہوئی۔ تو آپ علیہ السلام نے قسم کھائی کہ میں تندرست ہو کر تمہیں سو لکڑیاں ماروں گا۔ تو اللہ ربّ العزت نے جھاڑو کے حیلہ کے ذریعے مارنے کی تعلیم فرمائی اور آپ کی قسم کی بھی حفاظت فرمائی۔

یہاں پر چند تشکیکی ذہن کے حامل افراد یہ کہتے ہیں کہ یہ حیلہ صرف ایوب علیہ السلام کے لیے خاص تھا۔ عام لوگوں کے لیے اس طرح حیلہ کرنا جائز نہیں۔

اس کے جواب میں: مجتہدین و مفسرین نے جو تفسیری نکات اس آیت کریمہ کے تحت درج کیے ہیں۔ ہم بعینہ وہی یہاں درج کرتے ہیں تاکہ فریق مخالف کو کسی قسم کا شبہ نہ ہو۔

آیت کریمہ آئینہ تفاسیر میں

(۱) علامہ جوزی، علامہ خازن کی رائے:۔

فرماتے ہیں اس میں دو قول ہیں:۔

”أحدھما انہ عام وبہ قال ابن عباس وعماد بن ابی ربّاح والثانی انہ خاص بایوب علیہ السلام قالہ المجاھد واختلف الفقھاء فیمن حلف ان یضرب عبدہ مائۃ سوط یجمھا وضربہ بھا ضربۃ واحدۃ فقال مالك واللیث بن سعد واحمد لایبروقال ابو حنیفۃ والشافعی اذا ضربہ ضربۃ واحدۃ فاصابہ کل سوط علی حدۃ علی حدۃ فقدبر واحتجوبعموم ھذہ الایۃ۔[1]

[1] الجوزی، ابی الفرج، جمال الدین، عبد الرحمن بن علی بن محمد، المتوفی: ۵۹۷ھ، زاد المسیر فی علم التفسیر، ج:۴، الجزء السابع، ص: ۳۱، دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان، الطبعۃ الثانیہ ۲۰۰۲م۔ خازن، علامہ علاؤ الدین علی بن محمد بن ابراھیم البغدادی، تفسیر خازن، ج:۷، ص:۵۱، مطبوعہ مکتبہ التجاریہ شارع محمد علی بمصر۔

ترجمہ: ”پہلا قول یہ ہے کہ یہ عام ہے (یعنی یہ حیلے والی رخصت سب کے لیے ہے) اور اسی طرح ابن عباس، عماد بن ابی ربّاح نے کہا ہے: دوسرا قول یہ ہے کہ یہ حضرت ایوب علیہ السلام کے ساتھ خاص ہے یہ مجاہد کا قول ہے اور اس مسئلے پر فقہاء کا اختلاف ہے کہ جب کوئی قسم کھائے کہ وہ اپنے غلام کو اکٹھے سو کوڑے مارے گا اور اسے ایک ہی ضرب لگائے تو مالک اور لیث بن سعد اور احمد نے کہا کہ وہ بری نہ ہو گا جبکہ امام شافعی اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ جب وہ ایک ہی ضرب لگائے اور ہر کوڑا اسے علیحدہ لگے تو پس وہ بری ہو جائے گا اور اس آیت کے عموم سے حجت پکڑی ہے۔“

(۲) رئیس المفسرین کی رائے:۔

موسوعہ عبد اللہ بن عباس میں دکتور محمد رواس قلعہ جی لکھتے ہیں کہ:۔

”قال ابن عباس فی رجل حلف ان یضرب عبدہ ثلاثین سوطا او اکثر قال یجمعھا فیضربہ ضربۃ واحدۃ ومن المخارج ایضا أخراج البدل فی الحلف علی ارتکاب معصیتہ او الحلف علی ما لا یطاق۔[1]

دکتور صاحب نے ابن ابی شیبہ کے حوالے سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول مبارک نقل کیا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس آدمی کے بارے میں فرمایا کہ جس نے اپنے غلام کو تیس کوڑے یا زیادہ مارنے کی قسم کھائی، فرمایا! وہ ان کو اکٹھا کرے اور ایک

[1] دکتور محمد رواس قلعہ جی، موسوعۃ عبد اللہ بن عباس، باب الیاء مادۃ یمین، ص:۹۷۴، مطبوعہ التراث الاسلامی جامعہ ام القری مکۃ المکرمہ۔

ضرب لگائے۔ قسم سے نکلنے کے طریقوں میں ہے کہ وہ اگر کسی معصیت یا ایسی چیز کی قسم کھائے جس کی طاقت نہیں رکھتا تو اس کو بدل دے۔

(۳) کبیر، بیضاوی، ابی سعود، مدارک، روح البیان کی تفسیر:۔

ان تمام تفاسیر میں اس قسم کے الفاظ مذکور ہیں۔

"هذه رخصة باقية" اور "وهى رخصة باقية"

کہ یہ رخصت (حیلے والی) باقی ہے۔ (۱)

اور اسی کے ساتھ مزید صاحب تفسیر روح البیان علامہ اسماعیل حقی لکھتے ہیں:۔

"وتبقى ببركتها هذه الرخصة فى الأمم الى يوم القيامة۔ (۲)

اس کی برکت کے سبب یہ رخصت قیامت تک لوگوں میں باقی رہے گی۔

(۴) ابی حیان اور خطیب شربینی کی رائے:۔

ابی حیان اور خطیب شربینی دونوں اپنی تفاسیر میں مذکورہ آیت کے تحت رقم طراز ہیں:۔

---

(۱) الرازی، امام فخر الدین ابن العلامہ ضیاء الدین عمر، متوفی:۶۰۵ھ، تفسیر الفخر الرازی المشتھر بالکبیر، ج:۱۳، ص:۲۱۶، دار الفکر لطباعۃ والنشر والتوزیع، سن طباعت 1995۔
البیضاوی، ناصر الدین ابی سعید عبد اللہ بن عمر بن محمد الشیرازی، تفسیر انوار التنزیل واسرار التاویل، ص:۶۰۴، المطبعۃ دار فراس للنشر والتوزیع،۱۳۲۹ھ۔
ابی سعود، القاضی محمد بن محمد بن مصطفی العمادی المتوفی:۹۸۲ھ، تفسیر ابی سعود، ج:۵، ص:۳۶۵، دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان، الطبعۃ الاولی،۱۹۹۹م۔
علامہ ابو البرکات احمد بن محمد نسفی، متوفی: ۷۱۰ھ، تفسیر مدارک التنزیل وحقائق التأویل ھامش تفسیر خازن ج:۴، ص:۴۳، مطبوعہ مکتبہ التجاریہ الکبری شارع محمد علی مصر۔
حقی، علامہ شیخ اسماعیل البروسوی، متوفی:۱۱۳۷، تفسیر روح البیان، ج:۸، ص:۶۱، داراحیاء التراث العربی بیروت لبنان، الطبعۃ الاولی،۲۰۰۱م۔

(۲) حقی، علامہ شیخ اسماعیل البروسوی، متوفی:۱۱۳۷، تفسیر روح البیان، ج:۸، ص:۶۱، داراحیاء التراث العربی بیروت لبنان، الطبعۃ الاولی،۲۰۰۱م۔

"وقد وقع مثل هذه الرخصة فى الاسلام اتى رسول الله ﷺ بمخدج قد خبث بأمة فقال خذوا عثكالا فيه مائة شمراخ فاضربوه بها ضربة۔ (۱)

اس قسم کی رخصت کا وقوع اسلام میں بھی ہے جس طرح کہ سرکار دو عالم ﷺ کے دربار میں ایک گنجے، ضعیف شخص کو پیش کیا گیا۔ جس نے لونڈی کے ساتھ فعل شنیع کیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا! ایک درخت کی ڈالی لو جس میں سو شاخیں ہوں اس سے ایک ہی دفعہ مارو۔

(نوٹ: آئندہ صفحات میں اس حدیث پر بحث ہو گی وہاں پر ملاحظہ فرمائیں)

(۵) محمد بن جریر طبری کی رائے:۔

علامہ ابن جریر طبری صاحب اپنی تفسیر طبری میں مذکورہ آیت کریمہ کے تحت لکھتے ہیں! "من أخذ بها فهو حسن۔ (۲)

ترجمہ: "اور جنہوں نے اس آیت سے (حیلے کا معنی) اخذ کیا تو وہ حسن (اچھا) ہے۔"

(۶) امام ماتریدی کی رائے:۔

امام اہل سنت حضرت امام ابی منصور تریدی اپنی تفسیر میں رقم طراز ہیں:۔

"قال بعضهم قضبان واغصان ونحو ذلك لأيوب

---

(۱) ابی حیان، اثیر الدین ابی عبد اللہ محمد بن یوسف بن علی بن یوسف بن حیان الاندلسی المتوفی:۷۵۴ھ، تفسیر البحر المحیط، ج:۷، ص:۴۰۱، داراحیاء التراث العربی بیروت لبنان الطبعۃ الثانیہ،۱۹۹۰م۔
الشربینی، محمد بن احمد الخطیب، المصری، المتوفی،۹۷۷ھ، تفسیر السراج المنیر ج:۳، ص:۵۰۸، دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان، الطبعۃ الاولی، ۲۰۰۴م۔

(۲) الطبری، الامام ابی جعفر محمد بن جریر، تفسیر طبری، ج:۲۳، ص:۱۹۸، داراحیاء التراث العربی بیروت لبنان، الطبعۃ الاولی،۲۰۰۱م۔

خاصة، قال بعضهم هو له ولسائر الناس۔أن من حلف ان يضرب كذا خشبة اوسوطا فجمع قضبانا اواغضانا فضرب بها برفی يمينه۔①

ترجمہ: ”بعض نے کہا ہے کہ کاٹی ہوئی شاخیں یا اعضان (ٹہنیاں) مراد ہیں اور اسی طرح حضرت ایوب علیہ السلام کے لیے خاص ہے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ ان کے اور تمام لوگوں کے لیے ہے اور جس نے قسم کھائی ہے کہ میں اس کو کوڑے یا موٹی لکڑی سے ماروں گا تو وہ کاٹی ہوئی شاخیں اور ٹہنیاں جمع کرے اور اسی کے ساتھ مارے تو وہ اپنی قسم سے بری ہو جائے گا۔“

(۷) حبیب الماوردی کی رائے:۔

حبیب الماوردی اسی آیت کے تحت رقم طراز ہیں:۔

”فيه قولان: احدهما ان ذلك لأيوب خاصة قاله المجاهد، الثانی عام فی أيوب (علیہ السلام) وغيره من هذه الأمة۔②

اس میں دو قول ہیں: ”ایک یہ کہ یہ صرف ایوب علیہ السلام کے لیے خاص ہے۔ یہ مجاھد کا قول ہے۔ دوسرا یہ کہ یہ ایوب علیہ السلام اور اس امت کے دیگر افراد کے لیے عام ہے۔“

① الماتریدی، امام ابی منصور محمد بن محمد بن محمود، متوفی: ۳۳۳ھ، تفسیر تأویلات اهل السنة، الشهير بالتفسير الماتریدی، ج:۸، ص:۶۳۵، دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان، الطبعۃ الاولی:۲۰۰۵م۔

② الماوردی، ابی الحسن علی بن محمد حبیب الماوردی البصری، المتوفی: ۴۵۰ھ، تفسیر الماوردی، ج:۵، ص:۱۰۴، مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ بیروت لبنان۔

(۸) شیخ عبد الرحمٰن الثعالبی کی رائے:۔

عبد الرحمٰن الثعالبی اپنی تفسیر میں مذکورہ آیت کریمہ کے تحت رقم طراز ہیں کہ:۔

”وهذا حكم قد ورد فی شرعنا عن النبی ﷺ مثله فی حد الزنا الرجل زنى فأمر رسول اللهﷺ بعذق نخلة فيه شماريخ مائة او نحوها فضرب ضربة۔①

ترجمہ: ”اور اسی طرح کا حکم نبی پاک ﷺ سے ہماری شریعت میں مذکور ہے زانی مرد پر حد زنا نافذ کرنے کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے ایسی کھجور کی چھڑی کے ساتھ مارنے کا حکم دیا ہے جس میں سو ٹہنیاں ہوں یا اسی طرح کا کوئی اور آلہ ہو پس اسے ایک ہی ضرب مارے۔“

(۹) علامہ شوکانی کی رائے:۔

علامہ امام شوکانی اپنی تفسیر فتح القدیر میں لکھتے ہیں:۔

”اختلف العلماء هل هذا خاص بأيوب او عام للناس كلهم؟ وأن من حلف خرج من يمينه بمثل ذلك۔ قال الشافعی اذاحلف ليضربن فلانا مائة جلدة او ضربا ولم يقل ضربا شديد اولم ينو بقلبه فيكفيه مثل هذا الضرب المذكورفی الاية حكاه ابن المنذر عنه وعن ابی ثور واصحاب الرأی۔②

① شیخ سیدی عبد الرحمن الثعالبی، تفسیر الجواھر الحسان فی تفسیر القرآن، جزء الثالث، ص:۶۶، دار الکتب العلمیہ بیروت۔

② الشوکانی، محمد بن علی بن محمد، متوفی: ۱۲۵۰ھ، تفسیر فتح القدیر، ج:۴، ص:۴۳۷، دار المعرفۃ بیروت لبنان۔

ترجمہ: ”لکھتے ہیں علماء کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ کیا یہ حضرت ایوب علیہ السلام کے ساتھ خاص ہے یا سب لوگوں کے لیے عام ہے؟ اور بے شک جس نے قسم اٹھائی تو وہ اس کے مثل قسم سے بری ہو گیا۔ امام شافعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں! جب کوئی قسم اٹھائے کہ میں فلاں کو سو کوڑے ضرور ماروں گا یا مطلق مارنے کی قسم اٹھائی لیکن ضرباً شدیداً نہ کہا اور نہ زبان سے کہا اور نہ ہی دل میں اس کی نیت کی تو اس کے لیے آیت مذکورہ میں ضرب مذکورہ ہی کافی ہے اسی کو ابن منذر ابی ثور اور اصحاب الرأی نے حکایت کیا۔“

(۱۰) محمد علی صابونی کی تحقیق:۔

روائع البیان تفسیر الآیات الاحکام میں محمد علی صابونی اس آیت کے عموم پر دلائل دیتے ہوئے رقم طراز ہیں:۔

(۱) عموم قصة ایوب ﷤ وشرع من قبلنا شرع لنا مالم یأت ناسخ وقد جاء فی الشرع مایؤیدها ولم یثبت الناسخ۔

(۲) واستدلو بحدیث أبی أمامة۔۔الخ۔ ودلالة الآیة ظاهرة علی صحة هذا القول وذلك لأن فاعل ذلك یسمی ضاربا لما شرط من العدد وذلك یقتضی البر فی یمینه۔

(۳) ان القرآن الکریم حکم بأنه لا یحنث بفعله لقوله تعالیٰ (فاضرب به ولا تحنث) ولکن ان لا یطبق ذلك فی الحدود الا مقیدا لما ورد الحدیث به فیکون ذلك

حد المریض الذی وصل من المرض الی الحد الذی وصف فی الحدیث الشریف۔[1]

(۱) حضرت ایوب علیہ السلام کا واقعہ عموم پر ہے اور ماقبل کی شریعت ہمارے لیے اس وقت تک مشروع ہے جب تک کوئی ناسخ نہ آجائے اور ہماری شریعت میں اس کا مؤید موجود ہے اور ناسخ ثابت نہیں۔

(۲) حدیث اَبی امامۃ سے استدلال کیا ہے (آئندہ صفحات میں حدیث موجود ہے) اور اس قول کی صحت پر آیت کی دلالت ظاہر ہے اور یہ اس وجہ سے ہے کہ عدد کی شرط کی وجہ سے اس کے کام کرنے والے کو ضارب کہا جاتا ہے۔ پس یہ قسم اور اس کی برأت کا تقاضا کرتا ہے۔

(۳) بے شک قرآن کریم نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ وہ اس طرح کرنے کے ساتھ حانث نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان ”فاضرب به ولا تحنث“ کی وجہ سے مگر اس کو صرف ان حدود میں جاری کیا جائے کہ جن میں حدیث پاک وارد ہوئی ہے۔ پس یہ اس مریض کی حد ہو جائے گی جو مرض میں اس حد تک پہنچ چکا ہو جو حدیث پاک میں مذکور ہے۔

شرائع من قبلنا کے متعلق علامہ نووی کی تصریح:۔

فرماتے ہیں: ”من اهل الاصول ان شرع من قبلنا شرع لنا۔[2]

ترجمہ: ”اہل اصول کے نزدیک ماقبل کی شریعتیں ہمارے لیے مشروع ہیں

① محمد علی صابونی، روائع البیان، تفسیر الآیات الاحکام، ج:۲، ص:۴۳۴، مطبوعہ منشورات مکتبۃ الغزالی دمشق سوریا۔

② علامہ شرف الدین النووی، شرح صحیح مسلم، ج:۱، ص:۱۵۴، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

(جب تک کوئی ناسخ معلوم نہ ہو)۔"

شرائع من قبلنا کے متعلق صاحب کشف الاسرار کی تصریح:۔

"وشريعة من قبلنا تلزمنا حتى يقوم الدليل على انتساخه۔ ①

ترجمہ: "ماقبل کی شریعت پر عمل کرنا ہمارے لیے لازم ہے یہاں تک کہ اس کے منسوخ ہونے پر کوئی دلیل قائم ہو جائے۔"

یعنی ہمارے لیے ماقبل کی شریعتوں پر عمل کرنا جائز ہے۔ جب تک کہ کوئی ناسخ موجود نہ ہو۔ اور اگر ناسخ موجود ہو تو اس پر عمل کرنا مشروع نہیں۔ یہاں پر ہم نے اس آیت کریمہ کے متعلق اس لیے یہ بحث ذکر کی کہ بعض کہتے ہیں کہ چونکہ یہ حیلہ شریعت ایوب علیہ السلام میں تو جائز تھا لیکن ہماری شریعت میں جائز نہیں تو انہیں فقہاء کا یہ اصول بھی مد نظر رکھنا چاہئے۔ اس لیے اس آیت کریمہ کا ناسخ چونکہ موجود نہیں اور سرکار دو عالم ﷺ کا قول مبارک بھی اس کی تائید پر موجود ہے لہٰذا ہمارے لیے بھی اس سے حیلہ کا استنباط کرنا جائز ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(۱۱) وحید الدین خان کی رائے:۔

وحید الدین خان اپنی تفسیر تذکیر القرآن میں لکھتے ہیں!

"اس سے معلوم ہوا کہ مخصوص حالات میں حیلہ کرنا جائز ہے بشرطیکہ وہ کسی شرعی حکم کو باطل نہ کرتا ہو۔ ②

① الامام علاؤ الدین عبد العزیز بن احمد البخاری، المتوفی: ۷۳۰ھ، کشف الاسرار عن اصول فخر الاسلام البزدوی، باب تقسیم الناسخ، ج:۳، ص:۲۷۱، مطبوعہ، دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان، الطبعۃ الاولی، ۱۹۹۷م۔

② وحید الدین خان، تفسیر تذکیر القرآن، ج:۲، ص:۴۵۲، مطبوعہ، دار التذکیر، رحمن مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور۔

(۱۲) دار العلوم دیوبند کے استاذ التفسیر علامہ محمد نعیم کی رائے:۔

علامہ محمد نعیم صاحب اپنی تفسیر کمالین علی الجلالین میں لکھتے ہیں:۔

بعض نے اس سے ہر قسم کے حیلہ کا جواز سمجھ لیا ہے حالانکہ یہ صحیح نہیں، بلکہ حیلہ سے کوئی شرعی غرض فوت ہوتی ہو، تو وہ حیلہ شرعاً ناجائز ہو گا۔ چنانچہ کامل اگر کوئی حیلہ تجویز کرے گا تو اس کی نظر ضابطہ پر ضرور ہو گی۔ اس لیے اس کی تجویز پر خواہ مخواہ اعتراض کرنا زیبا نہیں۔ ①

تبصرہ بر تفسیر نعیم:۔

معلوم ہوا کہ حیلہ اسقاط بھی جائز ہے کیونکہ اسے کثیر التعداد فقہاء کاملین نے اپنا طریقہ اور کتب تحریر کر کے امت مسلمہ کے لیے ایک واضح طریقہ دیا ہے اس میں فقہاء کاملین کی نظر ضابطہ پر ضرور ہے۔ اس لیے حیلہ اسقاط پر اعتراض کرنا کسی کو زیبا نہیں فقہاء کرام کے تجویز کردہ طریقے پر چلنا کوئی غلط نہیں بلکہ:۔

"الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ۔ ②

ترجمہ: "سیدھا راستہ، راستہ اُن کا جن پر تُو نے احسان کیا۔

پر چلنے کی دلیل ہے کیونکہ انعام یافتہ، صالحین، اولیاء اللہ، علماء، فقہاء و محدثین نے حیلہ تجویز کر کے دوسروں کو بھی یہی پیغام دیا ہے۔

(۱۳) بدر عالم میرٹھی کی رائے:۔

بدر عالم صاحب فیض الباری شرح بخاری کے حاشیے پر لکھتے ہیں:۔

"وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَ لَا تَحْنَثْ" وقد عمل به ﷺ فى حق الضعيف الذى زنى۔ وهو حديث

① محمد نعیم، تفسیر کمالین علی الجلالین، ج:۵، ص:۴۰۰، مکتبہ شرکت علمیہ، ملتان پاکستان۔

② سورۃ الفاتحہ، آیت:۵،۶۔

أبی أمامة بن سهل۔[1]

مندرجہ بالا آیت کریمہ پر سرکار دوعالم ﷺ کا عمل مبارک موجود ہے۔ اس ضعیف کے حق میں جس نے زنی کیا تھا اور وہ ابی امامۃ بن سھل والی حدیث ہے۔ (یہ حدیث آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں)

(۱۴) علامہ عبدالرحمٰن کیلانی کی رائے:۔

"علامہ عبدالرحمٰن کیلانی اپنی تفسیر تیسیر القرآن (جس کی نظر ثانی عبدالوکیل علوی نے کی اور مشرف ڈاکٹر حبیب الرحمٰن کیلانی ہیں) میں رقمطراز ہیں کہ "شرعی حیلہ کس صورت میں جائز ہے؟ یہاں ایک بحث چل نکلی ہے کہ آیا شرعا حیلہ کرنا جائز ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر اپنی ذات سے یا کسی دوسرے سے ظلم کو دفع کرنا مقصود ہو تو اس وقت شرعا حیلہ کرنا جائز ہے۔ اور اس کی دلیل ایک تو یہی آیت ہے:۔

"وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِب بِّهِ" دوسرا اللہ تعالیٰ نے سیدنا یوسف علیہ السلام کو خود ایسی تدبیر بتائی تھی کہ جس سے ان کا چھوٹا بھائی بنیامین اپنے سوتیلے بھائیوں کے ظلم وستم سے محفوظ رہے۔[2]

(۱۵) ابوالاعلیٰ مودودی کی رائے:۔

"ابوالاعلیٰ مودودی نے اپنی تفسیر میں آیت "خذ بیدك ضغثا" کے تحت حیل شرعیہ کے جواز کے بارے میں لکھتے ہیں کہ بعض لوگوں نے اس آیت کو حیلہ شرعیہ کے لیے دلیل قرار دیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ وہ ایک حیلہ ہی تھا۔ جو حضرت ایوب علیہ السلام کو بتایا گیا تھا لیکن وہ کسی فرض سے بچنے کے لیے نہیں بلکہ برائی سے بچنے کے

---

① بدر عالم میرٹھی، بدر الساری الی فیض الباری علی صحیح البخاری، ج:۴، ص:۴۸۰، کتاب الحیل، مطبوعہ مکتبہ محمد یعقوب، الفراھی، لاہور پاکستان

② عبدالرحمن کیلانی، تفسیر تیسیر القرآن، جلد: سوم، ص:۴۰۷، مطبوعہ مکتبۃ السلام لاہور۔

لئے بتایا گیا تھا۔ لہٰذا شریعت میں صرف وہی حیلے جائز ہیں جو آدمی کو اپنی ذات سے یا کسی دوسرے شخص سے ظلم، گناہ اور برائی کو دفع کرنے کے لئے اختیار کئے جائیں۔"[1]

(۱۶) دکتورہ نشوۃ العلوانی کی رائے:۔

دکتورہ نشوۃ العلوانی اپنی تصنیف میں رقم طراز ہیں:۔

"فأن حسن مقصدة فی حیلة جائزة لاشبهة فیها، ولامفسدة لتخلیص المستفتی بها من حرج، جازذلك وقد أرشد اللّٰه نبیه ایوب الی التخلص من الحنث وأرشد النبی ﷺ بلالا الی التخلص من الربابشراء التمر بالدراهم ثم شراء التمر الجید، فأحسن المخارج ماخلص من المآثم۔[2]

ترجمہ: "اگر حیلہ جائزہ میں اس کا مقصد اچھا ہو تو اس میں کوئی شبہ نہیں اور فتویٰ لینے والے کا اس حیلہ کے ساتھ حرج سے خلاصی کرنے میں کوئی فساد نہیں ہے۔ تو یہ جائز ہے۔ تحقیق اللہ تعالیٰ نے قسم توڑنے سے بچنے کے لیے اپنے نبی حضرت ایوب علیہ السلام کی راہنمائی فرمائی اور نبی کریم ﷺ نے سود سے بچنے کے لیے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اس بات کی طرف راہنمائی فرمائی کہ پہلے وہ درہم کے ساتھ کھجوریں بیچیں پھر عمدہ کھجوریں خریدیں پس ایسے مخارج جو گناہوں سے چھٹکارا دلادیں وہ اچھے ہیں۔"

---

① ابوالاعلی مودودی، تفسیر تفہیم القرآن جلد ۴، ص: ۳۴۲، مطبوعہ مکتبہ تعمیر انسانیت موچی دروازہ لاہور، گیارواں ایڈیشن ۱۹۸۱۔

② دکتورہ نشوۃ العلوانی الحیل الشرعیۃ، ص:۸۱، مطبوعہ اقرأ دمشق الطبعۃ الاولی:۱۴۲۳ھ۔

خلاصۃ التفاسیر المذکورہ:۔

برادران اسلام! ان تمام تفاسیر میں آپ نے ملاحظہ کر لیا ہوگا اور مفسرین کرام کی عبارات سے یہ بات اخذ کر لی ہوگی کہ اس آیت کریمہ میں حیلہ شرعیہ کا واضح ثبوت موجود ہے۔

اور ان لوگوں کا بھی رد ہوا کہ جو یہ کہتے ہیں کہ اس آیت کریمہ میں حیلہ صرف ایوب علیہ السلام کے ساتھ خاص ہے۔ گذشتہ تمام عبارات میں مفسرین کا اس بات پر اتفاق رہا ہے کہ یہ حیلے والی رخصت باقی ہے اور اس پر باقی امم کا عمل کرنا بھی صحیح ہے۔

یہاں تک کہ امام شوکانی بھی یہ کہہ گئے ہیں کہ اس آیت سے حیلے پر عمل کرنا جائز ہے اور علامہ جوزی بھی حیلے کے جواز کے قائل ہیں۔

لہٰذا منکرین حیلہ کو چاہئے کہ وہ اسلاف کی کتب پڑھ کر ہی کسی چیز کا انکار و اقرار کریں اور تب جائز و ناجائز، کفر و شرک کے فتوے صادر کریں، لیکن پڑھ کر سمجھنا اور عمل کرنا آج کل مفقود ہے اللہ تعالیٰ سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

(۲) آیت کریمہ "كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ" سے استدلال:۔

سورۂ یوسف میں اللہ ربّ العزت ارشاد فرماتا ہے: كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ۔①

"ہم نے یوسف کو یہی تدبیر بتائی تھی۔" اس آیت کریمہ میں حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائی بنیامین کو اپنے پاس رکھنے کے لیے یہ حیلہ کیا کہ اس کے سامان میں پیالہ چھپا دیا اور اللہ ربّ العزت نے فرمایا! کہ یہ سب کچھ انہیں ہم نے سکھایا۔

علامہ جصاص کی رائے:۔

اسی آیت کے تحت علامہ جصاص لکھتے ہیں:۔

"دلالة على اجازة الحيلة فى التوصل الى المباح واستخراج الحقوق وذلك لأن الله تعالىٰ رضى ذلك من

① سورۂ یوسف:۷۶۔

فعله ولم ينكر۔①

"اس میں مباح چیز تک پہنچنے اور حقوق سے نکلنے کے لیے حیلہ کے جائز ہونے پر دلیل ہے اور یہ اس وجہ سے ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ حضرت یوسف علیہ السلام سے راضی ہوتے ہیں اور اس کا انکار نہیں کیا۔

علامہ قرطبی اور علامہ ابن عربی کی رائے:۔

"وفيه جوازُ التوصُّلِ إلى الأغراضِ بالحِيَلِ إذا لم تُخالِفِ الشريعةَ، ولا هدمت أصلًا، خلافًا لأبي حنيفةَ في تجويزه الحِيَلَ، وإن خالفتِ الأصولَ، و خرمت التحليل"②

ترجمہ: اس واقعہ سے مقاصد کو حیلہ کے ذریعے حاصل کرنے کا جواز ثابت ہو رہا ہے، بشرطیکہ وہ حیلہ شریعت کے مخالف نہ ہو اور نہ ہی شریعت کے کسی قانون کو ختم کرنے والا ہو، بخلاف امام ابو حنیفہ (رحمہ اللہ تعالیٰ) کے کہ انہوں نے حیلہ کو جائز قرار دیا ہے اگرچہ وہ اصول کے خلاف ہی کیوں نہ ہو اور حلت کو ختم ہی کیوں نہ کر دے۔

علامہ حافظ صلاح الدین یوسف کی رائے:۔

علامہ حافظ صلاح الدین یوسف بھی اپنی تفسیر میں حیلہ کے بارے میں بحث کرتے ہوئے، معذور اور زانی کی سزا سو کوڑوں کی جگہ سو تنکوں والی حدیث نقل کر کے آخر

① الجصاص، ابی بکر احمد بن علی الرازی، الحنفی، المتوفی، ۳۷۰ھ، احکام القرآن، ج:۳، ص:۱۷۶، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت لبنان۔

② القرطبی، ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن ابی بکرؒ، الجامع لأحکام القرآن، جلد ۱۱، ص ۴۱۴، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، (وفات: ۶۷۱ھ)۔، أحکام القرآن لابن العربی ۱۰۸۸/۳

میں اپنا تبصرہ کرتے ہوئے یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ "مخصوص صورتوں میں اس کا جواز ثابت ہوتا ہے۔"①

(۳) آیت کریمہ "فقال انی سقیم" سے استدلال:۔

سورۃ الصافات میں اللہ ربّ العزت نے ارشاد فرمایا:۔

فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُومِ فَقَالَ إِنِّي سَقِيمٌ۔②

ترجمہ: "پھر اس نے ایک نگاہ ستاروں کو دیکھا۔ پھر کہا میں بیمار ہونے والا ہوں۔"

اس آیت کریمہ میں حضرت ابراھیم علیہ السلام نے کفار سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے یہ حیلہ اختیار کیا اور اللہ ربّ العزت نے بغیر کسی انکار کے قرآن مجید میں ذکر فرمایا۔

اس آیت کو اور اس سے پہلی آیات کو ان تمام آیات کریمہ کو علامہ سرخسی نے مبسوط اور علامہ رشید احمد گنگوہی نے لامع الدراری علی جامع البخاری میں بطور دلائل حیلہ رقم کیے ہیں۔③

(۴) آیت کریمہ "وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا" سے استدلال:۔

سورۃ الطلاق میں اللہ ربّ العزت نے ارشاد فرمایا:۔

"وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا۔"④

① علامہ حافظ صلاح الدین یوسف، (نظر ثانی مولانا صفی لرحمن مبارکپوری) تفسیر البیان (اردو) ص: ۵۹۷، طبع دار السلام، جدہ، ریاض۔
② سورۃ الصافات، آیت: ۸۸، ۸۹۔
③ سرخسی، امام، ابی بکر محمد بن احمد بن ابی سہل، متوفی: ۴۹۰ھ، مبسوط، کتاب الحیل، ج: ۳۰، ص: ۲۳۰، دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان، الطبعۃ الاولی، ۲۰۰۱م۔
گنگوہی، رشید احمد، لامع الدراری علی جامع البخاری، کتاب الحیل، ج: ۳، ص: ۴۰۴، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی۔
④ سورۃ الطلاق، آیت: ۲۔

ترجمہ: "اور جو (خوش بخت) ڈرتا رہتا ہے اللہ تعالیٰ سے بنا دیتا ہے اللہ اس کے لیے نجات کا راستہ۔"

بدر عالم میرٹھی کی رائے:۔

اسی آیت کو دلیل بنا کر علامہ محمد انور شاہ کاشمیری کی شرح کے حاشیہ پر بدر عالم میرٹھی اسی آیت کے ساتھ ہی لکھتے ہیں۔

"وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا" وفی الحيل مخارج من المضائق ومنه مشروعية الاستثناء فان فيه تخليصا من الحنث وكذلك الشروط كلها فأن فيها سلامة من الوقوع فی الحرج ومنه حديث أبی هريرة وأبی سعيد فی قصة بلال۔ الخ۔①

"حیلوں میں تنگیوں سے نکلنا ہے۔ اور اس میں سے استثناء کی مشروعیت ہے کیونکہ اس میں حانث ہونے سے خلاصی حاصل کرنا ہے اور اسی طرح تمام کی تمام شرائط۔ کیونکہ اس میں حرج میں واقع ہونے سے سلامتی ہے اور اس میں سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کی حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے قصہ میں حدیث پاک ہے۔"

(حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا قصہ آگے بیان کیا جائے گا)

حیلہ کے بارے میں علامہ جصاص کی حتمی رائے:۔

"وقال ابراهيم صلوات الله عليه للملك حين سأله عن سارة من هي منك قال هي اختي لئلا يأخذها وانما

① بدر عالم میرٹھی، بدر الساری الی فیض الباری علی صحیح البخاری، کتاب الحیل، ج: ۴، ص: ۴۸۰، مطبوعہ مکتبہ محمد یعقوب الفراھی لاہور پاکستان۔

أراد اختى فى الدين وقال لكفار انى سقيم حين تخلف ليكسر آلهتهم وكان معناه سأسقم يعنى اموت كماقال الله تعالىٰ (انك ميت)فعارض بكلامه عماسألوه عنه الى غيره على وجه لا يلحق فيه الكذب فهذه وجوه امر النبى ﷺ فيها بالاحتيال فى التوصل الى المباح وقد كان لولا وجه الحيلة فيه محظورا وقد حرم الله الوطء بالزناوامرنا بالتوصل اليه بعقد النكاح۔۔۔الخ۔①

"جب بادشاہ نے حضرت سارہ کے متعلق سوال کیا کہ اس کا آپ سے کیا تعلق ہے تو حضرت ابراھیم علیہ السلام نے فرمایایہ میری بہن ہے تاکہ وہ انہیں نہ پکڑے اور انہوں نے اس سے یہ مراد لیا کہ یہ میری دینی بہن ہے۔اور جب کفار کے بتوں کو توڑنے کے لیے پیچھے رہ گئے تو ان سے فرمایا! میں بیمار ہوں اس کا معنی یہ تھا کہ میں عنقریب بیمار ہوں گا۔یعنی مجھے موت آئے گی۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا:"انك ميت"پس جس چیز کے بارے میں آپ سے انہوں نے سوال کیااس سے اپنے کلام کے ساتھ اس طرح غیر کی طرف اعراض کیا کہ اس میں جھوٹ لاحق نہ ہو پس یہ ایسے طریقے ہیں جن میں نبی کریم ﷺ نے مباح تک پہنچنے میں حیلہ کرنے کو جائز قرار دیااگر اس میں حیلہ کا طریقہ نہ ہوتا تو یہ ممنوع ہوتا۔اور تحقیق اللہ تعالیٰ نے وطی کو زنا کے ذریعے حرام کیاہے۔اور ہمیں عقد

① ابی بکر احمد بن علی، الرازی، الجصاص الحنفی، المتوفی:۳۷۰ھ، ص:۱۷۷، ج:۳، مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت لبنان۔

نکاح کے ذریعے اس تک پہنچنے کا حکم دیااور مال کو باطل طریقے سے کھاناہمارے لیے ممنوع قرار دیااور خریدنے اور ہبہ وغیرہ کے طریقے سے ہمارے لیے مباح کیا۔"

پس ممنوع چیز تک مشروع طریقے سے پہنچنے کا جس نے انکار کیا۔ پس اس نے اصول دین اور ان چیزوں کا انکار کیاجو شریعت سے ثابت ہیں۔

گروہ ثانیہ کی دلیل اور اس کامسکت جواب:۔

گروہ ثانیہ جو مطلقاً حیلے کو حرام گردانتے ہیں۔وہ آنے والی آیت کو بطور دلیل پیش کرتے ہیں کہ اللہ ربّ العزت نے قرآن مجید فرقان حمید میں ارشاد فرمایا:۔

"وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ۔①

ترجمہ:"اور یقیناً تمہیں معلوم ہیں وہ لوگ جنہوں نے تم میں سے ہفتہ کے دن میں سرکشی کی۔"

چونکہ یہود پر اللہ ربّ العزت نے ہفتہ کے دن شکار کرنا حرام قرار دیا تھا۔اور انہوں نے حیلوں اور بہانوں سے پھر بھی شکار کیا۔اور عذاب الیم کے مستحق ہو کر بندر بنا دیئے گئے اسی بناء پر حیلے ناجائز وحرام ہیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب:۔

جواب میں ہم اتنا عرض کرنا چاہتے ہیں کہ دراصل یہ حیلہ حرام کام کے لیے تھا۔اور ہم نے اقسام حیلہ میں واضح طور پر بیان کیاہے کہ حرام کام میں حیلہ جائز نہیں۔ جبکہ مشروع کام کے لیے جمہور فقہاء ومحدثین اور مفسرین نے اس کو جائز قرار دیاہے۔

اس آیت کے تحت علامہ آلوسی فرماتے ہیں:۔

علامہ آلوسی مذکورہ آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:۔

"واستدل بهذه الآية على تحريم الحيل فى الأمور التى

① سورۃ البقرہ، آیت:۶۵۔

لم تشرع كالربا ولذلك ذهب الامام مالك فلاتجوز عنده بحال، قال الكواشي جوزها أكثرهم مالم يكن فيها ابطال حق اواحقاق باطل وأجابو عن تمسك بالآية فانها ليست حيلة وانما هي عين المنهي عنه لأنهم انما نهو عنه اخذها ولايخفى مافى هذا الجواب۔①

اس آیت کریمہ ن میں ان حیلوں کی حرمت پر استدلال کیا گیا ہے جو امور مشروع نہیں جیسے سود (وغیرہ) اور امام مالک علیہ الرحمۃ کا بھی یہی مذہب ہے۔ ان کے نزدیک کسی حال میں بھی یہ (حیلہ) جائز نہیں ہوگا اور کواشی نے کہا ہے کہ جب تک (حیلہ کی وجہ سے) احقاق باطل یا ابطال حق نہ پایا جائے تو اکثر نے اس کو جائز قرار دیا ہے۔ اور انہوں نے اس آیت سے استدلال (کرنے والوں) کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ حیلہ نہیں ہے۔ بلکہ عین منہی عنہ ہے کیونکہ انہیں (مچھلیوں کے) پکڑنے سے منع کیا گیا (اور) اس جواب میں کوئی چیز مخفی نہیں۔

علامہ مفتی محمد شفیع دیوبندی کے تفسیری نکات:۔

اور علامہ مفتی محمد شفیع دیوبندی نے اپنی تفسیر معارف القرآن میں اس آیت کریمہ کے تحت جو تفسیری نکات درج کیے ہیں وہ بھی من و عن ہدیہ قارئین کیے جاتے ہیں۔ مفتی صاحب تفسیر میں رقم طراز ہیں:۔

”اس آیت میں یہودیوں کے جس اعتداء یعنی حدود سے تجاوز کا ذکر کر کے اسکو سبب عذاب بتلایا گیا ہے۔ روایات سے ثابت ہے کہ وہ صاف طور پر حکم شرعی کا ابطال لاز

① آلوسی، علامہ، ابی الفضل شہاب الدین السید محمود البغدادی التوفی، ۱۲۷۰ھ روح المعانی، ج:۲۳، ص:۲۰۹، داراحیاء التراث العربی بیروت لبنان الطبعۃ الرابعۃ، ۱۹۸۵م۔

م آتا تھا۔ مثلاً ہفتہ کے دن مچھلی کی دم میں ایک ڈور کا پھندا لگا کر دریا میں چھوڑ دیا۔ اور یہ ڈور زمین پر کسی چیز سے باندھ دی۔ پھر اتوار کے روز اس کو پکڑ کر کھالیا۔ تو یہ ایک ایسا حیلہ ہے جس میں حکم شرعی کا ابطال بلکہ ایک قسم کا استہزاء ہے اس لیے ایسا حیلہ کرنے والوں کو بڑا سرکش، نافرمان قرار دے کر ان پر عذاب آیا۔

مگر اس سے ان فقہی حیلوں کی حرمت ثابت نہیں ہوتی جن میں سے بعض خود رسول اللہ ﷺ نے بتلائے ہیں۔ مثلاً ایک سیر عمدہ کھجور کے بدلے میں دو سیر خراب کھجور خریدنا سود میں داخل ہے مگر اس سے بچنے کا ایک حیلہ خود رسول اللہ ﷺ نے یہ بتلایا کہ جنس کا تبادلہ جنس سے نہ کرو۔ قیمت کے ذریعے خرید و فروخت کر لو۔ مثلاً دو سیر خراب کھجوریں دو درہم میں فروخت کر دو پھر ان دو درہموں میں سے ایک سیر عمدہ کھجور خرید لو۔ تو یہاں حکم شرعی کی تعمیل مقصود ہے ابطال نہ مقصود ہے نہ واقع ہے۔ اسی طرح بعض دوسرے مسائل میں بھی فقہاء نے حرام سے بچنے کی بعض ایسی ہی تدبیریں بتلائی ہیں ان کو یہودیوں کے حیلوں کی طرح کہنا اور سمجھنا غلط ہے۔①

سید امیر علی ملیح آبادی کے نکات:۔

بحر العلوم علامہ سید امیر علی ملیح آبادی کا اپنی ضخیم ترین مستند تفسیر مواہب الرحمٰن میں حیلہ پر بحث کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ ”جمہور علماء نے کہا ہے کہ حیلہ شرعی جائز ہونا اس نیت خالص سے کہ اس حیلہ سے کسی غیر کا حق تلف نہ ہو اور خود مجبوری کی حالت میں حرام سے بچ جاوے یا حلال تک پہنچ جاوے حتی کہ کسی کی حق تلفی ہو، یا خود شرارت کی نیت ہو تو حرام ہونے پر اجماع ہے۔②

① مفتی محمد شفیع، تفسیر معارف القرآن، ج:۱، ص:۲۴۲، ۲۴۳، مطبوعہ ادارۃ المعارف کراچی۔

② علامہ سید امیر علی ملیح آبادی، تفسیر مواہب الرحمن، پارہ:۲۲، ص:۱۹۰، مکتبہ رشیدیہ، ۱۳۲اے شاہ عالم مارکیٹ لاہور

شرعی وغیر شرعی لحاظ سے حیلہ کی دو قسمیں:۔

حیلے کی بحث کے دوران ہمارے سامنے دو قسم کی آیات کریمہ آئیں ہیں۔

پہلی آیت کریمہ میں اللہ ربّ العزت نے حیلے کا طریقہ ارشاد فرمایا ہے! ارشاد خداوندی ہے: "وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ۔

ترجمہ: "اور (فرمایا) اپنے ہاتھ میں ایک جھاڑو لے کر اس سے مار دو اور قسم نہ توڑو۔"

جبکہ دوسری آیت کریمہ میں حیلہ کرنے والوں پر عذاب الیم نازل فرمایا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:۔

"وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ۔ [1]

ترجمہ: "اور یقیناً تمہیں ان لوگوں کا علم بھی ہے جو تم میں سے ہفتہ کے بارے میں حد سے بڑھ گئے۔"

اس لحاظ سے حیلہ کی دو صورتیں بن گئیں: ۱: خواہش نفسانی کے لیے ۲: ضرورت شرعی کو پورا کرنے کے لیے۔

(۱) خواہش نفسانی کے لیے اور یہ اب بھی منع ہے۔ دوسری آیت کریمہ "وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا" "اور یقیناً تمہیں اُن لوگوں کا علم بھی ہے" اسی پر دال ہے۔ اس آیت کریمہ میں چونکہ بنی اسرائیل نے اللہ ربّ العزت کے واضح حکم کی نافرمانی کی تھی اور خواہش نفسانی کے لیے حیلہ کیا تھا اسی وجہ سے یہود عذاب الیم کے مستحق ہو کر بندر بنا دیئے گئے۔

(۲) ضرورت شرعی پورا کرنے کے لیے حیلہ کرنا اور یہ حلال ہے روا ہے اور آیت کریمہ "وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ" اسی پر دال ہے۔ اور اسی آیت میں ضرورت شرعی کو پورا کرنے کا طریقہ بتایا گیا ہے جو کہ جائز

① سورۃ البقرہ، آیت:۶۵۔

ہے اور تمام مفسرین بھی اس بات پر متفق ہیں۔

حیلہ اسقاط بھی شرعی حیلہ ہے:۔

فقہاء کرام کا تجویز کردہ "حيلة الاسقاط لأرواح الأموات" بھی شرعی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے کیا جاتا ہے اور وہ یہ کہ انسان، بیماری، شیخوخت یا دیگر معذوری کی بناء پر ادا و قضا پر قادر نہ ہو۔ تو فدیہ دے۔ اور اگر فدیہ کثیر ہو اور مال قلیل ہو تو حیلہ کرے۔ یا جس کے کچھ نماز، روزے وغیرہ اتفاقاً فوت ہو گئے قضاء کرنے کا موقع نہ ملا اور موت کے وقت وصیت کی لیکن اس کے ترکہ میں اتنا مال نہیں جس سے تمام فوت شدہ نماز روزہ وغیرہ کا فدیہ ادا کیا جاسکے۔ تو شرائط کے مطابق حیلہ کرے۔ تاکہ اس سے ارواح مردگان محظوظ ہوں اور عقاب کثیر سے بعوض مال یسیر خلاصی پا سکیں۔ اور یہ حیلہ مردے کے لیے باعث نجات اور نیل درجات بن سکے۔

امداد کر منصور شد:۔

ضرورت شرعی یہی ہے کہ کسی مسلمان بھائی کے ساتھ کسی مشکل میں مدد کرے تاکہ تعاونوا علی البر والتقویٰ پر عمل کیا جاسکے۔ اور کسی بھائی کی مشکل میں مدد کرنے والے کی اللہ تعالیٰ مدد کرتا ہے۔ جس طرح کہ علامہ نووی علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب الاذکار میں حدیث صحیح ذکر کی ہے کہ:۔

"أن رسول الله ﷺ قال والله فی عون العبد ماكان العبد فی عون اخيه۔ [1]

"کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا!" کہ اللہ تعالیٰ بندے کی مدد میں رہتا ہے جب تک بندہ اپنے مسلمان بھائی کی مدد میں رہے۔"

① النووی، محی الدین اَبی زکریا یحی بن شرف النووی، الاذکار المنتخبۃ من کلام الابرار، ص:۳۰۹، مطبوعہ مکتبہ مصطفی البابی الحلبی بمصر۔

اور ترمذی شریف میں ہے:۔

"عن ابی هريرة عن النبی ﷺ قال من نفس عن مسلم كربة من كرب الدنيا نفس الله عنه كربة من كرب يوم القيامة ومن يسرعلی معسر فی الدنيا يسر الله عليه فی الدنيا والآخرة ومن ستر علی مسلم فی الدنيا ستر الله عليه فی الدنيا والآخرة والله فی عون العبد ماكان العبد فی عون أخيه۔①

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا! جو آدمی کسی مسلمان بھائی سے کوئی دنیوی سختی دور کرے اللہ تعالیٰ اس سے قیامت کی سختیوں میں سے کوئی سختی دور فرمائے گا۔اور جو آدمی دنیا میں کسی تنگدست کو آسانی پہنچائے اللہ تعالیٰ اسے دنیا و آخرت میں خوشحال فرمائے گا اور جو شخص دنیا میں کسی مسلمان کے عیب کی پردہ پوشی کرے اللہ تعالیٰ دنیاو آخرت میں اس کی پردہ پوشی فرمائے گا اللہ تعالیٰ بندے کی مدد میں رہتا ہے جب تک بندہ اپنے مسلمان بھائی کی مدد میں رہے۔"

مفتی محمد تقی عثمانی صاحب لکھتے ہیں:۔

مفتی صاحب اپنی کتاب "غیر سودی بینکاری" میں حیلہ کے موضوع پر لکھتے ہیں کہ:۔

"ایک عوامی تاثر یہ ہے ہر حیلہ شریعت میں ناجائز ہے یہ بات

① ترمذی، امام ابوعیسیٰ، محمد بن عیسیٰ، ترمذی شریف، ج:۲، باب ابواب البر والصلۃ، ص:۴۵۷، مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور۔

اگر فقہ سے ناواقف لوگ کہیں تو قابلِ فہم نہیں ہے، لیکن اگر اہل علم اور اہلِ فتویٰ کی طرف سے کہا جائے تو یقیناً باعث تعجب ہے کہ یوں تو تمام اہل علم نے یہ صراحت کی ہے کہ ہر حیلہ ناجائز نہیں ہوتا، کچھ حیلے جائز بلکہ باعث اجر بھی ہیں۔ خاص طور پر فقہاء حنفیہ نے واضح طور پر ایسے حیلوں کو جائز قرار دیا ہے جن کا مقصد حرام سے بچنا یا کسی تنگی سے نکلنا ہو، فقہ حنفی کی کتابیں ایسے جائز حیلوں سے بھری ہوئی ہیں، اور ہمارے دینی مدارس کی اکثریت تملیک کے جائز حیلے کی بنیاد ہی پر چل رہی ہے۔"①

① تقی عثمانی، مفتی، غیر سودی بنکاری، ص:۱۶۱، مطبعۃ، مکتبہ المعارف کراتشی۔

باب سوم

اثبات الحیلۃ فی ضیاء الحدیث وملحقاتہا

احکام شریعت اسلامیہ کا پہلا ماخذ سرچشمہ ہدایت کتاب لاریب قرآن مجید کی صراحت اور ہدایت کے بموجب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت و اتباع بھی مسلمانانِ عالم کے لیے ایک لازمی امر ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شب و روز کے معمولات، اقوال و افعال ہمارے لیے سرچشمہ ہدایت ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نمونہ حیات عالم اسلام کے لیے سرمایہ اور اسلامی شریعت کی متاع کل ہے۔ قرآنی احکام کی عملی تصویر ہمیں ضیاء بار احادیث طیبہ سے ملتی ہے کیونکہ احادیث مبارکہ کے بغیر احکام الٰہی کی تفصیلات کا جاننا اور آیات کا منشاو مراد سمجھنا محال ہے۔

احادیث مبارکہ، قرآن کی تشریحات و مرادات سے باخبر ہونے کا واحد ذریعہ ہے:۔

خلاف پیمبر کسے راہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

ترجمہ: "پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف جس نے بھی کوئی راستہ اختیار کیا وہ منزل تک نہیں پہنچ سکے گا۔"

اس لحاظ سے حدیث مبارکہ احکام شرعیہ کا دوسرا بڑا ماخذ ہے لہٰذا یہاں بھی آیات قرآن سے حیلے کے ثبوت کے بعد احادیث مبارکہ سے اثبات کو ضروری اور لازمی سمجھتے ہیں۔

حدیث نمبر ا:

"بِعِ الْجَمْعَ بِالدَّرَاهِمِ، ثُمَّ ابْتَعْ بِالدَّرَاهِمِ" سے استدلال:۔

"عَنْ أَبِی سَعِیدٍ الْخُدْرِیِّ، وَأَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اسْتَعْمَلَ رَجُلًا عَلَى خَیْبَرَ، فَجَاءَهُ بِتَمْرٍ جَنِیبٍ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: أَكُلُّ تَمْرِ خَیْبَرَ هَكَذَا، فَقَالَ: لَا وَاللّٰهِ یَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنَّا لَنَأْخُذُ الصَّاعَ مِنْ هَذَا بِالصَّاعَیْنِ وَالصَّاعَیْنِ بِالثَّلَاثَةِ، فَقَالَ: لَاتَفْعَلْ، بِعِ الْجَمْعَ بِالدَّرَاهِمِ ثُمَّ ابْتَعْ بِالدَّرَاهِمِ جَنِیبًا" وقال فی المیزان مثل ذلك۔ ①

ترجمہ: "کہ حضرت ابو سعید اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک صحابی (سواد بن غزیہ رضی اللہ عنہ) کو خیبر کا عامل مقرر کیا۔ وہ وہاں سے عمدہ قسم کی کھجوریں لائے تو نبی کریم ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا! کہ کیا خیبر کی تمام کھجوریں ایسی ہی ہیں؟ انہوں نے

① بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، ج: ۱، ص: ۲۹۳، جز: ۸، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی۔ ابو الحسین مسلم بن حجاج القشیری، المتوفی: ۲۶۱ھ، الصحیح المسلم ج: ۲، ص: ۲۶، باب الربو مطبوعہ قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی۔
خطیب العمری، علامہ ولی الدین محمد بن عبد اللہ، المتوفی: مشکوۃ المصابیح، کتاب البیوع، ص: ۲۴۵، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان عبد العزیز محدث دہلوی، الشاہ، فتاویٰ عزیزی، ج: ۲، ص: ۱۲۱، مطبوعہ رحمٰن گل پبلشرز پشاور۔

عرض کیا کہ نہیں، اللہ کی قسم یا رسول اللہ (ﷺ)! ہم اس طرح کی ایک صاع کھجور (اس سے خراب) دو یا تین صاع کھجور کے بدلے میں ان سے لے لیتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا! کہ اس طرح نہ کیا کرو، بلکہ (اگر اچھی کھجور لانی ہو تو) ردی کھجور پہلے درہم کے بدلے بیچ ڈالا کرو، پھر ان دراہم سے اچھی کھجور خرید لیا کرو۔ وزنی چیز کے بارے میں ایسا ہی فرمایا۔

علامہ شرف النووی کے آئینے میں:۔

اس حدیث مبارکہ کے تحت شارح صحیح مسلم علامہ شرف الدین النووی لکھتے ہیں:۔ "الحیلة التی یعملها بعض الناس توصلا الی مقصود الربا۔ لیس بحرام۔ ①

ترجمہ: "وہ حیلہ جس کو کچھ لوگ ربا کے مقصود تک پہنچنے کا ذریعہ سمجھتے ہیں وہ حرام نہیں۔"

علامہ طیبی کی تشریح:۔

شارح مشکوۃ علامہ شرف الدین حسین بن عبد اللہ طیبی لکھتے ہیں:۔

"احتج اصحابنا بهذا الحدیث أن الحیلة التی یعملها بعض الناس توصلا الی مقصود الربا لیس بحرام۔ ②

ہمارے اصحاب اس حدیث سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ وہ حیلہ جس کو کچھ لوگ مقصود ربا تک پہنچنے کا ذریعہ سمجھتے ہیں وہ حرام نہیں۔

ملا علی القاری رحمہ الباری اسی حدیث کے تحت لکھتے ہیں:۔

① شرف الدین النووی، شرح صحیح مسلم، ج: ۲، ص: ۲۶، باب الربوا مطبوعہ قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی۔

② طیبی، محمد، شرف الدین، حسین بن عبد اللہ بن محمد، متوفی، ۷۴۳ھ، شرح طیبی، ج: ۷، ص: ۲۱۲۸، مکتبہ نزار مصطفی، الباز مکۃ المکرمہ، الطبعۃ الاولی، ۱۹۹۷م۔

سرتاج احناف ملا علی قاری رحمہ الباری مرقات شرح مشکوۃ میں رقم طراز ہیں:۔

”ثم هذا الحديث أصل يؤسس عليه الفروع قال النووى احتج اصحابنا بهذا الحديث ان الحيلة التى يعملها بعض الناس توصلا الى مقصود الربا ليس بحرامٍ۔[①]

یہ حدیث پاک ایسی اصل ہے جس پر فروع کی بنیاد ہے امام نووی فرماتے ہیں: ”ہمارے اصحاب نے اس حدیث مبارکہ سے اس بات پر دلیل پکڑی ہے کہ وہ حیلہ جس کو کچھ لوگ ربٰا کے مقصود تک پہنچنے کا ذریعہ سمجھتے ہیں وہ حرام نہیں۔“

”مسلم و بخاری میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے ایک اور حدیث اسی مضمون کی ہے، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”جاء بلال بتمر برنى، فقال له رسول الله صلى الله عليه، وسلم: من اين هذا؟ فقال بلال: تمر كان عندنا ردىء، فبعت منه صاعين بصاع لمطعم النبى صلى الله عليه وسلم، فقال رسول الله عند ذلك: اوه عين الربا لا تفعل ولكن إذا اردت ان تشترى التمر، فبعه ببيع آخر ثم اشتر به“، لم يذكر ابن سهل فى حديثه عند ذلك۔[②]

ترجمہ: ”حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ: حضرت بلال رضی اللہ عنہ برنی کھجور لے کر آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے پوچھا: ”یہ کہاں سے

① علی القاری، علی بن سلطان محمد، متوفی، ۱۰۱۴ھ، مرقات المفاتیح کتاب البیوع، ج:۶، ص:۲۶، مکتبہ امدادیہ ملتان۔

② صحیح مسلم، حدیث نمبر:۴۰۳۸، کِتَاب الْمُسَاقَاةِ، صحیح بخاری حدیث:۲۳۱۲، کتاب الوکالہ۔

لائے ہو؟“ تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا: ہمارے پاس ردی کھجور تھی، میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کھانے کے لیے اُسے دو صاع کے عوض (اس کے) ایک صاع سے بیچ دیا۔ تو اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”مجھے افسوس ہوا! تو یہ عین سود ہے، ایسا نہ کرو بلکہ جب تم کھجور خریدنا چاہو تو اسے (ردی کھجور کو) دوسری (نقدی وغیرہ کے عوض کی گئی) بیع کے ذریعے سے بیچ دو، پھر اس (کی قیمت) سے (دوسری قسم) خرید لو۔“ ابن سہل نے اپنی حدیث میں ”اس وقت“ کے الفاظ بیان نہیں کیے۔“

حدیث نمبر ۲:۔

”أنْ يأخذوا له مائةَ شِمْراخٍ“ سے استدلال:۔

”وعن ابو امامة بن سهل بن حنيف أنه اخبره بعض أصحاب رسول الله ﷺ من الأنصار أنه اشتكى رجل منهم حتى اضننى فعاد جلده على عظم فدخلت عليه جارية لبعضهم فهش لها فوقع عليها، فلما دخل عليه رجال قومه يعودونه اخبرهم بذلك وقال استفتوالى رسول الله ﷺ فانى قد وقعت على جارية دخلت على فذكروا ذلك رسول الله ﷺ وقالوا مارأينا بأحد من الناس من الضر مثل الذى هوبه۔ لو حملناه اليك لفسخت عظامه ماهو الا جلدعلى عظم فأمر رسول الله ﷺ أن

يأخذوا له مائة شمراخ فيضربوه به ضربة واحدة۔[1]

ترجمہ: ”ابو امامہ بن سھل بن حنیف نے رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں سے ایک انصاری سے روایت کی ہے کہ ان میں سے ایک آدمی بیمار پڑ گیا یہاں تک کہ کمزوری کے باعث اس کی کھال ہڈیوں سے چپک گئی پس ان میں سے کسی کی لونڈی اس کے پاس آئی۔ جس پر وہ فریفتہ ہو گیا اور اس کے ساتھ صحبت کر بیٹھا۔ جب اس کی قوم کے آدمی اس کے پاس عیادت کے لیے آئے تو اس نے انہیں یہ بات بتائی اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ سے میرے لیے حکم پوچھئے کیونکہ میں اس لونڈی سے صحبت کر بیٹھا ہوں جو میرے پاس آئی تھی پس انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کا ذکر کیا اور کہا کہ ہم نے اس کی طرح اتنی تکلیف میں کسی کو نہیں دیکھا اور اگر ہم اسے اٹھا کر آپ ﷺ کے پاس لائیں تو اس کی ہڈیاں ٹوٹ جائیں گی۔ اس میں صرف ہڈیوں کے اوپر کھال ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سو سینکیں لے کر اسے ایک ہی ضرب لگاؤ۔“

نوٹ:۔ صاحب کنز العمال، علامہ علاؤالدین علی المتقی بن حسام الدین الھندی البرھان پوری نے بھی کنز العمال میں اسی حدیث کو الفاظ کی تبدیلی کے ساتھ ابن جریر کے حوالہ

① ابی داؤد، سلیمان بن الأشعث سجستانی، المتوفی: سنن ابی داؤد، کتاب الحدود، حدیث:۴۴۷۲، ج:۴، ص:۱۵۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت لبنان الطبعۃ الثالثۃ، ۱۹۹۹م۔
ابن ماجہ، الحافظ ابی عبد اللہ محمد بن یزید القزوینی، سنن ابن ماجہ، کتاب الحدود، حدیث:۲۵۷۴، ص:۴۱۵، دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان، الطبعۃ الثانیہ، ۲۰۰۴م۔
علاؤالدین علی المتقی بن حسام الدین الھندی البرھان فوری المتوفی، ۹۷۵ھ، کنز العمال کتاب الحدود حدیث:۱۳۵۰۶، ج:۵، ص:۴۲۵، مکتبہ التراث الاسلامی حلب الطبعۃ الاولی، ۱۹۷۱م۔

کے ساتھ نقل کی ہے۔

علامہ شوکانی کی تشریح:۔

اس حدیث کے تحت غیر مقلدین کے امام شوکانی لکھتے ہیں، پہلے العثکال کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

”العنقود من النخل الذی یکون فیه اغصان کثیرة وکل واحدة من هذه الاغصان یسمی شمراخا۔“

اور حدیث کے متعلق اپنا مافی الضمیر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

”وحديث أبی امامة فیه دلیل علی ان المریض اذالم یتحمل الجلد ضرب بعثکول او ما یشابهه ممایتحمله ویشترط ان تباشره جمیع الشمار یخ وقیل یکفی الاعتماد وهذا العمل من الحیل الجائزة شرعا وقد جوز اللّٰه مثله فی قوله (خذ بیدك ضغثا)۔[1]

اسی حدیث کے تحت شمس الحق عظیم آبادی نے اپنی تصنیف عون المعبود شرح سنن ابی داؤد میں بعینہ یہی عبارت علامہ شوکانی اور ابن ہمام کے حوالے سے نقل کی ہے۔

کھجور کا ایسا گھٹا جس میں بہت سی شاخیں ہوں اور ان میں سے ہر شاخ کو شمراخ کہا جاتا ہے۔

اور حضرت ابو امامہ کی حدیث میں اس بات پر دلیل ہے کہ مریض جب کوڑوں کو برداشت نہ کر سکے تو اس کو گھٹے یا اس جیسی کسی دوسری چیز سے مارا جائے گا جس کو وہ برداشت کر سکے۔ اور اس میں شرط یہ ہے کہ تمام شاخیں اس کو لگیں۔ اور کہا گیا ہے کہ

① شوکانی، امام محمد بن علی بن محمد، متوفی، ۱۴۵۵ھ، نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار، کتاب الحدود، ج:۷، ص:۲۸۵، مطبوعہ دار الفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع بیروت لبنان، الطبعۃ الثانیۃ، ۱۹۸۳م۔

ٹیک لگانا ہی کافی ہے اور یہ عمل شرعی طور پر جائز حیلوں میں سے ہے۔ اور اس کی مثال اللہ تعالیٰ اپنے ارشاد گرامی "وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا" میں جائز قرار دیا ہے۔

حدیث نمبر ۳:۔

"فأمره بمائة عثكول فضربه به" سے استدلال:۔

"عن سهل بن سعد ان وليدة فى عهد النبى ﷺ حملت من الزنا فسئلت من احبلك ؟فقالت أحبلنى المقعد فسئل عن ذلك فاعترف فقال النبى ﷺ انه لضعيف عن الجلد فأمر بمائة عثكول فضربه بها ضربة واحدة۔①

"سہل بن سعد سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ مبارک میں ولیدہ زنا سے حاملہ ہو گئی تو اس سے سوال کیا گیا کہ تجھے کس نے حاملہ کیا تو اس نے جواب دیا کہ مجھے اپاہج نے حاملہ کیا اپاہج سے اس بارے میں پوچھا گیا تو اس نے اعتراف کیا تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ کمزور ہے (کوڑوں کو برداشت نہیں کر سکتا) تو آپ نے سو شاخوں سے مارنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ پس اس کے ساتھ اس کو ایک ضرب لگائی۔"

دکتورہ نشوۃ العلوانی کی تشریح:۔

اسی حدیث کے تحت دکتورۃ نشوۃ العلوانی لکھتی ہیں:۔

"ومحل الشاهد فى هذا الحديث ان الضرب بالعثكال ليس هوالحد الواجب فى الاصل بدليل ان عليه الصلوة

① علاؤ الدین علی المتقی بن حسام الدین الھندی البرھان فوری، متوفی: ۹۷۵ھ، کنز العمال، کتاب الحدود، حدیث: ۱۳۵۰۴، ج:۵، ص:۴۲۶، مکتبہ التراث الاسلامی حلب، الطبعۃ الاولی، ۱۹۷۱م۔

والسلام قال لهم قبل ان يرشدهم الى هذا اضربوه حده، وانما هى واسطة شرعها الله تعالىٰ للتوصل الى اسقاط الحد فى حق مثل هذا۔۔۔ الخ۔①

ترجمہ: "اس حدیث پاک میں محل استشہاد یہ ہے کہ گھٹے کے ساتھ مارنا اصل میں حد واجب نہیں ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان کی طرف راہنمائی کرنے سے پہلے ان کو ارشاد فرمایا کہ اس پر حد لگاؤ بے شک یہ ایسا ذریعہ (واسطہ) ہے جس کو اللہ ربّ العزت نے اس جیسے آدمی کے حق میں حد کو پورا کرنے کے لیے مشروع کیا ہے اور یہ بات اس کے منافی نہیں ہے کہ یہ اس آدمی کے ساتھ خاص ہے جس کا جسم حد کی طاقت نہیں رکھتا۔ کیونکہ یہ ذریعہ اپنی خصوصیت کے ساتھ ضرورت کے وقت مشروع ہے۔ اور یہ کہنا صحیح نہیں کہ حدیث پاک میں حد اصلی کے سقوط کی علت ضرورت ہے بلکہ علت گھٹے کے ساتھ مارنا ہے رہی ضرورت تو وہ سبب ہے نہ کہ علت کیونکہ اس (ضرورت) کی اسقاط میں تاثیر ڈائریکٹ نہیں بلکہ وہ واسطہ ہے جس کے ذریعے نبی کریم ﷺ نے حکم ارشاد فرمایا۔ پس اگر یہ ثابت ہو جائے کہ جسم کا قابل برداشت نہ ہونا بغیر کسی واسطہ کے حد کو ساقط کرنے والا ہے تو یہ سچ ہے کہ ضرورت ہی اکیلی علت ہے اور کسی اور کی طرف نہ دیکھا جائے جس طرح کہ جب جھوٹ کی طرف انسان ضرورت کی وجہ سے پناہ لے تو پھر توریہ و تعریض کی کوئی ضرورت نہیں رہتی لیکن حدیث نے اس واسطہ کے استعمال کی ضرورت پر نص بیان کی ہے اور اس پر عام حنفی، شافعی اور مالکی فقہاء متفق ہیں۔"

حدیث نمبر ۴:۔

"هاتِ، فَقَدْ بَلَغَتْ مَحِلَّها" سے استدلال:۔

"عن ام عطية رضى الله تعالىٰ عنها انها قالت بعث الى

① دکتورہ نشوۃ العلوانی، الحیل الشرعیۃ بین الحظر والاباحۃ، ص:۳۹، مطبوعہ دار اقرأ دمشق، الطبعۃ الاولی، ۱۴۳۲ھ۔

نسیبة الانصاریة بشاة فارسلت الی عائشة منها فقال
النبیﷺ عندکم شئ فقالت لا الا ماارسلت به نسیبة
من ذلك الشاة فقال هات فقد بلغت محلها۔①

ترجمہ: "حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا! نسیبہ انصاریہ کے پاس ایک بکری بھیجی گئی تھی انہوں نے اس میں سے کچھ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا نبی کریم ﷺ نے پوچھا: تمہارے پاس کچھ ہے؟ تو فرمایا! نہیں سوائے اس کے جو نسیبہ نے اس بکری سے بھیجا ہے تو فرمایا: لاؤ وہ اپنی جگہ پہنچ چکی۔"

تشریح:۔

شارحین حدیث لکھتے ہیں کہ یہ بکری زکوٰۃ کی تھی جو رسول اللہ ﷺ نے حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا کو دی تھی۔ ام عطیہ ہی کا نام نسیبہ ہے ام عطیہ نے اس بکری کو لے لیا، زکوٰۃ ادا ہوگئی اور وہ اس کی مالک ہوگئیں۔ انہوں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو دیا۔ یہ ہدیہ ہوا۔ اس لیے سرکار دوعالم ﷺ نے اسے تناول فرمایا۔

فقد بلغت محلها کا مطلب یہی ہے کہ مستحق نے لے لیا زکوٰۃ ادا ہوگئی اب وہ مالک جسے چاہے دے دوسرے کے لیے ہدیہ اور عطیہ ہو گا۔ جس طرح کہ علامہ نووی نے اس کی تشریح کی ہے۔

① بخاری، محمد بن اسماعیل، التوفی: الصحیح بخاری، ج:۱، ص:۱۹۴، کتاب الزکوٰۃ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔
ابو الحسین، مسلم بن حجاج القشیری، التوفی، ۲۶۱ھ، الصحیح مسلم، ج:۱، ص:۳۴۵، کتاب الزکوٰۃ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

علامہ نووی کی تشریح:۔

فرماتے ہیں:۔

"ان الصدقة اذاقبضها المتصدق علیه زال عنها وصف الصدقة وحلت لكل احد ممن كانت الصدقة محرمة علیه۔①

ترجمہ: "جب فقیر (مسکین) صدقہ پر قبضہ کر لے تو اس سے صدقہ کا نام ختم ہو جاتا ہے اور ہر اس آدمی کے لیے وہ حلال ہو جاتا ہے جس پر پہلے حرام تھا۔"

"حیلہ شرعیہ کی مذکورہ حدیث بھی اصل ہے۔ ضرورت شرعیہ کے وقت اس قسم کا حیلہ کرنے کی اجازت ہے۔ یہاں سرکار دوعالم ﷺ کو اس کی حاجت تھی اس لیے امت کی تعلیم اور آسانی کی خاطر اس پر عمل فرمایا۔ بلاضرورت شرعیہ زکوٰۃ فطرے کی رقوم مستحقین کے علاوہ میں صرف کرنا سخت مذموم ہے۔ (نزہۃ القاری)

مذکورہ حدیث مبارکہ سے اس بات کا بھی ثبوت ملتا ہے کہ الشریفہ خاندان (سادات) کی زکوٰۃ و فطرے کی رقوم کے ساتھ اس طرح مدد کر سکتے ہیں کہ فطرہ وزکوٰۃ کسی فقیر کو دے دے اور وہ اس کا مالک بن کر پھر سادات کو ہدیہ اعزاز و اکرام کے ساتھ دے تو جائز ہے۔

حیلہ اسقاط للأموات میں بھی مذکورہ صورت کے مطابق عمل ہوتا ہے کہ فقیر جملہ مال کا مالک بن کر پھر وارث کو دے دیتا ہے۔

① ابو الحسین، مسلم بن حجاج القشیری، التوفی، ۲۶۱ھ، الصحیح مسلم، ج:۱، ص:۳۴۵، کتاب الزکوٰۃ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

حدیث نمبر ۵:۔

"ھو علیھا صدقۃ، وھو لنا ھدیۃ" سے استدلال:۔

"عَنْ اَنَس اَن النبیﷺ اتی بلحم تصدق بہٖ علی بریرہ فقال ھوعلھاصدقۃوھو لنا ھدیۃ۔①

ترجمہ: "حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں صدقے کا گوشت پیش کیا گیا۔ جو حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا پر صدقہ کیا گیا تھا تو فرمایا وہ بریرہ پر صدقہ ہے اور ہمارے لیے ہدیہ ہے۔"

صاحب نزہۃ القاری کی تشریح:۔

"حیلہ شرعیہ کی یہی اصل ہے۔ عند الضرورۃ زکوٰۃ فطرے اور دوسرے صدقات واجبہ کسی مستحق کو دے کر مالک بنادیں اور وہ اس پر قبضہ بھی کرے پھر وہ کسی دینی کام یا کسی بھی کارِ خیر کے لیے دے دے۔②

اس کی واضح مثال زکواۃ و فطرے کی رقوم سے مدارس دینیہ کا چلنا ہے کیونکہ دین کی بقا دینی مدارس پر اور دینی مدارس کی بقاز کواۃ و فطرے کی رقوم پر ہے۔ اس حدیث شریف سے ائمہ اعلام علماء کرام نے یہ ثابت کیا کہ قبضہ بدل جانے سے مال کا حکم بدل جاتا ہے۔ صدقہ کا گوشت جب تک حضرت بریرہؓ کے قبضے میں نہیں آیا تھا اس کا حکم یہی تھا کہ وہ صدقہ کا مال ہے۔ اب جب حضرت بریرہؓ نے وصول کالیا تو وہ اب اس کی مالک بن گئیں۔ اور جب ہو گئیں تو وہ اپنی طرف سے جس کو بطور تحفہ دیں لینا بھی جائز اور کھانا بھی جائز

① بخاری، محمد بن اسماعیل، المتوفی: الصحیح بخاری، ج:۱، ص:۲۰۲، کتاب الزکوٰۃ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔
ابو الحسین، مسلم بن حجاج القشیری، المتوفی، ۲۶۱ھ، الصحیح مسلم، ج:۱، ص: ۳۴۵، کتاب الزکوٰۃ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

② مفتی شریف الحق امجدی، نزہۃ القاری شرح بخاری، ج:۲، ص:۹۷۶، مطبوعہ فرید بک سٹال اردو بازار لاہور۔

اگرچہ مالدار ہی کیوں نہ ہو۔

شارح صحیح مسلم علامہ غلام رسول سعیدی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شرح:۔

لکھتے ہیں! حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو جو صدقہ دیا گیا تھا وہ بحیثیت صدقہ نبی کریم ﷺ کے لیے جائز نہ تھا۔ لیکن جب حضرت بریرہ رضی اللہ عنہ نے وہی مال نبی کریم ﷺ کو ہدیہ کر دیا تو مالک کی تبدیلی سے اس چیز کا حکم تبدیل ہو گیا اور اب آپ ﷺ کے لیے اس کا استعمال جائز ہو گیا۔ فقہاء نے اس حدیث سے بہت سے مسائل مستنبط کیے ہیں حیلہ اسقاط میں جب ایک ہی رقم کو بار بار مختلف لوگ مختلف اشخاص کو دیتے ہیں تو اس میں تعدد آجاتا ہے، مساجد اور مدارس میں اس حیلہ سے زکوٰۃ کی رقم لگائی جاسکتی ہے۔ مثلاً ایک شخص زکوٰۃ کی رقم کسی مستحق کو دے دے تو وہ شخص اس رقم کو اپنی طرف سے مسجد یا مدرسہ کو ہدیہ دے سکتا ہے اور مسجد یا مدرسہ میں وہی رقم لگائی جاسکتی ہے۔①

حدیث نمبر ۶:۔

"فَإِنْ لَمْ تَبْكُوا فَتَبَاكَوْا" سے حیلے کا استنباط:۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے شعب میں حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت نقل کی ہے:۔

"إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ نَزَلَ بِحُزْنٍ فَإِذَا قَرَأْتُمُوهُ فَابْكُوا فَإِنْ لَمْ تَبْكُوا فَتَبَاكَوْا۔②

ترجمہ: "بے شک یہ قرآن غم و حزن کے ساتھ نازل ہوا جب تم

① علامہ غلام رسول سعیدی، شرح صحیح مسلم، ج:۲، ص:۱۰۱۷، کتاب الزکوٰۃ مطبوعہ فرید بک سٹال اردو بازار لاہور۔

② الحافظ ابی عبد اللہ محمد بن یزید القزوینی، سنن ابن ماجہ، حدیث: ۱۳۳۷، ۲۱۹۶، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان، الطبعۃ الثانیہ، ۲۰۰۴م۔
السیوطی، امام جلال الدین، عبد الرحمن بن ابی بکر، المتوفی، ۹۱۱ھ، الاتقان فی علوم القرآن، ج:۱، ص: ۳۵۰، مطبوعہ دار الکتب العربی بیروت لبنان، الطبعۃ الاولی، ۱۹۹۹م۔

اسے پڑھو تو رویا کرو اور جب تم نہ رو سکو تو رونے والوں کی شکل بنالیا کرو۔"

اسی میں عبد الملک بن عمیر کی مرسل روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:۔

"إِنِّی قَارِئٌ عَلَيْكُمْ سُوْرَةً فَمَنْ بَكَى فَلَهُ الْجَنَّةُ فَإِنْ لَمْ تَبْكُوا فَتَبَاكُوا۔ ①

ترجمہ: "بیشک میں تمہارے سامنے ایک سورت کی تلاوت کرنے لگا ہوں، پس (اس سورت کو سن کر) جو روئے گا تو اس کے لیے جنت ہے اور اگر تم رو نہ سکو تو کم از کم رونے والی شکلیں ہی بنالو۔"

مسئلے کا استنباط:۔

احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ قرأۃ قرآن کے وقت رونا اور جو رونے کی قدرت نہ رکھتا ہو اس کے لیے رونے کی شکل بنانا اور حزن و خشوع کا اظہار کرنا مستحب ہے۔

اس سے ہمارا مسئلہ حیلہ بھی حل ہو تا ہے۔ کیونکہ جب رونے جیسی شکل بنانے پر اللہ ربّ العزت جنت جیسی نعمت عظمی سے بندے کو سرفراز فرماتا ہے۔ حالانکہ اللہ ربّ العزت جانتا ہے کہ میرا یہ بندہ روتا نہیں بلکہ رونے والی شکل بنائی ہے چاہیئے تو یہ تھا کہ بقول معترضین اس بندے نے اللہ ربّ العزت کے ساتھ دھوکہ کیا اور اس دھوکے کی اس کو سزا ملنی چاہیئے تھی نہ کہ جنت۔ لیکن اللہ ربّ العزت کریم ہے وہ سب کچھ جانتا ہے کہ چلو رویا تو نہیں لیکن رونے والی شکل تو بنائی ہے اس لیے اللہ ربّ العزت سے اس کی معافی اور نعمت عظمی سے سرفراز فرمائے جانے کی توقع ہے اور اس کی سرکار دوعالم ﷺ

① السیوطی، امام جلال الدین، عبد الرحمن بن ابی بکر، المتوفی، ۹۱۱ھ، الاتقان فی علوم القرآن، ج:۱، ص:۳۵۰، مطبوعہ دار الکتب العربی بیروت لبنان، الطبعۃ الاولی، ۱۹۹۹ء۔

نے اپنے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بھی تعلیم دی ہے۔ اسی طرح حیلہ اسقاط ہے چونکہ اصل فدیہ پر میت کے ورثاء قادر نہیں ہوتے۔ اس لیے ادائیگی فدیہ کے لیے حیلہ اسقاط کرتے ہیں۔ یہ نہ دھوکا ہے نہ فراڈ ہے ادائیگی فدیہ کے لیے حیلہ اسقاط اختیار کرنے پر اللہ ربّ العزت سے میت کے ذمہ واجبات کی معافی کی امید کی جاسکتی ہے۔ رونے کی بجائے رونے والی شکل بنانا بھی حیلہ اسقاط کی نظیر ہے۔

حدیث نمبر ۷:۔

ایمان افروز حدیث:۔

"عن ابی مسعود عن النبی ﷺ قال إذا أَنْفَقَ الرجلُ على أهله نَفَقَةً يَحْتَسِبُهَا فهی له صَدَقَةٌ"۔ ①

ترجمہ: "حضرت ابی مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار دوعالم ﷺ نے فرمایا! کہ جب کوئی آدمی اپنے اہل و عیال پر خرچ کرے تو وہ ان کے لیے صدقہ ہے۔"

تبصرہ:۔

"جب نیت بھلائی کی ہو تو پھر اگر آدمی اپنے اہل و عیال پر بھی خرچ کرے تو بھی اس کو صدقہ کا ثواب مل جاتا ہے۔ اور یہ عین حقیقت ہے کہ جب آدمی کی نیت بری ہو تو خواہ وہ ہزار بار صدقات و خیرات کیوں نہ کرے اس کو کچھ ثواب نہیں ملے گا۔ لیکن جب اس کی نیت صادق ہو تو اگر وہ اپنے نفس و اہل عیال پر بھی خرچ کرے تو اسے صدقہ کا ثواب مل جاتا ہے۔ جس طرح کہ مذکورہ حدیث میں مرقوم ہے۔ اسی طرح میت کے ورثاء اس نیت سے کہ اللہ ربّ العزت اس کی قضاء شدہ نمازیں وغیرہ اس صدقہ کی برکت

① بخاری، محمد بن اسماعیل، المتوفی: الصحیح بخاری، ج:۱، ص:۱۳، کتاب الایمان مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔
ابو الحسین، مسلم بن حجاج القشیری، المتوفی: ۲۶۱ھ، الصحیح مسلم، ج:۱، ص:۳۲۴، کتاب الزکوۃ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی

سے معاف فرمادے اور وہ حیلہ کریں توان شاء اللہ ربّ العزت اسے معاف فرمادے گا۔"

حدیث نمبر۸:۔

"عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَرَكَ الْجُمُعَةَ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَصَدَّقْ بِدِينَارٍ فَإِنْ لَمْ يَجِدْ فَبِنِصْفِ دِينَارٍ۔"

ترجمہ: "حضرت سمرۃ بن جندب سے روایت ہے رسول کریم ﷺ نے فرمایا!"جس شخص نے ایک جمعہ بلاعذر ترک کیا تو چاہیے کہ وہ ایک دینار صدقہ کرے اگر طاقت نہ رہے تو نصف دینار صدقہ کرے۔①

جمعہ کی چونکہ قضاء نہیں ہے اس واسطے صدقہ ہے۔ اور ایک دینار یا نصف دینار ادا کرنا ترک جمعہ کا معاوضہ یا قیمت نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس صدقہ کے حیلہ سے ترک جمعہ کے گناہ کو معاف فرمانے کی سبیل پیدا فرمائی، حیلہ اسقاط بھی اسی غرض سے کیا جاتا ہے۔

قرب قبور الصالحین کے پاس دفن ہونا باعث خیر وبرکت:۔

آدمی کی وفات کے بعد اسکا نامہ اعمال بند ہو جاتا ہے، اس کے ورثاء اس کے لئے ایصال ثواب ہی کرسکتے ہیں، یہاں تک کہ اگر صالحین کے قبروں کے پاس اس کو دفن کیا جائے تب بھی ان کو راحت وسکون میسر ہوتا ہے، کہ ان کے قُرب کی بَرکت اسے شامل ہوتی ہے۔ اگر مَعاذَاللہ مستحقِ عذاب بھی ہوتا ہے تو وہ شَفاعت کرتے ہیں، وہ رَحمت کہ ان

① امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ، مشکوٰۃ شریف، باب الجمعۃ، ص:۱۲۱، مکتبہ امدادیہ ملتان۔
الحافظ ابی عبداللہ محمد بن یزید القزوینی، سنن ابن ماجہ، حدیث: ۱۱۲۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، لبنان، ۲۰۰۴م۔

صالحین پر نازل ہوتی ہے اسے بھی گھیر لیتی ہے۔

نیک لوگوں کی قبروں کے قریب قبر کی خواہش رکھنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں بلکہ میت کے حق میں بہتر اور فرحت وسکون کا باعث ہے، اور احادیث مبارکہ میں اس کی ترغیب بھی ملتی ہے کہ میت کو نیک لوگوں کے درمیان دفن کیا جائے۔ چند دلائل پیش خدمت ہیں:۔

حدیث مبارکہ ہے کہ:۔

عن أبي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه و سلم ادفنوا موتاكم وَسَطَ قومٍ صالحين فإن الميتَ يتأذى بجار السُّوء كما يتأذى الحيُّ بجار السوء۔①

ترجمہ: "حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے مردوں کو نیک صالح لوگوں کی قبور کے درمیان دفن کیا کرو، اس لیے کہ میت کو برے ہمسایوں سے اس طرح تکلیف ہوتی ہے جس طرح زندوں کو برے ہمسایوں سے تکلیف ہوتی ہے۔"

حافظ زین الدین محمد بن تاج العارفین المناوی (متوفی ۱۰۳۱ھ) اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں:۔

فيندب لولي الميت أن يقصد به قبور الصالحين ومدافن أهل الخير فيدفنه معهم وينزله بإزائهم ويسكنه في جوارهم تبركا وتوسلا بهم۔②

ترجمہ: "میت کے ولی کے لیے یہ بات مستحب ہے کہ میت

① حلیۃ الاولیاء لابی نعیم الاصبہانی: ج:۶، ص:۳۵۴۔
② فیض القدیر شرح الجامع الصغیر: ج:۱، ص:۲۲۹۔

کو دفن کرنے کے لیے صالحین اور نیک لوگوں کی قبور کا قصد کرے اور میت کو ان کی قبور کے قریب دفن کرے تاکہ ان کی برکت اور وسیلہ حاصل کرے۔"

دوسری حدیث مبارکہ ہے:۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "صحیح البخاری" میں نے ایک باب قائم کیا ہے:۔ "بَابُ مَا جَاءَ فِی قَبْرِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَأَبِی بَکْرٍ وَعُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا۔"[1]

اس باب کے تحت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث نقل کی ہے:۔

عَنْ عَمْرِو بْنِ مَیْمُونٍ الْأَوْدِیِّ قَالَ رَأیت عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ یَا عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ عُمَرَ اذْہَبْ إِلَی أُمِّ الْمُؤْمِنِینَ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا فَقُلْ یَقْرَأُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عَلَیْکِ السَّلَامَ ثُمَّ سَلْہَا أَنْ أُدْفَنَ مَعَ صَاحِبَیَّ قَالَتْ کُنْتُ أُرِیدُہُ لِنَفْسِی فَلَأُوثِرَنَّہُ الْیَوْمَ عَلَی نَفْسِی فَلَمَّا أَقْبَلَ قَالَ لَہُ مَا لَدَیْکَ قَالَ أَذِنَتْ لَکَ یَا أَمِیرَ الْمُؤْمِنِینَ قَالَ مَاکَانَ شَیْءٌ أَہَمَّ إِلَیَّ مِنْ ذَلِکَ الْمَضْجَعِ (الْمَضْجِعِ) فَإِذَا قُبِضْتُ فَاحْمِلُونِی ثُمَّ سَلِّمُوا ثُمَّ قُلْ یَسْتَأْذِنُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَإِنْ أَذِنَتْ لِی فَادْفِنُونِی وَإِلَّا فَرُدُّونِی إِلَی مَقَابِرِ الْمُسْلِمِینَ۔[2]

ترجمہ: "حضرت عمرو بن میمون اَودی رضی اللہ عنہ سے روایت

---

① صحیح البخاری: ج:۱۔ ص:۶۳۱۔
② صحیح البخاری: ج:۱۔ ص:۶۳۳۔

ہے کہ میں نے دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (بوقتِ وصال اپنے صاحبزادے سے) فرمایا: اے عبد اللہ بن عمر! ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس جاؤ اور ان سے عرض کرو کہ عمر بن خطاب آپ کو سلام کہتا ہے اور عرض کرتا ہے کہ مجھے میرے دونوں رفقاء کے ساتھ (روضہ رسول ﷺ میں) دفن ہونے کی اجازت دی جائے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے جب ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ درخواست پیش کی تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: وہ جگہ میں اپنے لیے رکھنا چاہتی تھی لیکن آج میں انہیں (یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو) اپنے اوپر ترجیح دیتی ہوں۔"

جب حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما واپس لوٹے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے دریافت فرمایا: کیا خبر لائے ہو؟ انہوں نے عرض کیا: اے امیر المومنین! ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ کے لیے اجازت دے دی ہے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس (متبرک و مقدس) مقام سے زیادہ میرے لے (بطور آخری آرام گاہ) کوئی جگہ اہم نہیں تھی۔ تو جب میرا وصال ہو جائے تو مجھے اٹھا کر وہاں لے جانا اور سلام عرض کرنا۔ پھر عرض کرنا (آقا!) عمر بن خطاب اجازت چاہتا ہے۔ اگر مجھے اجازت مل جائے تو وہاں دفن کر دینا ورنہ مجھے عام مسلمانوں کے قبرستان میں لے جا کر دفن کر دینا۔"

صحیح البخاری کی اس روایت کی شرح میں حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (متوفی ۸۵۲) لکھتے ہیں:۔

وَفِیہِ الْحِرْصُ عَلَی مُجَاوَرَۃِ الصَّالِحِینَ فِی الْقُبُورِ طَمَعًا

فِی إِصَابَةِ الرَّحْمَةِ إِذَا نَزَلَتْ عَلَيْهِمْ۔①

ترجمہ: ”اس حدیث میں اس بات کا ثبوت ہے کہ انسان کو صالحین کی قبور کے پڑوس میں اپنی قبور بنانے کا خواہشمند ہونا چاہیئے اور اس کا شوق رکھنا چاہیے اس امید ونیت کے ساتھ کہ صالحین پر نازل ہونے والی رحمت اس بندے کو بھی پہنچے گی۔

شارح بخاری محقق امام محدث وفقیہ علامہ اَبو محمد محمود بن اَحمد بن موسی بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۸۵۵ھ) لکھتے ہیں:۔

”ذکرمَا يُسْتَفَادُ مِنْهُ فِيهِ الْحِرْص على مجاورة الصَّالِحين فِي الْقُبُور طَمَعا فِي إِصَابَة الرَّحْمَة إِذا نزلت عَلَيْهِم۔②

ترجمہ: ”اس حدیث سے جو باتیں ثابت ہوتی ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ انسان کو صالحین کی قبور کے پڑوس میں اپنی قبور بنانے کا خواہشمند ہونا چاہیئے اور اس کا شوق رکھنا چاہیے اس امید ونیت کے ساتھ کہ صالحین پر نازل ہونے والی رحمت اس بندے کو بھی پہنچے گی۔

علامہ ابن بطال اپنی شرح میں لکھتے ہیں کہ حدیث ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ملک الموت انسانی شکل میں موسی علیہ السلام کے پاس بھیجا میں تو موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے دعا کی کہ انہیں ایک پتھر کی مار پر ارض مقدس سے قریب کر دیاجائے۔(سَأَلَ اللهَ أَنْ يُدْنِيَهُ مِنَ الْأَرْضِ الْمُقَدَّسَةِ رَمْيَةً بِحَجَرٍ)③

اسی حدیث کے تحت آپ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:۔

”معنى سؤال موسى أن يدنيه من الأرض المقدسة والله أعلم لفضل من دُفن فى الأرض المقدسة من

① فتح الباری: ج۳۔ ص:۲۵۸۔
② عمدۃ القاری: ج:۸۔ ص:۲۳۰۔
③ رواہ البخاری، رقم حدیث:۱۳۳۹۔ ومسلم حدیث:۲۳۷۲۔

الأنبياء والصالحين، فاستحب مجاورتهم فى الممات، كما يستحب جيرتهم فى المحيا، ولأن الفضلاء يقصدون المواضع الفاضلة، ويزورون قبورها ويدعون لأهلها" انتهى۔①

موسی علیہ السلام کی دعا کا مطلب یہ ہے کہ وہ اسے مقدس سرزمین کے قریب لے جائیں۔ اور خدا بہتر جانتا ہے۔

انبیاء اور صالحین کی فضیلت کی وجہ سے جو پاک سرزمین میں مدفون ہیں، اس لیے موت میں ان کے قریب ہونا مستحب ہے (یعنی انکے قرب میں دفن ہونا) جس طرح کہ زندگی میں ان کے قریب ہونا مستحب ہے۔ کیونکہ نیک لوگ نیک مقامات پر جاتے ہیں، ان کی قبروں کی زیارت کرتے ہیں، اور ان کے لیے دعائیں کرتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ جب قبور صالحین کے پاس رحمت خداوندی کی امید پر میت کو ان کے قرب میں دفن کرنا ایک اچھا اور جائز عمل ہے اور اس سے مقصود اس میت کو راحت و آسانی اور عذاب سے بچاؤ کی امید کی جاتی ہے تو حیلہ اسقاط میں بھی میت کو عذاب سے نجات حاصل کرنے کی امید ہوتی ہے اس لیے یہ عمل بھی مستحسن عمل ہے ناجائز نہیں۔

تبصرہ بر احادیث مبارکہ:۔

پہلی حدیث مبارکہ:۔

”بِعِ الجَمْعَ بالدَّرَاهِمِ، ثُمَّ ابْتَعْ بالدَّرَاهِمِ۔“

سے واضح ہوا کہ امور غیر مشروعہ سے بچنے کے لیے حیلہ کرنا جائز ہے اسی کے تحت شارحین حدیث نے بھی وضاحت کی ہے سود ایک غیر مشروع اور حرام فعل ہے۔ اور اس کی ممنوعیت کے بارے میں سخت وعیدات کا ذکر موجود ہے تو اس سے بچنے کے لیے حیلہ مذکورہ حدیث سے ثابت ہے۔

① شرح البخاری لا ابن بطال ج:۳، صفحہ:۳۲۸۔

دوسری اور تیسری حدیث مبارکہ میں ایک ایسے مریض کے لیے حیلہ اختیار کیا گیا ہے جس کو اگر اصل حد مل جاتی تو زندگی کو خیر باد کہتا۔ لیکن سرکار دوعالم ﷺ نے ان کو حیلے کا ایسا طریقہ بتایا کہ حد کی سزا کی تکمیل بھی ہو اور انسان کی زندگی بھی بچ جائے۔

آج کل کے حکمرانوں نے تو حدود میں بڑی بڑی تبدیلیاں کی ہیں۔

جبکہ اگر احادیث مبارکہ میں دیکھا جائے تو سرکار دوعالم ﷺ نے حد کی سزا کو قائم ودائم رکھا اور اس میں کوئی کمی نہ کی بلکہ مریض کے لیے یہ حیلہ اختیار کیا کہ چونکہ اس کی زندگی خطرے میں ہے مبادا کوڑوں سے مر جائے گا اس لیے فرمایا کہ سو سینکیں لے کر اسے ایک ہی ضرب لگاؤ۔ شارح سنن ابی داؤد انہی احادیث کے تحت رقم طراز ہیں کہ:۔

"اذازنی المریض وحده الرجم بان کان محصناحد لان المستحق قتلة ورجمه فی هذه الحالة اقرب الیه وان کان حده الجلد لا یجلد حتی یبرأ لان جلده فی هذه الحالة قد یؤدی الی اهلاکه وهو غیر المستحق علیه وکان المریض لا یرجی زواله کَالسِلّ وان کان خداجا ضعیف الخلقة فعندنا وعند الشافعی یضرب بعثکال فیه مائة شمراخ فیضرب به دفعة ولابد من وصول کل شمراخ الی بدنه۔[1]

ترجمہ: "جب مریض زنا کرے اور محصن ہونے کی وجہ سے اس کی حد رجم ہو تو اس کو حد لگائی جائے گی کیونکہ وہ قتل کا مستحق ہے اور اس حالت میں رجم کرنا قتل کے زیادہ قریب ہے اور اگر اس کی حد کوڑے مارنا ہو تو اس کو صحیح ہونے تک کوڑے نہیں مارے جائیں گے کیونکہ کبھی اس حالت میں کوڑے مارنا موت کی طرف لے جاتا ہے اور وہ موت

① شمس الحق عظیم آبادی، ابو طیب محمد، عوف المعبود، شرح سنن ابی داؤد، کتاب الحدود، ج:۴، ص:۲۷۵، دار الکتب العربی بیروت لبنان۔

کا مستحق نہیں ہے۔"

اور اگر مریض سے مرض کے زائل ہونے کی امید نہ ہو جیسے کہ سل (پھیپھڑوں) کی بیماری یا ناقص ہو تو ہمارے امام اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کو ایسے گھٹے سے مارا جائے گا جس میں سو شاخیں ہوں اور اس کو ایک ہی دفعہ مارا جائے گا اور اس میں ہر شاخ کا اس کے بدن تک پہنچنا ضروری ہے۔

چوتھی اور پانچویں حدیث میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ جب کوئی شخص کسی فقیر یا مسکین کو زکوٰۃ، صدقہ، خیرات دے اور وہ اسے قبول کرے اور وہ پھر اسی شخص یا کسی دوسرے کو بطور ہدیہ، تحفہ دے تو جائز وروا ہے کیونکہ اس کی ہیئت بدل جاتی ہے احادیث مبارکہ سے یہ بات اظہر من الشمس ہے۔

چھٹی حدیث مبارکہ میں قرأۃ قرآن کے وقت رونے کی قدرت نہ رکھنے والے کے لیے رونے کی شکل بنانے پر اللہ ربّ العزت سے معافی اور نعمت عظمیٰ سے سرفراز فرمائے جانے کی توقع ہے۔ اسی طرح حیلہ اسقاط ہے کہ چونکہ اصل فدیہ پر میت کے ورثاء قادر نہیں ہوتے تو حیلہ اسقاط کر کے اللہ ربّ العزت سے میت کے ذمہ فدایا کے معافی کی امید کی جاسکتی ہے کیونکہ رونے کی بجائے رونے والی شکل بنانا حیلہ اسقاط کی نظیر ہے۔

ساتویں حدیث مبارکہ ایک ایمان افروز حدیث ہے کہ نیت سے ہی سب کچھ ہے پھر اگر آدمی اپنے اہل وعیال پر بھی خرچ کرے اسے صدقے کا ثواب مل جاتا ہے۔ حیلہ اسقاط میں ورثاء کی نیت صدقہ للمیت کی ہوتی ہے۔ اور خالصۃً اس کے ذمہ فدایا اور گناہوں کی بخشش اور اللہ کی رضا مقصود ہوتی ہے۔ ان شاء اللہ ربّ کریم اسے معاف فرما دے گا۔

آٹھویں حدیث میں ترک جمعہ پر نصف دینار صدقہ کرنا ترک جمعہ پر گناہ میں تخفیف کا سبب ہے حالانکہ نصف دینار جمعہ کے ثواب کا بدل تو نہیں مگر معاف فرمانے کی سبیل پیدا فرمایا، حیلہ اسقاط بھی اسی طرح کی سبیل ہے۔ اور آخر میں قرب صالحین میں

دفن کرنے پر میت کو فائدہ ہوتا ہے اسی طرح حیلہ اسقاط سے بھی ان شاء اللہ تعالیٰ فائدہ ہوگا۔

کان چھیدنے کارواج کب ہوا؟

علامہ ابن نجیم مصری اپنی مشہور کتاب غمز عیون البصائر شرح کتاب الاشباہ والنظائر جلد چہارم میں رقمطراز ہیں:۔

"وعن ابن عباس رضى الله عنهما أنه قال وقعت وحشة بين هاجر وسارةفحلفت سارة إن ظفرت بها قطعت عضواً منهافارسل الله تعالى جبريل عليه السلام إلى إبراهيم عليه السلام أن يصلح بينهما فقالت سارة ما حيلة يميني فاوحى الله تعالى إلى إبراهيم عليه السلام أن يأمر سارة أن تثقب اذنى هاجر فمن ثم ثقوب الأذن كذا فى التاتارخانية۔[1]

ترجمہ: "حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: ایک بار سیدتنا سارہ اور سیدتنا ہاجرہ رضی اللہ عنہما میں کچھ چپقلش ہوگئی حضرت سیدتنا سارہ رضی اللہ عنہا نے قسم کھائی کہ مجھے اگر قابو ملا تو میں حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کا عضو کاٹوں گی اللہ کریم نے حضرت جبریل علیہ السلام کو حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں بھیجا کہ ان میں صلح کروادیں حضرت سارہ رضی اللہ عنہانے عرض کی! "ما حيلة يميني" یعنی میری قسم کا کیا حیلہ ہوگا؟ حضرت سیدنا ابراھیم خلیل اللہ پر وحی نازل ہوئی کہ حضرت سارہ کو حکم

① ابن نجیم المصری، زین العابدین ابراھیم، الاشباہ والنظائر، الجزء الرابع، ص: ۲۲۰، دار لکتب العلمیۃ بیروت۔

دو کہ وہ حضرت ہاجرہ کے کان چھید دیں۔ اُسی وقت سے کان چھیدنے کارواج پڑا۔"

مزید برآں یہ کہ کتب کی ورق گردانی سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آج کل کے منکرین جو مطلقاً حیلہ کے حرام ہونے کے درپے ہیں انہیں یہ بھی علم نہیں کہ جس چیز کے ہم منکر ہیں ہمارے اسلاف اسی چیز کے قائل ہیں۔ لہٰذا ان لوگوں کو پہلے اپنے اسلاف کا عقیدہ اور کتب پڑھ لینے چاہییں تاکہ ایک امام کے پیچھے صف بندی ہوسکے۔ مذکورہ حیل کے بالکل عین مطابق حیلہ اسقاط بھی ہے۔ چونکہ میت، اداوقضاء پر قادر نہیں ہے۔ تو اسی کوتاہی، سستی پر سزاو عذاب ضرور واقع ہوگا۔ اس لیے فقہاء کرام ائمہ مجتہدین نے اس مردے سے عذاب اور اس کے ذمے جو کچھ واجب تھا کو دور کرنے کے لیے حیلہ تجویز کیا۔ تاکہ اگر ورثاء یہ حیلہ میت کی طرف سے کردیں تو بفضلہٖ تعالیٰ میت کی طرف سے عند اللہ قبول ہوگا۔

ضیاءبار آیات کریمہ اور روشن احادیث مبارکہ سے حیلہ کے اثبات کے بعد اتنا عرض کرنا کافی ہوگا کہ اکثر فقہاءو محدثین، ائمہ مجتہدین نے جواز حیلہ کو اپنی تصنیفات میں بیان کیا ہے۔

منکرین حیلہ کی حدیث سے دلیل:۔

مخالفین و منکرین حیلہ، امام بطہ اور تفسیر ابن کثیر سے حدیث مبارکہ حیلہ کی حرمت پر استدلال پیش کرتے ہیں۔

"عن ابى هريرة رضي الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لا ترتكبوا ماارتكبت اليهود فَتَسْتَحِلُّوا محارم الله بادنىٰ الحيل۔[1]

① ابن کثیر، متوفی: ۷۷۴ھ، ج: ۱، ص: ۲۹۰، دار ابن حزم لطباعۃ والنشر والتوزیع بیروت لبنان، الطبعۃ الاولی، ۱۹۹۸ء۔

ترجمہ: ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول
اللہ ﷺ نے فرمایا! جن چیزوں کے یہود مرتکب ہو چکے ہیں
تم نہ ہونا کہ اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیزوں کو ادنیٰ ادنیٰ حیلوں
سے حلال کرلینا۔۔۔اس لیے حیلے حرام ہوئے۔“

القول الصواب:۔

جواب عرض خدمت ہے کہ حرام کاموں میں حیلہ کے ناجائز ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں۔ حدیث برحق اور صحیح ہے لیکن مطلب اور سمجھ غلط ہے یہ لوگ اس حدیث مبارکہ پر جو سب حیلے قیاس کرتے ہیں وہ صحیح نہیں ہم نے پچھلے صفحات میں اقسام حیلہ میں اسی چیز کو نمایاں، جلی حروف سے ذکر کیا ہے۔ اسی حدیث مبارکہ میں صریح الفاظ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیزوں میں حیلہ کرنے سے روکا گیا ہے۔

امور مشروعہ میں حیلہ سے ممنوعیت کے الفاظ یہاں مذکور نہیں اور اگر مطلقاً حیلہ ممنوع ہوتا تو یہاں حدیث مبارکہ میں مطلقاً حیلے کے الفاظ مذکور ہوتے لیکن یہاں پر ”فستحلوا محارم اللہ بادنیٰ الحیل“ کے الفاظ یہ گواہی دے رہے ہیں کہ یہاں پر صرف حرام کاموں میں حیلہ کرنے سے روکا گیا ہے نہ کہ شرعی کاموں میں حیلہ کرنے سے۔

اور دوسری بات یہ کہ علامہ ابن کثیر نے اسی حدیث مبارکہ کو آیت کریمہ:۔

”وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ“①

کے تحت نقل کرکے اس بات کا واضح اور روشن ثبوت دیا ہے کہ یہ حدیث اس قسم کے حرام کاموں میں حیلہ کرنے کے بارے میں وارد ہے۔ نہ کہ شرعی احکام میں حیلہ کرنے کے بارے۔

لہٰذا اس حدیث مبارکہ کو سب حیل پر قیاس کرنا درست نہیں اگر شرعی اور غیر

① سورۃ البقرہ، آیت:۶۵۔

شرعی احکام دونوں کے بارے میں یہ حدیث مبارکہ ہوتی تو آیت کریمہ:۔

”وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ۔①

کے تحت بھی نقل کرتے لیکن وہاں پر نقل نہیں کی۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ خدا تعالیٰ کو دھوکہ دینا ہے خدا تعالیٰ کو دھوکہ دینا تب ہی ہوسکتا ہے کہ جب اسکا جہل ثابت کیا جائے، اس لیے کہ دھوکہ بازی سے مقصود یہی ہوتا ہے کہ حریف کے علم پر پردہ ڈال کر اپنی مطلب برآری اور غرض حاصل کرنا کہ مخاطب کو اپنی مافی الضمیر کا پتہ نہ لگے، کیا اس علام الغیوب کی شان ہے جس کی صفت ”اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ“②

”اللہ پر کچھ چھپا نہیں زمین میں نہ آسمان میں کیا وہ نہیں جانتا۔“ بندہ عاجز اب نماز، روزہ، خود ادا نہیں کرسکتا، اس کے لیے یہ حیلہ شرعی ہو رہا ہے یا یہ لوگ گناہگاروں پر خدا کی رحمت و بخشش سے ناامید ہیں حالانکہ رب کریم اپنے محبوب کو ارشاد فرماتا ہے:۔

”قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا
تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ
اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ۔③

ترجمہ: ”تم فرماؤ: اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر
زیادتی کی! اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا، بیشک اللہ سب گناہ
بخش دیتا ہے، بیشک وہی بخشنے والا مہربان ہے“۔

اور وہ ایک دانہ کو سات سو بلکہ اس سے بھی بڑھ کر بڑھا دیتا ہے اور فرمان باری تعالیٰ ”يَرْبِي الصَّدَقٰتِ“④

① سورۃ ص، آیت:۴۴۔
② سورۃ آل عمران، آیت:۵۔
③ سورۃ الزمر، آیت:۵۳۔
④ سورۃ البقرہ، آیت:۲۷۶۔

صدقوں کو بڑھا دیتا ہے اور مانعین اسقاط کا خیال محض جہالت و سفاہت ہے، پس معلوم رہے کہ حیلہ اسقاط اللہ کریم سے نہ تو دھوکہ بازی اور نہ دھوکہ دینے کی تعلیم اور نہ علماء زمانہ حال کا ایجاد کردہ بلکہ اسکی اصل قرآن وحدیث سے ایسے حیلے مسلمانوں کو نفع پہونچانے اور ممنوعات سے بچانے کے لیے علماء متقدمین کی تصانیف میں موجود ہیں۔ الغرض حیلہ اِسقاط جو تو بلا انکار و اختلاف ہر زمانہ میں معمول و منقول رہا جو چیز قرآن و حدیث میں موجود اور سلف صالحین سے ماخوذ و منقول ہو، اسے دھوکہ کہنا اپنے مسلمان بھائیوں کو دھوکہ دینا ہے۔

نظائر الحیلۃ فی الفقہ الحنفی

یہاں پر حیلہ کے وہ نظائر ذکر کئے جاتے ہیں جو فقہاء احناف نے اپنی کتب میں ذکر کئے ہیں جلیل القدر فقہاء جن میں علامہ سرخسی، علامہ ابن نجیم، علامہ نظام الدین صاحب فتاویٰ ہندیہ اور دیگر علماء نے بڑے اہتمام کے ساتھ اپنی کتب میں الگ باب دے کر بالتفصیل اس مسئلے پر بحث کی ہے۔ یہ مسئلہ اگر شریعت اسلامیہ کے متصادم ہوتا تو فقہاء ہر گز اس کو ذکر نہ کرتے۔ یہاں پر ان نظائر کے ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ بھی معلوم ہو جائے کہ حیلہ صرف میت سے اسقاط کے لیے نہیں بلکہ دیگر عبادات میں بھی حیلے کا استعمال ہوتا ہے۔ ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

وضو کے لیے حیلہ:۔

(ا): خندق له طول أكثر من عشرة أذرع وفيه ماء الا ان عرضه أقل من عشرة فعلى قول بعض المشائخ رحمهم اللّٰه تعالىٰ لايجوز التوضؤ فيه والحيلة على قول هؤلاء ان يحضر۔۔الخ۔①

ترجمہ: ”ایک خندق کا طول دس گز شرعی سے زیادہ ہے لیکن اس کا عرض دس گز شرعی سے کم ہے اور اس میں پانی ہے تو مشائخ کے قول کے مطابق اس خندق کے پانی سے وضو کرنا جائز نہیں پس ان مشائخ کے قول پر حیلہ یہ ہے کہ خندق کے قریب ایک چھوٹا گڑھا کھودے پھر خندق اور اس گڑھے کے درمیان

① علامہ نظام الدین، المتوفی:۱۱۶۱ھ، فتاویٰ عالمگیری، ج:۶، ص:۳۹۰، کتاب الحیل، مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ طوغی روڈ کوئٹہ۔

پتلی سی نہر کھودے کہ خندق سے اس گڑھے میں پانی جاری ہوسکے پس پانی خندق کا خود بخود جاری ہو جائے گا پھر چاہے خندق سے وضو کرے یا اس پتلی نہر سے وضو کرے۔"

(۲):اذااصابت النجاسة خفا أو نعلا ولم يكن لها جرم كالبول والخمر فلا بد من الغسل رطبا كا ن اويابسا والحيلة فى ذلك اذا كان رطبا ان يمشى فى التراب او الرمل حتى يلصق بعضه بالتراب ويجف ثم يمسحه بالارض فيطهر۔الخ۔①

ترجمہ:"اگر موزہ یا جوتا میں ایسی نجاست لگ گئی جس کا جسم نہیں ہے جیسے پیشاب شراب وغیرہ تو اس کا دھونا ضروری ہے۔خواہ خشک ہو یا تر اور اس کا حیلہ یہ ہے کہ اگر نجاست تر ہو تو مٹی یا ریت میں چلے حتی کہ اس میں سے مٹی سے مل کر خشک ہو جائے پھر اس کو زمین میں رگڑ ڈالے تو پاک ہو جائے گا۔ایسا ہی فقیہ ابو جعفر نے امام اعظم رحمہ اللہ سے روایت کی ہے اور ایسا ہی امام یوسف سے مروی ہے۔"

نماز میں حیلہ:۔

(۱):اذاصلى الظهرثلاث ركعات ثم أقام المؤذن وعلم المصلى انه لم يصل فى المسجد فأراد أن يصلى مع الامام ويكون فرضه ماصلى مع الامام وكره ان يفسد

① علامہ نظام الدین، المتوفی:۱۱۶۱ھ، فتاویٰ عالمگیری، ج:۶، ص:۳۹۰، کتاب الحیل، مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ طوغی روڈ کوئٹہ۔

ماصلى فالحيلة له فى ذالك۔۔۔الى آخره۔①

ترجمہ:"ایک شخص مسجد میں تین رکعت ظہر کی نماز پڑھ چکا تھا کہ مؤذن نے اقامت کہی اور اس نمازی کو معلوم ہوا کہ مسجد میں نماز باجماعت نہیں ہوئی۔پس اس نے ارادہ کیا کہ وہ امام کے ساتھ نماز پڑھے۔اور میرے فرض وہی ہوں جو میں امام کے ساتھ ادا کروں اور یہ بات اس نے مکروہ جانی کہ جس نماز کو وہ پڑھ رہا ہے بالکل برباد ہو جائے تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ چوتھی رکعت کے بعد قعدہ نہ کرے بلکہ پانچویں رکعت پڑھنے کو کھڑا ہو جائے پس پانچویں و چھٹی دو رکعت پڑھ لے۔حتی کہ یہ نماز اس کی امام اعظم و امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک نفل ہو جائے۔پس اپنی فرض نماز کو امام کے ساتھ ادا کرے۔"

الاشباہ والنظائر میں علامہ ابن نجیم نے اس مسئلے کو اختصار کے ساتھ ذکر کیا ہے لکھتے ہیں:۔

"اذاصلى الظهر اربعا فاقيمت فى المسجد فالحيلة الا يجلس على رأس الرابعة حتى تنقلب هذه الصلاة نفلا ويصلى مع الامام۔②

ترجمہ:"جب (کسی نے) ظہر کی چار رکعتیں ادا کیں اور مسجد میں نماز کھڑی ہو گئی تو حیلہ یہ ہے کہ وہ چوتھی رکعت کے آخر میں نہ بیٹھے یہاں تک کہ یہ نماز نفل ہو جائے گی اور وہ امام کے ساتھ نماز پڑھے۔"

(۲)رجل جاء الى الامام فى صلاة الفجر وخاف فوت الجماعة لواشتغل بالسنة جاز له ان يدخل فى صلاة

① علامہ نظام الدین، المتوفی:۱۱۶۱ھ، فتاویٰ عالمگیری، ج:۶، ص:۳۹۰، کتاب الحیل، مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ طوغی روڈ کوئٹہ۔

② علامہ زین الدین بن ابراھیم بن نجیم، المتوفی:الاشباہ والنظائر، ص:۳۹۷، کتاب الحیل مطبوعہ قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی۔

الامام ويترک السنة ثم يقضيها عند محمد رحمه الله تعالى۔ الخ۔①

ترجمہ: "ایک شخص نماز فجر کے لیے جماعت کی طرف آیا اور اسے یہ ڈر ہو کہ اگر میں سنتوں میں مشغول ہوا تو جماعت فوت ہو جائے گی تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ سنتیں چھوڑ کر جماعت میں شامل ہو جائے اور پھر وہ بعد از طلوع شمس اس کی قضا کرے۔ یہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہے اور وہ سورج کے طلوع ہونے سے قبل قضاء کی ادائیگی نہ کرے۔"

اور اس میں حیلہ یہ ہے کہ جب کوئی سنت فجر کو سورج کی طلوع ہونے سے قبل ادا کرنا چاہے تو وہ قبل از نماز فجر سنتوں کو شروع کر کے فاسد کر دے پھر امام کے ساتھ نماز شروع کر دے پھر جب امام فرضی نماز کی ادائیگی سے فارغ ہو جائے تو وہ سورج کے طلوع ہونے سے قبل فاسد سنتوں کی ادائیگی کرے اور مکروہ نہ ہو گی۔ اس لیے کہ اس کو فاسد کرنے سے وہ اس شخص کے ذمہ قرضہ ہو گئی یعنی اس کا قضا کرنا واجب ہوا۔ اور جس کا قضا کرنا اس کے ذمہ واجب ہو اس کا ایسے وقت قضا کرنا مکروہ نہیں اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ بات جب ہے کہ اس نے ایسی عادت نہ کر لی ہو بلکہ گاہے گاہے ایسا کرے اور اگر اس نے عادت پکڑ لی تو یہ بھی مکروہ ہے۔

زکوٰۃ کے لیے حیلہ:۔

(ا)رجل له مائتا درهم أراد أن لا تلزمه الزكوٰة فالحيلة له في ذلك ان يتصدق بدرهم قبل تمام الحول بيوم حتى

① علامہ نظام الدین، المتوفی: ۱۱۶۱ھ، فتاویٰ عالمگیری، ج:۶، ص:۳۹۰، کتاب الحیل، مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ طوغی روڈ کوئٹہ۔

يكون النصاب ناقصا في آخر الحول۔ الخ۔①

ترجمہ: "ایک شخص کے پاس اس کی ملک کے دو سو درہم ایسے شرائط کے ساتھ موجود ہیں کہ اس پر زکوٰۃ واجب و لازم آتی ہے اور اس نے چاہا کہ مجھ پر زکوٰۃ لازم نہ آئے تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ سال پورا ہونے سے ایک روز پہلے ایک درہم صدقہ کرے تا کہ سال کے تمام ہونے پر نصاب ناقص ہو یا سال کے پورا ہونے سے ایک روز پہلے ایک درہم اپنے فرزند صغیر کو ہبہ کر دے یا اپنے سب دراہم اپنے فرزند صغیر کو ہبہ کر دے یا اپنے بعض دراہم اپنی اولاد پر پھیلائے پس زکوٰۃ واجب نہ ہو گی۔"

روزے کے لیے حیلہ:۔

(ا):في العيون ولو حلف لايصوم هذا الشهر يعني شهر رمضان بثلاث تطليقات امرأته فأراد أن لا يحنث فالحيلة ان يسافر ويفطر كذا في التتارخانيه۔②

ترجمہ: "عیون میں ہے کہ ایک شخص زید نے قسم کھائی کہ اگر زید اس رمضان میں روزے رکھے تو اس کی بیوی پر تین طلاق ہیں پھر اس نے چاہا کہ قسم میں حانث نہ ہو تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ اس ماہ میں برابر سفر کرے اور افطار کرے جس طرح کہ تاتارخانیہ میں ہے۔"

① علامہ نظام الدین، المتوفی: ۱۱۶۱ھ، فتاویٰ عالمگیری، ج:۶، ص:۳۹۱، کتاب الحیل، مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ طوغی روڈ کوئٹہ۔

② علامہ نظام الدین، المتوفی: ۱۱۶۱ھ، فتاویٰ عالمگیری، ج:۶، ص:۳۹۲، کتاب الحیل، مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ طوغی روڈ کوئٹہ۔

(۲):التزم صوم شهرين متتابعين وصام رجب وشعبان فاذا شعبان نقص يوما فالحيلة أن يسافرمدة السفر فينوى اليوم الاول من شهر رمضان عماالتزم۔ ①

"کسی آدمی نے اپنے اوپر دو مہینے لگاتار روزے لازم کیے اور رجب اور شعبان کے روزے رکھے پھر شعبان ایک دن کم کا ہوا تو حیلہ یہ ہے کہ وہ سفر کی مدت تک سفر کرے پھر رمضان کی پہلی تاریخ کو رمضان کی جگہ جس روزے کو اس نے اپنے اوپر لازم کیا تھا اس کی نیت کرے۔"

نکاح کے لیے حیلہ:۔

(۱):اذا أراد الرجل أن يجدد نكاح امرأته ولا يلزمه مهر آخر بلاخلاف كيف يصنع۔۔۔الخ۔ ②

جب کوئی شخص یہ ارادہ رکھتا ہو کہ وہ اپنی بیوی کے نکاح کی تجدید کرے اسی طرح کہ اس پر دوسرا مہر جدید لازم نہ لائے۔تو کیا کرنا چاہیئے سو جاننا چاہیئے کہ اگر زید نے مثلاً ہندہ سے کسی قدر مہر معلوم پر نکاح کیا پھر دوبارہ اس سے دوسرے مہر پر نکاح کیا تو اس کے ذمہ دوسرا مہر واجب ہونے میں اختلاف ہے۔پس اگر اس نے چاہا کہ اس طرح نکاح کی تجدید کرے کہ بلا خلاف اس کے ذمہ دوسرا مہر لازم نہ آئے تو یہ کرنا چاہیئے کہ نکاح کی تجدید کرے یعنی ایجاب و قبول کرے اور مہر کا ذکر نہ کرے یا یوں کہے کہ مہر اول ہی پر تجدید نکاح کرے پس دوسرا مہر لازم نہیں آئے گا۔

① علامہ زین الدین بن ابراھیم بن نجیم، المتوفی: الاشباہ والنظائر، ص:۲۹۷، کتاب الحیل مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

② علامہ زین الدین بن ابراھیم بن نجیم، المتوفی: الاشباہ والنظائر، ص:۲۹۷، کتاب الحیل مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

طلاق کے لیے حیلہ:۔

(۱):سئل عمن قال وزوجته على سلم ان صعدت فانت طالق وان نزلت فانت طالق ماالحيلة فيها؟قال يحمل السلم وهى عليه فيوضع بالأرض أو تحمل بغير ارادتها فتوضع بالأرض۔ ①

امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ سے یہ سوال کیا گیا کہ ایک شخص کی بیوی سیڑھی پر کھڑی تھی تو اس نے کہا کہ اگر تو چڑھی تو تجھ کو طلاق ہے اور اگر تو اتری تو تجھے طلاق ہے تو اب شرعی طور پر کیا حیلہ ہو سکتا ہے تو آپ علیہ الرحمۃ نے فرمایا:اس عورت سمیت سیڑھی اٹھالی جائے اور زمین پر رکھ دی جائے یا اس کے ارادے کے بغیر اٹھا کر زمین پر رکھ دی جائے۔

(۲):اذا قال لأمراته ان اكلت من هذا الخبز فانت طالق فالحيلة لها حتى ان تأكل ولاتطلق ماروى عن ابى حنيفة رحمه الله تعالىٰ انه ينبغى لها أن تدق۔الخ۔ ②

جب کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے کہ اگر تو نے اس روٹی میں سے کھایا تو تجھے طلاق ہے تو ایسا حیلہ کہ وہ عورت اس روٹی کو کھائے اور اس پر طلاق واقع نہ ہو۔امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ سے اس طرح روایت کیا گیا ہے کہ مذکورہ عورت کو چاہیئے کہ روٹی کو چور کر کے شوربے میں ڈال کر خوب پکائے کہ بالکل اس میں مل جائے یعنی مثل لئی کے ہو جائے پھر اس کو کھائے تو مرد

① الامام شھاب الدین احمد بن حجر الھیتمی المکی الشافعی، المتوفی: ۹۷۴ھ، الخیرات الحسان، ص:۱۰۴، مطبوعہ شرکۃ دار الارقم بن ابی الأرقم للطباعۃ والنشر والتوزیع بیروت لبنان۔

② ملا نظام الدین، المتوفی: ۱۱۶۱ھ، فتاویٰ عالمگیری، ج:۶، ص:۳۹۹، کتاب الحیل مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ طوغی روڈ کوئٹہ۔

حانث نہ ہو گا۔

قدوری میں ایک اور حیلہ بتایا ہے کہ اگر اس کو خشک کر کے چور ڈالے پھر پانی کے ساتھ پی جائے تو مر د حانث نہ ہو گا اور اگر تڑکہ کر کے اس کو کھالیا تو حانث ہو گا۔

قسم کے بارے میں حیلہ:۔

علامہ شہاب الدین احمد بن حجر الہیتمی المکی الشافعی، الخیرات الحسان فی مناقب النعمان میں لکھتے ہیں۔

(ا)حلف رجل أن لا يأكل البيض ثم حلف ليأكلن مافى كم فلان فاذا هو بيض فقال تحضه دجاجة فاذا خرج منه فرخا شواه وأكله أو طبخة وأكله كله مع المرقة[1]

ترجمہ: ”ایک شخص نے قسم کھائی کہ وہ انڈا نہ کھائے گا اور پھر یہ قسم کھائی کہ جو چیز فلاں شخص کی جیب میں ہے وہ ضرور کھائے گا جب دیکھا تو وہ انڈا ہی تھا۔ امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ نے فرمایا! کہ اسے کسی مرغی کے نیچے رکھ دے اور جب بچہ نکل آئے تو اسے بھون کر کھالے یا شوربہ پکا کر مع شوربہ کھالے۔“

قربانی میں حیلہ:۔

شہر اور بڑے قصبوں میں رہنے والوں کے لیے اس شہر میں کسی بھی جگہ عید الاضحیٰ کی نماز ہونے سے قبل قربانی کا جانور ذبح کرنا درست نہیں ہے، لیکن جہاں عید کی نماز پڑھنا درست نہ ہو (یعنی دیہات اور گاؤں میں) وہاں لوگ صبح صادق کے بعد فجر کی نماز سے پہلے بھی قربانی کا جانور ذبح کر سکتے ہیں۔ اب اگر کوئی شہری آدمی عید الاضحیٰ

---

① الامام شہاب الدین احمد بن حجر الھیتمی المکی الشافعی، المتوفی: ۹۷۴ھ، الخیرات الحسان، ص: ۱۰۴، مطبوعہ شرکۃ دار الارقم بن ابی الأرقم للطباعۃ والنشر والتوزیع بیروت لبنان۔

کو قربانی میں تعجیل کرنا چاہیں تو اس کا حیلہ یہ ہے ”مصري أراد التعجيل أن يخرجها لخارج المصر فيضحى بها إذا طلع الفجر۔[1]

یعنی اگر شہری لوگ قربانی میں تعجیل کرنا چاہیں، تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ قربانی کا جانور شہر سے باہر بھیج دیں جہاں سے مسافر قصر کرنے لگتا ہے کہ وہاں فجر ہوتے ہی قربانی کر دی جائے پس قربانی جائز ہو گی پھر وہاں سے ذبح کے بعد چاہے تو شہر میں لے آئے۔

فقہاء کرام اور محدثین نے اور بھی حیل مباحہ کی مثالیں دی ہیں سمجھنے کیلئے یہی کافی ہیں۔ علامہ ابن قیم نے اعلام المؤقعین میں حیل محرمہ اور مباحہ تفصیل سے بیان کیے ہیں۔ اور مثالوں سے واضح کیا ہے بوجہ طوالت یہاں ذکر کرنا مناسب نہیں۔

اولی الامر سے مراد علماء ہیں:۔

قرآن و حدیث کے اثبات کے بعد جلیل القدر علماء کرام کا رقم کردہ طریقہ اور ان کے معمولات، حیلہ کے بارے میں اقوال آئندہ باب میں ذکر کریں گے۔ لیکن یہاں پر اس چیز کی وضاحت ضروری سمجھتا ہوں کہ اولی الامر سے مراد علماء ہیں جو شریعت اسلامیہ کے علوم وذخائر کے منبع تھے ان کی اطاعت اور ان کی کتب، اقوال پر عمل پیرا ہونا، اتفاق رائے کرنا ضروری ہے۔ قرآن مجید فرقان حمید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

”يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ۔[2]

ترجمہ: ”اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے میں سے (اہل حق) صاحبان امر کی۔“

---

① الدر المختار مع الشامیۃ، ۴۶۱/ ۹، زکریا، و۳۱۸/ ۶، کراچی، و۳۸۶/ ۹، کتاب الأضحیۃ، دار الکتاب دیوبند، مجمع الأنہر: ۴/ ۱۶۹، ۱۷۰، بیروت، البحر الرائق: ۸/ ۳۲۱، بیروت، و۳۲۱/ ۹، کتاب الأضحیۃ، دار الکتاب دیوبند، الفتاویٰ الہندیۃ: ۲۹۶/ ۵، الباب الرابع فیما یتعلق بالمکان والزمان، الفتاویٰ التاتارخانیۃ: ۴۲۲/ ۱۷، زکریا، الفتاویٰ الولوالجیۃ: ۷۹/ ۳، دار الایمان سہارنفور۔

② سورۃ النساء، آیت: ۵۹۔

اس آیت کریمہ کی رو سے اطاعت الٰہی، اطاعت رسول ﷺ کو بنیادی مستقل اور غیر مشروط حیثیت حاصل ہے۔ جبکہ اولی الامر، صاحبان امر کی اطاعت، غیر مستقل، مشروط اور پہلی دونوں اطاعتوں کے تابع قرار دی گئی ہے۔ تمام مفسرین کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اولی الامر سے مراد، فقہاء، علماء، مشائخ ہیں۔

صاحب تفسیر کبیر رقم طراز ہیں کہ:۔

"المراد العلماء الذين يفتون فی الاحکام الشرعية ويعلمون الناس دينهم۔[1]

ترجمہ: "اولی الامر سے مراد وہ علماء ہیں جو احکام شرعیہ کے فتوے دیتے ہیں اور لوگوں کو دین سکھاتے ہیں۔"

پھر دوسری جگہ رقم طراز ہیں کہ:۔

"ان اعمال الامراء والسلاطين موقوفة علی فتاویٰ العلماء، والعلماء فی الحقيقة أمراء الامراء فکان حمل لفظ اولی الامر عليهم اولی۔[2]

کیونکہ امراء اور سلاطین کے کام علماء کرام کے فتاویٰ پر موقوف ہیں اور علماء حقیقت میں حاکموں کے حاکم ہیں۔ پس اولی الامر کا لفظ علماء پر زیادہ اولیٰ ہے۔

علامہ سیوطی کے نزدیک:۔

اور علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر الدر المنثور میں اولی الامر کے تحت رقم طراز ہیں۔

---

① الامام محمد الرازی فخر الدین ابن العلامہ ضیاء الدین، المتوفی، ۶۰۴، تفسیر الفخر الرازی الشہیر بالتفسیر الکبیر، ج:۵، ص:۱۵۰، ۱۵۱، مطبوعہ دار الفکر لطباعۃ والنشر والتوزیع بیروت۔

② الامام محمد الرازی فخر الدین ابن العلامہ ضیاء الدین، المتوفی، ۶۰۴، تفسیر الفخر الرازی الشہیر بالتفسیر الکبیر، ج:۵، ص:۱۵۰، ۱۵۱، مطبوعہ دار الفکر لطباعۃ والنشر والتوزیع بیروت۔

"يعنی اهل الفقه والدين واهل طاعة الله يعلمون الناس معانی دينهم ويأمرون بالمعروف وينهونهم عن المنكر فاوجب الله طاعتهم علی العباد۔[1]

ترجمہ: "یعنی اولی الامر سے مراد صاحب فقہ و دین اور اللہ تعالیٰ کے مطیع مراد ہیں جو لوگوں کو دین کے معانی سکھاتے ہیں اور بھلائی کا حکم اور برائی سے روکتے ہیں پس اللہ تعالیٰ نے ان کی اطاعت بندوں پر لازم وضروری قرار دی ہے۔"

اور علامہ ابن جریر طبری اپنی تفسیر میں رقم طراز ہیں کہ:۔

"أُولِی الفِقهِ فی الدين والعقل۔[2]

ترجمہ: "اولی الامر سے مراد جو دین میں اور عقل کے اعتبار سے زیادہ فقیہہ ہو۔"

تفسیر مظہری میں بھی مرقوم ہے:۔

"یہ لفظ فقہاء، علماء اور مشائخ کو بھی شامل ہو گا بلکہ بدرجہ اولی ان پر صادق آئے گا کیونکہ یہ لوگ انبیاء کے وارث، اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول ﷺ کے احکام کو ذخیرہ کرنے والے ہیں۔ ابن جریر، حاکم اور دوسرے محدثین نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اولی الامر سے مراد فقیہہ اور دیندار لوگ ہیں۔"[3]

---

① السیوطی، جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر، المتوفی:۹۱۱ھ۔ تفسیر الدرر المنثور فی تفسیر الماثور الجزء الثانی، ص:۳۱۵۔ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، الطبعۃ الاولی، ۱۹۹۰ھ۔

② طبری، الامام ابی جعفر محمد بن جریر، تفسیر طبری، الجزء الخامس، ص:۲۱۶۔ دار احیاء التراث العربی، بیروت لبنان، الطبعۃ الاولی:۲۰۰۱ھ۔

③ القاضی، ثناء اللہ پانی پتی، تفسیر مظہری (اردو) ج:۲، ص:۴۰۲، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور۔

المختصر یہ کہ تمام مفسرین نے اس کا یہی معنی کیا ہے اور اس سے مراد علماء لیے ہیں کیونکہ علماء کرام کی فقہی آراء، علمی اقوال، فتاویٰ وتحقیقات اور اجتہادات کی حجیت ہمیشہ کتاب وسنت کے تابع اور مشروط ہوتی ہے۔

مذکورہ آیت کریمہ میں اطاعت الٰہی کا حکم قرآن اور اطاعت رسول ﷺ کا حکم سنت کی حجت مطلقہ پر دلالت کرتا ہے جبکہ صاحبان امر یعنی ائمہ مجتہدین کی تحقیقات، فرمودات اور اجتہادات سے جو شرعی علم کا ذخیرہ تیار ہوتا ہے۔اس کی حیثیت تیسرے اور چوتھے ماخذ کی ہے۔ جس طرح کہ علامہ صاوی المالکی نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے۔مذکورہ آیت کے تحت رقم طراز ہیں:

”وفی ھذہ الآیة اشارة لأدلة الفقه الاربعة فقوله أطیعو ا الله اشارة للکتاب وقوله وأطیعو ا الرسول اشارة للسنة واولی الأمر اشارة للاجماع وقوله تنازعتم الخ اشارة للقیاس۔[1]

ترجمہ: ”اس آیت کریمہ میں فقہ کے ادلہ اربعہ کی طرف اشارہ ہے اطیعو اللہ سے اشارہ کتاب (قرآن مجید) کی طرف ہے۔ اور اطیعو االرسول سے اشارہ سنت کی طرف ہے اور اولی الامر سے اشارہ اجماع کی طرف ہے اور تنازعتم سے اشارہ قیاس کی طرف ہے۔“

اگر کسی مسئلے پر ان چاروں دلائل شرعیہ میں سے کوئی دو باہم متخالف ہوں تو عدم تطبیق کی صورت میں ہمیشہ مقدم کو موخر پر فوقیت حاصل ہوتی ہے اور نسبتاً قوی دلیل دوسری کو منسوخ کر دیتی ہے کیونکہ قرآن وسنت سے اختلاف کرنے کا کسی کو حق حاصل

① الصاوی، احمد بن محمد المالکی، المتوفی: ھ تفسیر صاوی علی الجلالین، ج:۱، ص:۲۱۲، مطبوعہ شرکۃ ومطبعۃ مصطفی البابی والحلبی واولادہ، بمصر، ۱۹۴۱م۔

نہیں۔

شریعت مطہرہ نے فقہاء و مجتہدین کی علمی آراء، اقوال اور اجتہادات سے استفادہ کرنے کا حکم اسی صورت میں دیا ہے کہ جب کسی مسئلہ پر کتاب و سنت خاموش یا غیر واضح ہوں۔ اس لیے یہاں پر اس بحث کو شامل کیا کہ آئندہ باب میں علماء کرام کے اقوال، تحقیقات، حیلہ اسقاط کی صورت میں پیش کیے جائیں گے۔ تاکہ اگر منکرین یہ بھی کہیں کہ واضح طور پر قرآن وحدیث سے حیلہ اسقاط کا ثبوت نہیں تو علماء کے اقوال، آراء کی طرف رجوع کیا جاسکے اور کسی طرح کا شبہ باقی نہ رہے۔

باب چہارم

حیلہ اِسقاط کا پہلا طریقہ

علامہ شامی رحمہ الباری کے قلم سے:۔

سر تاج احناف علامہ ابن عابدین شامی کا شمار ان ماہر وجید علماء ربّانی میں ہوتا ہے جن کی ذہانت و فطانت اور فقہی مہارت کا شہرہ چار دانگ عالم میں ہے۔ان کا عظیم علمی و تحقیقی کارنامہ رد المختار علی در مختار کی ضخیم جلدوں کی شکل میں آج بھی دنیا کے اہل علم حضرات کے سامنے موجود ہے جس میں غواصی تبحر علمی اور تحقیقی بصیرت کی متقاضی ہے۔ اپنے وپرائے آپ کی مدح میں رطب اللسان ہیں۔ آپ نے فقہ اسلامی کے بحر بے کنار کو کوزے میں بند کر دیا ہے۔ حیلہ اسقاط کے طریقے کی ابتداء احناف کے گل سر سبد علامہ شامی کے معروف رسائل میں سے الرسالہ الثامنہ سے کرتے ہیں تاکہ سند رہے۔

”والمنصوص علیه فی المذهب وعلیه العمل ان یجمع
الوارث عشرة رجال لیس فیهم غنی ولا عبد ولا صبی
ولا مجنون ثم یحسب سن المیت فیطرح منه اثنتی
عشرة سنة لمدة بلوغة ان كان المیت ذكرا اوتسع سنین
ان كان انثی وان لم یعلم سنة فیقدر عمر الشخص

بغلبة الظن فأن لم يوقف عليه قصدالى الزيادة لان ذلك احوط ثم بعد التخمين على عمره يسقط عنه ماذكر من مدة الذكر والانثى ويخرج الكفارة عن الباقى لان ادنىٰ مدة يبلغ فيها الذكر اثنتا عشرة سنة والانثى تسع سنين هكذا ينبغى ان يفعل وان كان الشخص محافظا على صلواته احتياطا خشية ان يكون وقع خلل ولم يشعر به (ومما تعارفه الناس) ونص عليه اهل المذاهب ان الواجب اذاكثر اداروا صرة مشتملة على نقود او غيرها كجواهر اوحلى اوساعة وبنو الامر على اعتبار القيمة ولأدارة الصرة طرايق احسنها ان يعطى الوصى الصرة الى الفقير على انها فدية عن صلاة يقدرها ويقول له خذ هذه الصرة عن فدية صلاة سنة او عشر سنين مثلاً عن فلان بن فلان الفلانى او ملكتك هذه عن فدية صلوات سنة عن فلان الخ، ويقبلها الفقير ويقبضها او يعلم انها صارت ملكا له ويقول الفقير هكذا وانا قبلتها وتملكتها منك ثم يعطيها الفقير الى الوصى بطريق الهبة ويقبضها الوصى ثم يعطيها الوصى الى الفقير الآخر ويأخذها منه على نحو ما ذكر نا وهكذا يفعل الوصى حتى يستوعب الفقراء ويستوعب قدرما على الميت من الصلوات ثم يفعل كذلك عن الصوم وعن جميع ما ذكرنا من الصيام والاضحية ثم بعد تمام ذلك كله ينبغى ان يتصدق على الفقراء بشئ من ذلك المال او بما اوصى به الميت۔"

ترجمہ: "فرماتے ہیں کہ میت کے ورثاء ایسے دس آدمیوں کو

جمع کرے جس میں نہ غنی ہو، نہ غلام ہو، نہ بچہ ہو اور نہ مجنوں۔ پھر میت کی عمر کا اندازہ لگا کر اگر مرد ہو تو بارہ سال نابالغی اور اگر عورت ہو تو اس کی (ٹوٹل عمر) سے نو سال نکال دیں۔ اور اگر اس کی (میت کی) عمر کا پتہ نہ ہو تو غالب گمان سے اس کی عمر کا اندازہ لگالیں۔ اور اگر غلبہ ظن سے اندازہ نہ ہو سکے تو زیادہ (عمر) کا قصد کیا جائے۔ کیونکہ اس میں زیادہ احتیاط ہے۔ تخمین عمر کے بعد میت کی عمر سے مدت بلوغت مرد یا عورت کو کم کر دیا جائے۔ اور باقی عمر کا کفارہ دیا جائے۔ کیونکہ مرد کی ادنیٰ مدت بلوغت بارہ سال اور عورت کی نو سال اور اسی طرح اس شخص کا بھی کفارہ نکالا جائے جو نماز کا پابند ہو از روئے احتیاط اس ڈر سے کہ نماز میں کوئی خلل واقع ہوا ہو۔ اور اسے پتہ تک نہ ہو۔ اور جب واجبات زیادہ ہوں تو اس کو ایک تھیلی میں خواہ واجبات جواہر یا نقود وغیرہ پر مشتمل ہوں۔ بند کر کے دور کریں۔" اس تھیلی کا احسن دور اس طریقے کے ساتھ کیا جائے گا کہ ولی فقیر کو وہ تھیلا دے گا اس نیت کے ساتھ کہ یہ نماز کا فدیہ ہے اور کہے گا۔ کہ یہ تھیلا بطور فدیہ فلاں ابن فلاں کی طرف سے ایک سال یا دس سال نمازوں کے عوض قبول کرو۔ یا اس طرح کہے گا کہ میں نے اس تھیلے کا فلاں ابن فلاں کے ایک سال یا دس سال نمازوں کے فدیہ کے عوض مالک بنا دیا۔ اور فقیر اسے قبول کر کے قبضہ کر لے گویا وہ اس کا مالک ہو گیا۔ پھر فقیر اس طرح کہے گا کہ میں نے اس کو قبول کر لیا۔ جس کا تو نے مجھے مالک بنا دیا۔ پھر فقیر ولی کو وہ تھیلا ہبہ کرے گا۔ اور ولی پھر فقیر کو اسی طرح کہے گا کہ میں نے اس کو قبول

کر لیا جس کا تو نے مجھے مالک بنا دیا،① پھر فقیر ولی کو وہ تھیلا ہبہ کرے گا اور ولی پھر فقیر کو اسی طرح کہے۔ اسی طرح کرتے کرتے یہاں تک کہ فقراء بھی پورے ہو جائیں۔ اور میت کے ذمے، نماز، روزے وغیرہ جو تھے وہ بھی پورے ہو جائیں۔ اس کے بعد ولی کو چاہئے کہ یہ رقم فقراء میں تقسیم کرے۔ اور اگر میت کوئی چیز (مال) نہ رکھتی ہو تو ورثاء کو چاہئے کہ وہ (اپنی طرف سے) دے دیں اور اگر ورثاء کے پاس مال نہ ہو تو قرضہ لے کر حیلہ کریں یہاں تک کہ مقصود مکمل ہو جائے۔ اور اگر

① (اس وقت ہمارے بلاد میں اسی جگہ پر درج ذیل خطبہ عربی میں پڑھا جاتا ہے جو کہ مستحسن ہے۔)
كُلُّ حَقٍّ مِنْ حُقُوقِ اللّٰهِ لَزِمَ فِي ذِمَّةِ هٰذَا الْمَيِّتِ مِنَ الْفَرَائِضِ وَالْوَاجِبَاتِ وَالْمَنْذُورَاتِ وَالْكَفَّارَاتِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ، فَبَعْضُهَا أُدِّيَ وَبَعْضُهَا لَمْ يُؤَدَّ، وَالَّذِي أُدِّيَ قَبِلَهُ اللّٰهُ تَعَالَى بِفَضْلِهِ وَبِجَاهِ سَيِّدِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ ﷺ، وَاسْتِدْعَاءُ هٰذِهِ الْجَمَاعَةِ الْحَاضِرَةِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ عَمَّا لَمْ يُؤَدَّ وَبَقِيَ فِي ذِمَّتِهِ، فَبَعْضُهَا قَابِلٌ لِلْفِدْيَةِ وَبَعْضُهَا غَيْرُ قَابِلٍ لَهَا، فَالَّذِي كَانَ قَابِلًا لِلْفِدْيَةِ غَفَرَهُ اللّٰهُ تَعَالَى لَهُ وَتَجَاوَزَ عَنْهُ، وَالَّذِي كَانَ قَابِلًا لِلْفِدْيَةِ وَبَقِيَ فِي ذِمَّتِهِ أُعْطِيَتْ فِي فِدْيَتِهِ هٰذَا الْمُصْحَفُ الشَّرِيفُ مَعَ هٰذَا النَّقْدِ وَالْجِنْسِ رَجَاءً مِنَ اللّٰهِ تَعَالَى أَنْ يَقْبَلَهُ مِنْهُ وَأَنْ يَتَجَاوَزَ عَنْهُ بِمَنِّهِ وَفَضْلِهِ۔
ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے وہ تمام حقوق جو اس مرحوم کے ذمے لازم تھے، خواہ وہ فرائض ہوں، واجبات ہوں، نذریں ہوں، کفارات ہوں یا دیگر امور، ان میں سے بعض اس نے ادا کر دیئے اور بعض ادا نہ ہو سکے؛ جو ادا ہو چکے، اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اور سید الانبیاء والمرسلین ﷺ کے وسیلے سے انہیں قبول فرما لیا۔ اور مسلمانوں کی اس حاضر جماعت کی جانب سے ان حقوق کے بارے میں دعا و استدعا ہے جو ادا نہ ہو سکے اور اس کے ذمے باقی رہ گئے؛ ان میں سے بعض فدیہ کے قابل ہیں اور بعض فدیہ کے قابل نہیں۔ پس جو فدیہ کے قابل تھے، اللہ تعالیٰ انہیں معاف فرمائے اور ان سے درگزر کرے، اور جو فدیہ کے قابل تھے اور اس کے ذمے باقی رہ گئے، ان کے فدیئے میں یہ مصحفِ شریف، یہ نقد رقم اور یہ اجناس دی جا رہی ہیں، اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ اسے قبول فرمائے اور اپنے فضل و کرم سے اس مرحوم سے درگزر فرمائے۔ نوٹ: حیلہ اسقاط کے لئے کوئی مخصوص دعا لازم نہیں، عربی، اردو، پنجابی، پشتو، میں بھی یہ کلمات کہے جا سکتے ہیں۔

میت نے وصیت نہ بھی کی ہو تو ولی از روئے تبرع بھی دے سکتے ہیں۔①

علامہ شامی کی عبارت سے چند مسائل کا اثبات:۔

ابن عابدین شامی علیہ الرحمۃ کی مذکورہ عبارت سے چند مسائل کا اثبات ہو رہا ہے۔ اور یہ ہی ان اعتراضات کے جوابات ہیں جو کہ منکرین حیلہ آج کل اہل سنت پر کرتے ہیں۔ حالانکہ اہل سنت والجماعت کا کوئی بھی عمل ایسا نہیں جو اسلاف کی کتب میں ثابت و موجود نہ ہو۔ ان نادانوں کے ذہنوں میں جو بھی بات سمجھ میں نہ آئے وہ اسے ناجائز و حرام قرار دیتے ہیں۔

ذیل میں چند مسائل لکھ دیتے ہیں تا کہ مسئلہ سمجھنے میں آسانی رہے۔

دائرہ میں مالدار، بچہ اور مجنون نہ ہو:۔

علامہ شامی نے ان شرائط کا صراحتاً ذکر کیا ہے۔ اور معترضین کے لغو اعتراضات کا جواب دیا ہے۔ معترضین کہتے ہیں: ”کہ چونکہ دائرہ اسقاط میں بڑے بڑے نواب، مالدار، امیر اکٹھے ہو جاتے ہیں تو اس لیے حیلہ کا دائرہ درست نہیں؟

جواب عرض خدمت ہے کہ! صُمٌّۢ بُكْمٌ اور عُمْيٌ کو کیا نظر آئے اور کیا سنایا جائے۔ ہمارے بلاد میں بلکہ جہاں بھی اہل سنت حیلہ اسقاط کرتے ہیں وہاں ہر جنازے کے بعد یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ فقراء، غریب دائرہ اسقاط کے لیے آ جائیں تو وہاں پر وہی آ جاتا ہے جو غریب ہو، فقیر ہو اور مسکین اور صدقہ و خیرات کا مستحق ہو۔ اس لیے علامہ شامی کی عبارت کو ہم نے بھی اس مقالہ میں نمایاں کیا اور واضح الفاظ میں اس شرط کی نشاندہی کی تا کہ سند رہے۔ اور معترضین کسی غلط فہمی کا شکار نہ رہیں۔

① ابن عابدین، علامہ، سید محمد امین الدین، المتوفی: ۱۲۵۲ھ، رسائل ابن عابدین، الرسالۃ الثامنۃ، ص: ۲۱۱، ۲۱۲، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور۔

اعتراض:۔

ایک سوال یہ بھی کیا جاتا ہے کہ چونکہ فی زمانہ صدقہ وخیرات کا لینے والا اور کوئی مسکین ہے ہی نہیں لہٰذا حیلہ اسقاط کے دائرہ میں کس کو بٹھائیں، مسکین نہ ہو تو اسے چھوڑ دینا چاہیے؟ عرض یہ ہے کہ یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ گاؤں میں یا شہر میں سب لوگ مالدار و صاحب نصاب ہوں۔ یہ بات تو ناممکنات میں سے ہے۔ اور اگر بفرض محال ایسا ہو بھی جائے تو آج کل ہر شہر، ہر قریہ، ہر دیہات میں مدارس اسلامیہ موجود ہیں۔ ان کے طلباء پر دائرہ حیلہ اسقاط کریں کیونکہ طلباء ہی اس بات کے زیادہ مستحق ہیں کہ اس پر صدقہ وخیرات کیا جائے۔ کیونکہ یہی تو وابن السبیل ہیں۔ لہٰذا مذکورہ اعتراض وارد ہی نہیں ہو سکتا۔

محافظ الصلوات کے لیے حیلہ:۔

معترضین یہ اعتراض کرتے ہیں کہ پابند نماز شخص کے لیے حیلہ کی ضرورت نہیں؟ علامہ شامی نے رسائل میں اس بات کی بھی وضاحت فرمائی کہ محافظ علی الصلوات شخص کے لیے بھی حیلہ کرنا چاہیے ازروئے احتیاط "ان یکون وقع خلل ولم یشعر به" کہ اس وجہ سے کہ نماز میں کوئی خلل واقع ہوا ہو اور اسے شعور تک بھی نہ ہو۔ کیونکہ عبادات کے قبول ہونے کا کسی کو یقین کامل نہیں۔ بلکہ صرف امید ہے نیز ان کی ادائیگی میں کوتاہی، سستی کا بھی احتمال ہے اس لیے علامہ شامی نے مذکورہ جملہ فرمایا۔

اسباب کو تھیلی میں بند کرنا:۔

تھیلی و گٹھڑی سے نفرت کرنے والے حضرات کے لیے یہ عبارت مرکز توجہ ہے۔ علامہ شامی نے "اداروا صرۃ" کے صریح الفاظ سے ان کا منہ بند کر دیا ہے۔ اس عبارت سے واضح ہوا کہ مال واجبات کو کپڑے، تھیلی، گٹھڑی میں بند کرنا مستحسن ہے۔

تمام مال کا فقراء پر صدقہ کرنا ضروری نہیں:۔

فقیر جب آخر میں مال وارث کو ہبہ کر دے تو وارث کو اختیار ہے کہ جمیع مال فقراء پر صدقہ کرے یا ان کو کچھ مال دے کر راضی کرے۔ یا اتنا ہی مال تقسیم کرے جتنا

میت نے وصیت کی ہے۔ علامہ شامی فرماتے ہیں:۔

"ثم بعد تمام ذلك كله ينبغي ان يتصدق على الفقراء بشئ من ذلك المال اوبمااوصى به الميت۔"①

ترجمہ: "کہ دور کے مکمل ہونے کے بعد وارث کو چاہئے کہ اس مال میں سے کچھ فقراء پر صدقہ کرے (تقسیم کرے) یا اتنا تقسیم کرے جتنے مال کی میت نے وصیت کی ہو۔"

اور اس جگہ پر محشی بحر الرائق صاحب منحۃ الخالق لکھتے ہیں کہ:۔

"ثم يتصدق على الفقراء العشرة ماشاء من الدراهم ولا يجب تقسيم المال المذكورجميعا على الفقراء۔"②

ترجمہ: "کہ پھر دراہم میں سے جو چاہے دس فقراء پر صدقہ کرے اور تمام مال مذکور کا فقراء پر تقسیم کرنا ضروری نہیں۔"

مفتی کفایت اللہ دیوبندی حیلہ اسقاط کا طریقہ رقم کرتے ہیں:۔

"جب سب (واجبات) سے فارغ ہو جائیں تو اخیر میں خواہ فقیر وارث کو ہبہ نہ کرے لے کر چلا جائے یا ہبہ کر دے تو وارث اپنی رضامندی سے فقیر کو یہ کل چار صاع یا اس کا کوئی حصہ دے دے۔"③

---

① ابن عابدین، سید محمد امین، المتوفی: ۱۲۵۲ھ، رسائل ابن عابدین الرسالۃ الثامنہ، ص: ۲۱۲، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور۔

② ابن عابدین، سید محمد امین المتوفی: ۱۲۵۲ھ، منحۃ الخالق علی ھامش بحر الرائق، ص: ۱۶۰۱، ج: ۲، باب قضاء الفوائت مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان۔

③ کفایت اللہ، دہلوی، مفتی، کفایت المفتی، ج: ۴، کتاب الجنائز، ص: ۱۵۶، مطبوعہ دار الاشاعت اردو بازار کراچی۔

مفتی و شیخ الحدیث دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک مفتی فرید صاحب کا فتویٰ:۔

مفتی صاحب حیلہ اسقاط کے بعد مال فدیہ سے ورثاء کے خیرات کے بارے میں رقم طراز ہیں کہ حیلہ مروجہ فقدان شرط کی وجہ سے فراغت ذمہ کے لیے بے سود ہے۔ مگر یہ وارث اس مخصوص مال کا بہر حال مالک ہے۔

”اما من ابتداء الامر لعدم صحة تمليك للغير لاجل
الهزل واما بتمليك القابض الاخير على تقدير الجد۔“

ترجمہ: ”پس یہ وارث اس مخصوص مال سے رسمی یا غیر رسمی خیرات کرنے کا مجاز ہے۔ وھوالموفق۔“[۱]

واضح یہ ہوا کہ مفتی حقانیہ کے نزدیک بھی وارث اس مخصوص مال کا حیلہ کے بعد مالک ہو جاتا ہے۔ اور اسے اختیار ہے کہ وہ اس مخصوص مال سے رسمی یا غیر رسمی خیرات کرنے کا مجاز ہے۔

معلوم ہوا کہ جب فقیر وارث کو ہبہ کر دے تو وارث کی رضامندی ہے کہ کل رقم دے یا کوئی حصہ دے ہمارا بھی یہی طریقہ ہے۔

دلجوئی فقیر:۔

مال مذکورہ میں سے فقیر کی دلجوئی کے لیے ضرور کچھ دینا چاہئے۔ اسی لیے علامہ شامی علیہ الرحمۃ الباری اپنے رسائل میں رقم کرتے ہیں کہ:۔

”ثم يخرج شيئا من ذلك المال ليرضى به كل فقير بان
يدفع اليه مايطيب به نفسه وهذا يختلف باختلاف منازل
الفقراء ومنازل الناس الذين يفعل لهم الاسقاط۔[۲]

---

۱ مفتی فرید، شیخ الحدیث، فتاویٰ فریدیہ، باب قضاء الفوائت، ج:۲، ص:۲۱۷، اشاعت کنندہ مولانا حافظ حسین احمد صدیقی دار العلوم صدیقیہ زروبی ضلع صوابی۔

۲ ابن عابدین، سید محمد امین، شامی، المتوفی:۱۲۵۲ھ، رسائل ابن عابدین الرسالۃ الثامنہ، ص: ۲۱۲، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور۔

ترجمہ: ”کہ اس مال میں سے فقیر کو اتنا ہی دو جس سے وہ راضی ہو جائے تاکہ وہ اس کے دینے سے اس کے نفس کو پاک کر دے اور یہ فقراء کی منازل میں اختلاف ہونے سے اور ان لوگوں کی منازل میں اختلاف ہونے سے ہے جو اسقاط کرتے ہیں۔“

مطلب یہ ہے کہ کچھ فقیر ایسے ہوتے ہیں۔ جو میت کے ورثاء سے قدرے امیر ہوتے ہیں۔ تو اس صورت میں فقیر کو کچھ دے کر یا نہ دے کر راضی کر لیا جائے۔

اور اگر اسقاط کرنے والے ورثاء کی مالی حالت قدرے بہتر ہو تو ورثاء کو چاہئے کہ وہ فقراء کی دل کھول کر امداد کریں اور بہتر طور پر اسے راضی کر لے۔ ہمارے بلاد میں یہی طریقہ ہے کہ جب کوئی فقیر، غریب، فوت ہوا ہو تو دائرے میں بیٹھے ہوئے فقراء حیلہ کے دائرہ کے بعد رقم ورثاء کے سپرد کرتے ہیں اور ان سے کچھ نہیں لیتے۔

طریقہ نمبر ۲

حسن بن عمار الشرنبلالی صاحب نور الایضاح، مراقی الفلاح کا طریقہ:۔

آپ لکھتے ہیں کہ:۔

"ویعطیه للفقیر بقصد الاسقاط ما یرید عن المیت بقدره ثم بعد قبضه یهبه الفقیر للولی اوللاجنبی ویقبضه لتتم الهبة فیسقط عن المیت بقدره ایضا۔ وهکذا یفعل مرارا۔[①]

ترجمہ: "اور وارث فقیر کو (حیلہ) اسقاط کے ارادے سے (وہ مال والی تھیلی) دے جو (وارث فدیہ نماز، روزہ وغیرہ کا) میت کی طرف سے ساقط کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ پس اسی مقدار میت سے ساقط ہو جائے گا۔ پھر قبضہ کے بعد فقیر ولی یا اجنبی (دوسرے فقیر) کو ہبہ کرے۔ اور وہ اسی پر قبضہ کرے تاکہ ہبہ مکمل ہو جائے (اور وہ مالک ہو جائے) پس میت سے اس مقدار فدیہ ساقط ہو جائے گا اور اس طرح اس عمل کو دھرائے" (تاکہ اس کے دہرانے سے اس میت کے تمام فدیئے ساقط ہو جائیں)۔"

① الشرنبلالی، حسن بن عمار بن علی، المتوفی: ۱۰۶۹ھ، مراقی الفلاح بر حاشیہ نور الایضاح، ص: ۱۰۷، فصل اسقاط الصلاۃ والصوم، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان۔

مطلب:۔

مطلب یہ ہے کہ میت کے فدیئے کی ٹوٹل رقم ایک لاکھ روپے بنتی ہے اور وارث کے پاس ہزار روپے ہیں۔ تو سو آدمی بیٹھ جائیں اور وہ ایک شخص کو ہزار روپے میت کا ساقط کرنے کی نیت سے دے وہ دوسرے شخص کو اسی نیت سے ہزار روپے دے حتی کہ جو ننانواں شخص ہے وہ سویں شخص کو اسی نیت سے ہزار روپے دے دے یا وارث اور فقیر ایک دوسرے کو سو بار دیں تو میت کی طرف سے ایک لاکھ روپے کے حقوق ساقط ہو جائیں گے اور ان سو میں سے ہر ایک کو ہزار روپے صدقہ کرنے کا ثواب ملے گا۔

علامہ شامی علیہ الرحمۃ کے بیان کردہ طریقہ حیلہ اسقاط میں ولی اور فقیر کے مابین دور چلتا۔ لیکن علامہ شرنبلالی نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ فقراء آپس میں میت کی طرف سے دور کر سکتے ہیں۔ لہٰذا یہ دوسرا طریقہ ہوا۔

فائدہ:۔

علامہ حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی کے بیان کردہ طریقے سے ہبہ سے رجوع کا مسئلہ بھی حل ہو گیا۔ کیونکہ اس میں موہوب لہ واہب کو ہبہ نہیں کرتا بلکہ موہوب لہ دوسرے کو ہبہ کرتا ہے۔ اسی طرح آخر میں واہب اول تک پہنچ جاتا ہے۔ لیکن اسی میں واہب کا مطالبہ نہیں ہوتا۔ اور ہبہ میں رجوع کرنا بھی تو صحیح ہے۔ جس طرح کہ فقہاء کرام نے اس کی تصریح فرمائی ہے کہ جب سلب کلی کے طریقے پر رجوع ہبہ سے کوئی مانع نہ پایا جائے جس طرح کہ فقہاء کرام نے ہبہ میں موانع الرجوع ذکر کیے ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ جس طرح ہم حیلہ اسقاط میں رجوع کرتے ہیں اس میں کوئی مانع نہیں پایا جاتا۔

نور الایضاح کے حاشیہ پر دار العلوم دیوبند کے مدرس علامہ محمد اعزاز علی اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"وإن لم یف ماأوصی به المیت عما وجب علیه من

الفدية أو لم يكف ثلث ما له أو لم يوص بشيئ وأراد يوص بشيئ وأراد احد التبرع بقليل لا يكفى مخيلة لابراء ذمة الميت عن جميع ما عليه ان يدفع ذلك المقدار اليسير بعد تقديره لشيئ من صيام او صلوة و يقبضه لتتم الهبة و تملك ثم يدفعه الموهوب له للفقير بجهة الاسقاط متبرعا به عن الميت۔①

اور بعینہ اسی طرح نور الایضاح کے اردو ترجمہ اور حاشیہ پر مولانا محمد صدیق احمد انواروی کانپوری اور مزین کردہ حبیب الرحمٰن کاندھلوی نے بھی اس کی تائید و توثیق کی ہے۔②

نوٹ:۔ ہبہ کے متعلق مکمل بحث آئندہ صفحات میں پیش کریں گے۔

حیلہ بغیر وصیت کے ازروئے تبرع کرنا:۔

یہاں حیلہ کے بحث میں یہ سوال بھی ہو سکتا ہے کہ اگر میت نے وصیت نہ کی ہو تو کیا ورثاء ازروئے تبرع بھی کر سکتے ہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر میت نے وصیت نہ بھی کی ہو تو بھی ورثاء ازروئے تبرع کر سکتے ہیں۔ احادیث و آثار اور فقہاء کرام کے اقوال اسی پر شاہد ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔ مسلم شریف میں امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری، حدیث مبارکہ بیان کرتے ہیں کہ:۔

"عن عائشة ان رجلا اتى النبى ﷺ فقال يارسول الله ﷺ ان امى افتلتت نفسها ولم توص واظنها لوتكلمت تصدقت افلها اجران تصدقت عنها، قال

① محمد اعزاز علی، الاصباح علی نورالایضاح، ص:۱۰۴، مکتبہ رحمانیہ اقرأ سنٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور۔

② محمد صدیق احمد انواروی کانپوری، نشاط الارواح ترجمہ و حاشیہ نور الایضاح، ص:۷۹، مطبوعہ قرآن محل کراچی

نعم۔①

ترجمہ:"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: یارسول اللہ ﷺ میری والدہ اچانک فوت ہوگئی ہیں۔ جس کی وجہ سے وصیت نہیں کر سکیں۔ میرا گمان ہے کہ اگر وہ بولتیں تو صدقہ کرتیں! اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا انہیں اجر ملے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔"

اور امام مسلم نے مسلم شریف اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں حدیث مبارکہ نقل کی ہے کہ:۔

"عَنْ أَبِى هُرَيْرَةَ " أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِنَّ أَبِى مَاتَ وَتَرَكَ مَالًا وَلَمْ يُوصِ، فَهَلْ يُكَفِّرُ عَنْهُ أَنْ أَتَصَدَّقَ عَنْهُ؟، قَالَ: نَعَمْ۔②

ترجمہ:"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ میرے والد فوت

① مسلم، امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری، المتوفی:۲۶۱ھ، الصحیح مسلم شریف، باب وصول ثواب الصدقۃ عن المیت الیہ، ج:۱، ص:۳۲۴، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔
بخاری، امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل المتوفی:۲۵۶ھ، صحیح بخاری، ج:۱، ص:۱۸۶، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

② ابن خزیمہ، امام محمد بن اسحاق المتوفی:۳۱۱ھ، صحیح ابن خزیمہ، جزء ثانی، ص:۱۱۹۶، حدیث:۲۴۹۸، مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت۔
ابن قیم، الجوزیہ، الامام شمس الدین محمد بن ابی بکر بن ایوب الزرعی الدمشقی المتوفی:ص:۱۶۴، المسئلہ السادستہ عشر، الروح لابن قیم، مطبوعہ مکتبہ المتنبی: القاھرہ۔
مسلم امام ابو الحسین مسلم بن حجاج القشیری، الصحیح مسلم، باب وصول الصدقات الی المیت، ج:۲، ص:۴۱، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

ہو گئے انہوں نے مال چھوڑا ہے اور وصیت نہیں کی، اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا ان کے گناہوں کا کفارہ ادا ہو جائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا! ہاں۔"

علامہ نووی، شافعی، شرح صحیح مسلم میں لکھتے ہیں:۔

"واجمع المسلمون علی انه لا یجب علی الوارث التصدق عن میته صدقة التطوع بل هی مستحبة واما الحقوق المالیة الثابتة علی المیت فان کان له ترکة وجب قضاؤها منها سواء اوصی بها المیت ام لا ویکون ذلك من رأس المال سواء دیون اللّٰه تعالیٰ کالزکوٰة والحج والنذر والکفارة وبدل الصوم ونحو ذلك ودین الآدمی فان لم یکن للمیت ترکة لم یلزم الوارث قضاء دینه ولکن یستحب له ولغیره قضاءه۔①

ترجمہ: "مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ وارث پر میت کی طرف سے صدقہ کرنا واجب نہیں ہے بلکہ مستحب ہے۔ البتہ میت پر حقوق مالیہ ثابت ہوں اور اس نے مال چھوڑا ہو۔ تو ان حقوق کو ادا کرنا واجب ہے۔ خواہ میت نے ان کو ادا کرنے کی وصیت کی ہو یا نہ۔ میت کے مال سے اللہ تعالیٰ کے قرض اور حقوق ادا کئے جائیں مثلاً زکوۃ، حج، نذر، کفارہ اور روزوں کا فدیہ اسی طرح لوگوں کے قرض ادا کئے جائیں۔ اور اگر میت کا ترکہ نہ ہو تو ورثاء پر واجب نہیں ہے لیکن ورثاء اور دوسرے

① مسلم بن الحجاج بن مسلم القشیری، ۲۶۱ھ، الصحیح مسلم، ج: ۲، ص: ۴۱، باب وصول الصدقات الی المیت، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

مسلمانوں کے لیے مستحب ہے کہ وہ اپنی طرف سے تبرعاً میت کے حقوق مالیہ ادا کریں۔"

مفتی محمود (بانی جمیعت علماء اسلام) فتاویٰ محمودیہ میں حیلہ اسقاط کے بابت لکھتے ہیں:۔

"علامہ شامی نے لکھا ہے۔"وان اتخذ طعاماً للفقراء ان حسناً الخ ص، ۶۶۴۔

ج: اول، اگر کسی شخص نے نمازوں یا روزوں یا دیگر واجبات یا کفارات کے متعلق وصیت کی، تو وجوباً اگر وصیت نہ کی تو اس کا وارث تبرعاً ان واجبات کا فدیہ دے سکتا ہے۔ ہر نماز اور ہر روزہ کے لیے گندم نصف صاع پونے دو سیر انگریزی گندم یا اس کی قیمت ادا کرے۔①

اللہ ربّ العزت کے قرض کی ادائیگی:۔

احادیث مبارکہ کی روشنی میں یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوتی ہے کہ جس طرح مخلوق کے قرض کی ادائیگی ضروری ہے اسی طرح بلکہ اس سے کہیں زیادہ اللہ ربّ العزت کے قرض کی ادائیگی ضروری ہے۔ اور وہ قرض یہی ہے کہ نماز، روزہ، حج، نذر وغیرہ چھوٹ گئے ہوں تو بعد میں ادائیگی نہایت ضروری ہے۔ اس سلسلے میں بطور تبرک حدیث مبارکہ ذکر کرنے کا شرف حاصل کرتے ہیں۔

"عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: جَاءَتِ امْرَأَةٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنَّ أُخْتِي مَاتَتْ وَعَلَيْهَا صِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ، قَالَ: أَرَأَيْتِ لَوْ كَانَ عَلَى أُخْتِكِ دَيْنٌ أَكُنْتِ تَقْضِينَهُ؟ قَالَتْ: نعم قَالَ فَحَقُّ اللّٰهِ أَحَقُّ۔②

ترجمہ: "کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے پاس ایک عورت نے آکر کہا: میری بہن فوت ہو گئی اور اس پر روزے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کہ اگر اسی

① فتاویٰ محمودیہ جلد سوم صفحہ: ۱۳۵، ۱۳۶۔
② دارالقطنی، امام علی بن عمر، المتوفی: ۳۸۵ھ، سنن دارالقطنی، ج: ۲، ص: ۱۹۵، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

پر قرض ہوتا تو کیا تم ادا کرتیں؟ اس نے کہا: ہاں! آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا قرض ادائیگی کا زیادہ حق دار ہے۔"

اور بغیر وصیت کے صدقہ دینے کے بارے میں علامہ شامی قدس سرہ السامی نے اپنے رسائل میں لکھا ہے کہ:

"والی انه لولم یوص بفدائها وتبرع وارثه جازو لا خلاف انه امرمستحسن یصل الیه ثوابه۔①

ترجمہ: "کہ اگر میت نے فدیئے کی ادائیگی کے لیے وصیت نہ کی ہو اور ورثاء تبرعا دیں تو جائز ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں کیونکہ یہ امر مستحسن ہے اور اسکا ثواب اسے پہنچتا ہے۔"

یہاں تک تو بغیر وصیت کے فدیئے کی ادائیگی کے لیے حیلہ کرنا، اور صدقات و خیرات کرنے پر بحث تھی۔ اب ہم اس پر بحث کرتے ہیں کہ اگر ورثاء کے پاس مال نہ ہو تو وہ کیا کریں۔

قرضہ لے کر حیلہ کرنا:۔

اگر ولی کے پاس مال نہ ہو تو وہ قرضہ لے کر حیلہ کر دیں جس طرح کہ فقہاء کرام نے اپنی کتب میں اس مسئلے کو صراحتاً ذکر کیا ہے۔

(۱) صاحب فتاویٰ عالمگیری ملا نظام الدین لکھتے ہیں کہ:۔

"وان لم یترك مالا یستقرض ورثته نصف صاع ویدفع الی مسکین ثم یتصدق المسکین علی بعض ورثته۔ الخ۔②

---

① ابن عابدین، علامہ سید محمد امین شامی، المتوفی: ۱۲۵۲ھ، رسائل ابن عابدین الرسالہ الثامنہ: ص: ۲۱۹۱، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور۔

② ملا نظام الدین، المتوفی: ۱۱۶۱ھ، فتاویٰ ھندیہ (عالمگیری) ج:۱، ص:۱۲۵، مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ طوغی روڈ کوئٹہ۔

ترجمہ: "کہ اگر میت نے کوئی مال نہ چھوڑا ہو تو ورثاء نصف صاع قرضہ لے کر مسکین کو دیں پھر مسکین وہ مال بعض ورثاء پر صدقہ کرے۔ الی آخرہ۔"

اسی طرح کی عبارت صاحب بحر الرائق، ابن نجیم نے بھی ذکر کی ہے۔①

(۲) طحطاوی علی الدر المختار میں مرقوم ہے کہ:۔

"قوله (یستقرض وارثه) أی علی سبیل التبرع لاالوجوب والاستقراض والوارث لیسا بقید حتی لو دفع من ماله او دفع غیر الوارث صح۔②

ترجمہ: "کہ علامہ صاحب در مختار کا یہ قول "یستقرض وارثه" تبرعا (نفلا) ہے۔ نہ کہ وجوب کے طریقہ پر اور قرض اور وارث مقید نہیں یہاں تک کہ (پہلی صورت میں) وارث اپنے مال سے دے تب بھی صحیح ہے (اور دوسری صورت میں) اگر غیر وارث دے تب بھی صحیح ہے۔"

(۳) علامہ طاہر بن عبد الرشید بخاری فتاویٰ میں لکھتے ہیں کہ:۔

"وأن لم یترك ما لا یستقرض ورثته نصف صاع۔③

ترجمہ: "کہ اگر میت کوئی مال نہ رکھتی ہو تو ورثاء نصف صاع قرضہ لے (کر حیلہ کریں)۔"

---

① ابن نجیم، الشیخ زین الدین بن ابراھیم بن محمد المصری المتوفی: ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج:۲، ص:۱۶۰، باب قضاء الفوائت مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

② طحطاوی، علامہ احمد بن محمد، المتوفی: ۱۲۳۱ھ، حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار، باب قضاء الفوائت، ص:۳۰۸، مطبوعہ ندارد۔

③ طاہر بن عبد الرشید بخاری، خلاصۃ الفتاویٰ، باب قضاء الفوائت، ج:۱، ص:۱۹۲، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ سر کی روڈ کوئٹہ۔

(۴) شیخ شلبی لکھتے ہیں کہ:۔

”رجل مات وقد فاته صلاة عشرة أشهر ولم يترك مالا استقرض وارثه نصف صاع بر۔[1]

ترجمہ: ”(کہ جب) کوئی آدمی فوت ہو اور اس کی دس مہینوں کی نمازیں فوت ہو چکی ہوں اور وہ مال نہ رکھتا ہو تو ورثاء نصف صاع گندم لے کر (حیلہ کرے)۔“

(۵) علامہ خراسانی لکھتے ہیں کہ:۔

”وان لم يملك شيئا استقرض وارثه۔[2]

ترجمہ: ”کہ اگر میت کوئی چیز (مال واسباب) نہ رکھتی ہو تو ورثاء قرضہ لیں۔“

فقیر یا وصی کے ہاتھ میں تھیلی کے باقی رہنے سے احتراز:۔

علامہ شامی قدس سرہ السامی فرماتے ہیں کہ:۔

”ويجب الاحتراز من بقاء الصرة بيد الفقير او الوصى بل كل مرة يصير استلامها لكل منها ليتم الدفع والهبة بالقبض والتسليم فى كل مرة۔[3]

ترجمہ: ”اسی طرح تھیلی کا فقیر یا وصی کے ہاتھ میں باقی رہنے سے احتراز کیا جائے بلکہ ہر مرتبہ ان میں سے ہر ایک (فقیر

① شلبی، علامہ شہاب الدین احمد، حاشیہ شلبی علی تبیین الحقائق، ج:۱، ص:۳۳۸، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان۔

② خراسانی، امام شمس الدین محمد، المتوفی: ۹۶۲ھ، جامع الرموز، ج:۱، ص:۳۷۰، کتاب الصوم فصل موجب الافساد، مطبوعہ ایچ، ایم سعید کمپنی کراچی۔

③ ابن عابدین، علامہ سید محمد امین، شامی: المتوفی: ۲۱۲۵ھ، رسائل ابن عابدین، الرسالہ الثامنہ، ص:۲۲۵، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور۔

وصی) اس تھیلی کو ہاتھ لگائے تا کہ دفع اور ہبہ، قبضہ اور تسلیم کے ساتھ ہر دفعہ مکمل ہو جائے۔“

اور یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ فقیر کو مال دیتے ہوئے یہ نیت کرنی چاہئے کہ میں فقیر کو حقیقتاً اس مال کا مالک بناتا ہوں جس طرح کہ علامہ شامی نے اسی کی تصریح کی ہے فرماتے ہیں:۔

”ويجب الاحتراز من ان يلاحظ الوصى عند دفع الصرة للفقير الهزل او الحيلة بل يجب ان يدفعها عازما على تمليكها منه حقيقة لا تحيلا ملاحظا ان الفقير اذا ابى عن هبتها الى الوصى كان له ذلك ولا يجبر على الهبة۔[1]

ترجمہ: ”تھیلی کو فقیر کے حوالے کرتے وقت اس بات سے بچنا ضروری ہے کہ فقیر کی کمزوری یا حیلہ کو ذہن میں رکھے بلکہ فقیر کو اس ارادے کے ساتھ مالک بنانا کہ وہ اس مال کا حقیقتاً مالک ہے نہ کہ بطور حیلہ، یہ دیکھتے ہوئے کہ اگر فقیر اس ہبہ سے انکار کرے وصی کی طرف تو وہ مال اس فقیر کا ہو اور اس کے ہبہ پر جبر نہیں کیا جائے گا۔“

دائرہ کے لیے وکیل بنانا:۔

دائرہ میں وکیل بنانا بھی جائز ہے۔ وکیل احناف علامہ شامی رحمہ الباری لکھتے ہیں:۔

”نعم اذاكان الولى جاهلا فلا بد حينئذ من وكيل من

① ابن عابدین، علامہ سید محمد امین، شامی: المتوفی: ۱۲۵۲ھ، رسائل ابن عابدین، الرسالہ الثامنہ، ص:۲۲۵، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور۔

يدرك ذلك كله من اهل العلم والصلاح على الوجهه
الذى ذكرناه والذى نذكره بل يتعين ذلك الوكيل يسقط
عمافى ذمة الميت ويتخلص من العهدة ان شاء الله
تعالى۔ ①

ترجمہ: "کہ جب ولی (حیلہ کے احکام سے) جاہل (لاعلم) ہو تو اس کے لیے ایک ایسے وکیل کا ہونا ضروری ہے جو علماء میں سے ہو اور ان تمام کو اس طرح جانتا ہو جس طرح ہم نے ذکر کیا اور ذکر کریں گے بلکہ یہ وکیل میت کے ذمہ جو کچھ ہے اس کو ساقط کرنے اور عہدہ سے بری الذمہ ہونے کے لیے متعین ہو جائے گا۔ (ان شاءاللہ تعالیٰ)"

قبل از دفن حیلہ کرنا:۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا حیلہ اسقاط قبل از دفن کرنا چاہئے یا بعد میں؟

آیئے دیکھتے ہیں کہ اس بارے شمس الدین خراسانی کیا لکھتے ہیں: آپ جامع الرموز میں لکھتے ہیں کہ:۔

"وينبغى ان يفدى قبل الدفن وان جاز بعده۔ ②

کہ چاہئے تو یہ کہ قبل از دفن فدیہ دے اگرچہ بعد میں بھی دینا جائز ہے۔

اور علامہ شامی علیہ الرحمۃ بھی اپنے رسائل میں یہی فرماتے ہیں:۔

"وينبغى ان يفدى قبل الدفن وان جاز بعده كما فى

① ابن عابدین، علامہ سید محمد امین، شامی: التوفی: ۱۲۵۲ھ، رسائل ابن عابدین، الرسالہ الثامنہ، ص: ۲۲۵۔

② خراسانی، علامہ شمس الدین، التوفی: ۹۶۲، جامع الرموز ج: ۱، ص: ۳۷۰، کتاب الصوم فصل موجب الافساد۔

القهستانى۔ ①

ترجمہ: "کہ چاہئے کہ قبل از دفن فدیہ دے اگرچہ بعد میں بھی جائز ہے جس طرح قہستانی میں مذکور ہے۔"

اعتراض:۔

اگر کوئی کہے کہ حیلہ کرنے سے چونکہ دفن میں تاخیر ہوتی ہے اور تاخیر ٹھیک نہیں اس لیے حیلہ اسقاط کو چھوڑ دینا چاہئے؟

القول الصواب:۔

"سرکار دوعالم ﷺ نے میت کو جلد دفن کرنے کا جو حکم دیا ہے اس کی تعمیل میں در حقیقت ایسی تاخیر جائز ہے جو مناسب اور بے عذر ہو یعنی اگر کوئی معقول وجہ یا عذر ہے تو پھر تاخیر ممنوع نہیں، نماز جنازہ ادا ہو چکی ہے۔ لیکن ابھی قبر تیار نہیں ہوئی تو اب قبر کی تیاری تک بہر حال میت کو ٹھہرانا پڑے گا۔ اور واجبات کے اسقاط کی وجہ سے تو دفن میں تاخیر کرنا واجب ہے کیا آپ نہیں دیکھتے کہ سرکار دوعالم ﷺ نے اس شخص کا جنازہ مؤخر کیا تھا جس پر قرض تھا، یہاں تک کہ ایک شخص اس کا کفیل ہو گیا۔ تب آپ ﷺ نے نماز جنازہ پڑھائی۔"

احادیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیں:۔

"وروى عن على رضى الله عنه قال كان رسول الله ﷺ
اذا أتى بالجنازة لم يسأل عن شئ من عمل الرجل
ويسأل عن دينه فان قيل عليه دين كف عن الصلاة
عليه، وان قيل ليس عليه دين صلى عليه، فاتى بجنازة
فلما قام ليكبر سأل رسول الله ﷺ هل على صاحبكم

① ابن عابدین، علامہ سید محمد امین، شامی، التوفی: ۱۲۵۲ھ، رسائل ابن عابدین، الرسالہ الثامنہ، ص: ۲۱۹، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور۔

دین؟ قالوا دیناران فعدل عنه رسول اللهﷺ وقال صلوا علی صاحبکم، فقال علی رضی اللہ عنہ هما علی یارسول اللهﷺ بری منهما، فتقدم رسول اللهﷺ، فصلی علیه، ثم قال لعلی بن ابی طالب جزاك الله خیرا فك الله رهانك کمافککت رهان اخیك، انه لیس من میت یموت وعلیه دین الا وهو مرتهن بدینه ومن فك رهان میت فك الله رهانه یوم القیامة فقال بعضهم هذا لعلی خاصة ام للمسلمین عامة؟ قال بل للمسلمین عام، رواه الدارقطنی۔①

ترجمہ: ”اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جب جنازہ لایا جاتا تو آپ ﷺ اس آدمی کے عمل کے بارے میں دریافت نہ فرماتے بلکہ قرض کے بارے میں پوچھتے۔ اگر کوئی کہتا کہ اس (میت) پر قرض ہے تو آپ ﷺ اس (میت) پر جنازہ نہ پڑھاتے اور اگر کہتا کہ اس پر قرض نہیں تو اس (میت) پر جنازہ پڑھاتے۔ ایک مرتبہ جب ایک جنازہ کو لایا گیا تو جب آپ ﷺ اس پر نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوئے تاکہ تکبیر پڑھے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ کیا تم میں سے کسی کا اس (میت) پر قرض ہے؟ تو عرض کرنے لگے کہ دو دینار تھے، تو رسول اللہ ﷺ پیچھے ہٹے اور فرمایا: اپنے

① المنذری، حافظ ذکی الدین، عبدالعظیم بن عبدالقوی، المتوفی: ۶۶۵ھ، الترغیب والترہیب، ج:۲، ص:۶۰۶، ۶۰۷، باب أن ینوی الوفاء والمبادرة الی قضاء دین المیت مطبوعه : شرکة مصطفی البابی الحلبی واولاده بمصر۔

ساتھی پر نماز پڑھو تو (اس دوران) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کے قرض کی ادائیگی میں کروں گا یہ اس قرض سے بری ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ آگے تشریف لائے اور اس (میت) پر نماز جنازہ پڑھائی۔ تو سرکار دوعالم ﷺ نے حضرت علی بن ابی طالب سے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ اللہ ربّ العزت نے تمہیں عذاب سے آزاد کیا۔ جس طرح کہ تم نے اپنے بھائی کو عذاب سے بچایا۔ نہیں مرتا کوئی مرنے والا جبکہ اس پر دین ہو مگر وہ اس دین کی وجہ سے گروی ہوتا ہے (آگ میں محبوس رہتا ہے) اور جو کسی مردے کو اس سے خلاصی وچھٹکارا دلائے بروز قیامت اللہ ربّ العزت اس کو (تمام مصائب) سے چھٹکارا دلائے گا۔ تو بعض نے عرض کی کہ یہ صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے خاص ہے یا تمام مسلمانوں کے لیے تو فرمایا کہ یہ عام مسلمانوں کے لیے ہے۔

دَین (قرض) کے بارے میں تو الفردوس بماثور الخطاب میں حضرت بن مالک رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت ہے۔ کہ شہادت ہر گناہ کو معاف فرمادیتا ہے سوائے دَین کے ”الشهادة تکفر کل ذنب الا الدین الا الدین الا الدین“ یہاں پر دَیُن سے مراد وہ حق ہے جو کسی کے ذمے دوسرے کے لیے واجب الادا ہو خواہ وہ قرض ہو یا کسی پر زیادتی ہو①

اور امام ابوعیسی ترمذی نے اپنی صحیح میں ایک حدیث پاک نقل کی ہے:۔

”عن ابی هریرة ان رسول اللهﷺ کان یوتی بالرجل

① الفردوس بماثور الخطاب جلد دوم صفحہ: ۳۶۴، دارالکتب العلمیۃ بیروت۔

المتوفی علیه الدین فیقول هل ترك لدینه من قضاء فان حدث انه ترك وفاء صلی علیه والا قال للمسلمین صلوا علی صاحبکم فلما فتح الله علیه الفتوح قام فقال انا اولی بالمؤمنین من أنفسهم فمن توفی من المؤمنین وترك دینا فعلی قضاءه ومن ترك مالا فهو لورثته قال ابو عیسی هذا حدیث حسن صحیح۔[1]

ترجمہ: ”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں اگر ایسا شخص لایا جاتا جو قرض چھوڑ کر مرجاتا تو آپ ﷺ پوچھتے کیا اس نے ادائیگی کے لیے کچھ چھوڑا ہے؟ اگر کہا جاتا! جی ہاں! اس نے چھوڑا ہے تو آپ ﷺ اس کی نماز جنازہ پڑھتے ورنہ صحابہ کرام سے فرماتے اپنے ساتھی کی نماز جنازہ پڑھو۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر فتوحات کے دروازے کھول دیئے تو آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور فرمایا! میں مسلمانوں پر ان کی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھتا ہوں لہٰذا جو مسلمان قرض چھوڑ کر فوت ہو جائے اس کی ادائیگی میرے ذمہ ہے اور اگر مال چھوڑ کر فوت ہو جائے تو اس کے ورثاء کے لیے ہے“۔ (امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

پہلی حدیث مبارکہ کا یہ حکم کہ مقروض پر نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی یہ تو دوسری حدیث سے منسوخ ہے لیکن تاخیر کے لیے کوئی ناسخ ثابت نہیں ہے پس تاخیر جائز

[1] الترمذی، امام ابو عیسی محمد بن عیسی المتوفی:۲۷۹ھ، الجامع الترمذی، ابواب الجنائز، ج:۱، ص:۳۳۱، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور۔ ابن ماجہ، ص:۱۷۳، پر بھی عبد اللہ بن قتادہ سے یہی روایت موجود ہے۔

ہو گی۔

تو ان احادیث مبارکہ کی روشنی میں جب حق واجب کیلئے نماز جنازہ کو مؤخر کیا جا سکتا ہے تو دفن کو کیوں مؤخر نہیں کیا جا سکتا؟ اور حق عبد کی ادائیگی کے لیے جب جنازے کو مؤخر کیا جا سکتا ہے تو حق ربّ کی ادائیگی کے لیے کیوں مؤخر نہیں کیا جا سکتا۔ اور ان احادیث مبارکہ سے یہ بھی واضح ہوا کہ دوسرے کے عمل کا ثواب میت کو پہنچتا ہے کیونکہ میت خود تو قرض ادا نہیں کر رہی بلکہ اس کی طرف سے ادا کیا جا رہا ہے۔ دوسرا یہ کہ پہلی حدیث سے اس بات کا بھی ثبوت ملتا ہے کہ میت کی طرف سے ادا کرنے والے کو بھی پورا پورا اجر ملے گا۔

اور قبل از دفن حیلہ کرنے کا فائدہ یہ بھی ہے کہ چونکہ دفن کرنے کے بعد قبر میں حساب و کتاب شروع ہو جاتا ہے اور اس کے ذمے چونکہ کفارات، فدیئے ہوتے ہیں اس لیے حساب و کتاب میں آسانی کے لیے قبل از دفن حیلہ کرنا نہایت ہی اولیٰ ہے۔

اسباب حیلہ کے ساتھ قرآن مجید رکھنا:۔

مال و اسباب حیلہ کے ساتھ قرآن مجید رکھنا اس سے مراد ہمارا توسل ہے۔ جبکہ فدیہ میں دینا مقصود نہ ہو۔ لیکن اگر فدیہ میں دینا مقصود ہو برابر ہے کہ روپوں کے ساتھ دور کیا جائے یا روپوں کے بغیر جائز ہے۔ بعض دیہاتوں میں یہ طریقہ مروج ہے کہ میت کی فوت شدہ نمازوں اور دیگر حقوق مالیہ کا حساب کیے بغیر چند آدمی بیٹھ کر ایک قرآن شریف اور چند روپوں کا آپس میں دور کرتے ہیں۔ اس سے تمام نمازوں اور دیگر مالی حقوق کا فدیہ ادا نہیں ہوتا، بلکہ قرآن شریف کا ہدیہ اور دوسرے روپوں کا جتنی بار دور کیا جاتا ہے اس کے حساب سے فقط اتنی نمازوں کا فدیہ ادا ہو جائے گا۔

دوران قرآن جائز ہے:۔

بعض مقامات پر حیلہ کے اسباب کے ساتھ دوران قرآن بھی کیا جاتا ہے یہ جائز ہے۔ ذیل کی سطور میں دلائل ذکر کرتے ہیں۔

معلوم ہونا چاہئے کہ ہم نے پچھلی سطور میں بھی یہ ذکر کیا کہ قرآن مجید کی قیمت کا اعتبار کیا جاتا ہے کیونکہ کاغذ وطباعت کے لحاظ سے یہ مال متقوم ہے۔ مثال یوں سمجھ لیجئے کہ زید کا بکر پر ۱۰۰۰ روپے قرضہ ہے۔ اب زید بکر سے قرضہ مانگ رہا ہے اور زید کے پاس ایک قرآن مجید جس کا ہدیہ ۱۰۰۰ روپے کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ بکر نے اس قرضے کے بدلے قرآن مجید دیا۔ تو کیا اس کا قرض ادا ہوا یا نہیں؟ یقیناً قرض ادا ہو گیا۔ اسی طرح قرآن کا دوران اگر کیا جائے تو اس کی قیمت جتنا فدیہ اور جتنی بار دور کیا جائے اس قیمت جتنا ادا ہو جائے گا۔ اس میں اہانت نہ موجود ہوتی ہے نہ مقصود۔ اسی بارے میں شیخ الحدیث و مفتی جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک، مفتی فرید صاحب اپنے فتاویٰ فریدیہ المعروف فتاویٰ دیوبند پاکستان میں رقم طراز ہیں کہ:۔

> ”چونکہ قرآن یعنی مصحف بھی مال متقوم ہے۔ لہٰذا اس کی خرید و فروخت اور اس کا تصدق و ہبہ تمام کے تمام جائز ہیں۔ نہ ان امور میں اہانت موجود ہے اور نہ اہانت کسی کا مقصود ہوتا ہے۔ لہٰذا قرآن یعنی مصحف کے ذریعہ سے اسقاط کرنا منع نہیں ہے جیسا کہ اس کا رکھنا (مال اسقاط میں) ضروری نہیں ہے فقط۔“①

اسی فتاویٰ فریدیہ کے حاشیہ پر اس فتاویٰ کے مرتب مفتی عبدالوہاب منگلوری لکھتے ہیں کہ ”نفس دوران اجزائے قرآن بھی بعض روایات سے ثابت ہے اور مقصود اس سے توسل بالمصحف ہوتا ہے اور توسل بالمصحف ثابت ہے:۔ ”قال علیه الصلوة والسلام اللهم ارحمنی بالقرآن العظیم“ اور جس طرح فتاویٰ سمرقند میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے دوران اجزائے قرآن ثابت ہے۔ تو اسی طرح واقدی نے فتوح الشام میں بھی ذکر کیا ہے۔

① مفتی محمد فرید، دیوبندی، فتاویٰ فریدیہ، ج: ۲، ص: ۶۱۱، باب قضاء الفوائت مطبوعہ اشاعت کنندہ، حافظ حسین احمد صدیقی دار العلوم صدیقیہ زوربی ضلع صوابی۔

> ”فقال اخبره ابو عاصم عن ابن جریج عن ابن شهاب عن ابی سلمة عن ابی موسی قال فعل عمر رضی اللہ عنہ ای دوران اجزاء القرآن۔①
>
> ترجمہ: ”کہ ابی موسیٰ سے مروی ہے آپ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ دوران اجزاء قرآن کیا کرتے تھے۔“

یہ تو تھا فتاویٰ فریدیہ کا حاشیہ جس میں مرتب مفتی عبدالوہاب منگلوری مدرس دار العلوم صدیقیہ زروبی نے مزید اس مسئلہ پر تاکید کی ہے اور دلائل دیئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔ اور علامہ حمد اللہ داجوی دیوبندی نے بھی مایہ ناز کتاب ”البصائر لمنکر التوسل باهل المقابر“ پر بھی بعینہ یہی عبارت نقل فرمائی ہے۔②

یاد رہے کہ علامہ داجوی مفتی فرید صاحب کے نزدیک بھی مقبول ہے۔

لیکن یہاں پر یہ بھی ملحوظ رہے کہ قرآن مجید کے دور کا انحصار اس روایت پر نہیں بلکہ اس پر ہے کہ قرآن مجید مال متقوم ہے جیسے کہ بیان کیا جا چکا ہے۔ منصف کے لیے ایک حرف بھی کافی ہے اور معاند کے لیے دفاتر بھی بے سود ہیں۔

دوران قرآن فتاویٰ فریدیہ میں:۔

مملوک قرآن مجید سے حیلہ اسقاط کرنا فتاویٰ فریدیہ میں مرقوم ہے کہ:۔

سوال: ”کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ میت کے جنازہ کے بعد جو حیلہ اسقاط کیا جاتا ہے اس میں قرآن مجید کو دائرہ میں پھیرنا جائز ہے یا نہیں؟ (المستفتی، تاج محمد ہری پوری)۔

الجواب: ”اگر یہ مصحف مملوک ہو موقوف نہ ہو تو اس کا تملیک اور تملک جائز

① شیخ الحدیث مفتی محمد فرید دیوبندی، فتاویٰ فریدیہ، ج: ۲، ص: ۶۱۱، باب قضاء الفوائت مطبوعہ اشاعت کنندہ حافظ حسین احمد صدیقی، دار العلوم صدیقیہ زروبی، ضلع صوابی۔

② الداجوی، حمد اللہ، دیوبندی، البصائر، ص: ۱۳۸، مطبوعہ ایشک کتابوی استنبول ترکی۔

ہے۔لہٰذا اس سے حیلہ اسقاط کرنا فی نفسہ جائز ہے۔"لکونه مالا وهو الموفق"۔①

اب اس بارے میں علماء کے نظریات رقم کر رہے ہیں تاکہ مسئلہ سمجھنے میں مزید آسانی ہو۔

علامہ حمداللہ داجوی صاحب کا نظریہ:۔

آپ لکھتے ہیں کہ:۔

"أن المقصود من وضع المصحف التوسل بالمصحف والنجدية ينكرون عن التوسل بغير الاعمال الصالحة وقد ثبت التوسل بالقرآن العظيم قال عليه الصلوة والسلام اللهم ارحمنى بالقرآن العظيم۔②

ترجمہ:"قرآن مجید رکھنے سے ہمارا مقصود توسل ہے جبکہ نجدی اعمال صالحہ کے علاوہ توسل کے منکر ہیں۔اور قرآن مجید کے ساتھ وسیلہ پکڑنا ثابت ہے۔جس طرح کہ سرکار دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا! "اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِىْ بِالْقُرْاٰنِ الْعَظِيْم" "کہ اے اللہ! قرآن مجید کے وسیلے سے مجھ پر رحم فرمائے۔"

قرآن مجید کو بطور فدیہ دینا:۔

دوسرا یہ کہ اگر قرآن مجید کو بطور فدیہ حیلہ میں شامل کرنا مقصود ہو تو جتنا قرآن کریم کا ہدیہ ہے اتنا ہی ادا ہو جائے گا۔کیونکہ قرآن مجید بھی تو کاغذ وطباعت کے لحاظ سے مال متقوم ہے اور جب دیگر صدقات، گندم، جو، نقد مال دینے سے ان کی مغفرت اور

① مفتی محمد فرید، فتاویٰ فریدیہ، ج:۱، کتاب السنة والبدعة ص:۳۲۱، مطبوعہ حافظ حسین احمد صدیقی دار العلوم صدیقیہ زروبی ضلع صوابی۔

② الداجوی، حمد اللہ دیوبندی، البصائر لمنکر التوسل باهل المقابر، ص:۲۰۳، مطبوعہ، مکتبہ ایشک استنبول ترکی۔

اس مال کی قبولیت کی امید کی جاسکتی ہے تو قرآن مجید دینے سے یہ امید کیوں نہیں کی جاسکتی جبکہ قرآن مجید تو "شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ" ہے۔

صاحب فتاویٰ رضویہ کا نظریہ:۔

اس بارے میں امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ایک مستفتی کا جواب دیتے ہوئے اپنے فتاویٰ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ "یہ جو عوام میں رائج ہے کہ سارے فدیہ کے عوض ایک قرآن دے دیا۔کہ وہ تو بے بہا ہے یوں ادا نہیں ہوتا۔قرآن مجید بے شک بے بہا ہے۔مگر جو بے بہا ہے یعنی کلام الٰہی کہ ورقوں میں لکھا ہے وہ مال نہیں،نہ وہ دینے کی چیز ہے۔تو جو مال ہے یعنی کاغذ اور پٹھے اس کی قیمت معتبر ہو گی اور وہ جب مقدار فدیہ کو نہ پہنچے فدیہ کیونکر ادا ہو گا۔"①

صاحب بہار شریعت کا نظریہ:۔

قرآن مجید کو فدیہ میں دینے پر مصنف بہار شریعت صدر الشریعۃ مولانا امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ:۔

"بعض ناواقف یوں فدیہ دیتے ہیں کہ نمازوں کے فدیہ کی قیمت لگا کر سب کے بدلے میں قرآن مجید دے دیتے ہیں۔ اس طرح کل فدیہ ادا نہیں ہوتا یہ محض بے اصل بات ہے۔ بلکہ صرف اتنا ہی ادا ہو گا جس کی قیمت کا مصحف شریف ہے۔②

اور اگر یہ حرام یا بدعت ہو تو اس کے لیے کسی دلیل کی ضرورت ہونی چاہئے دلیل نہ ہو تو ایسا دعویٰ باطل ہے جس طرح کہ نور الانوار میں ہے:۔

① امام احمد رضا البریلوی، المتوفی:۱۳۴۰ھ، فتاویٰ رضویہ، ج:۸، ص:۱۶۸، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور پاکستان۔

② امجد علی اعظمی، المتوفی:۱۳۶۷ھ، بہار شریعت، ج:۱، ص:۲۵۸، باب قضاء نماز کا بیان، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور۔

"والاحتجاج بلادليل باطل وعند الجمهور ليس بحجة اصلا لا فى النفى ولا فى الاثبات لقوله تعالىٰ (وقالو ا لن يدخل الجنة الامن كان هودا او نصارى تلك امانيهم قل هاتوا برهانكم ان كنتم صادقين) امر النبى ﷺ بطلب الحجة والبرهان على النفى والاثبات۔①

ترجمہ: "بغیر دلیل کے کسی چیز کی نفی کرنے کا دعویٰ باطل ہے۔یعنی اگر کوئی یہ کہے کہ یہ حکم ثابت نہیں ہے کیونکہ دلیل نہیں اس قسم کی بات کرنی باطل ہے۔اور جمہور کے نزدیک بالکل حجت نہیں ہے نہ اثبات میں اور نہ نفی میں جس طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ یہود اور نصاری نے کہا کہ جنت میں صرف یہود یا نصاریٰ داخل ہوں گے یہ ان کے خواہشات میں اے محمد ﷺ! ان دونوں فریقوں سے اپنے اپنے دعوؤں نفی اور اثبات پر دلیل طلب کریں۔"

تو گویا یہ اللہ کا حکم ہوا کہ کوئی بھی کسی قسم کا دعویٰ کرے تو دلیل پیش کرے۔تو اس آیت کی رو سے معترض صاحب کو چاہئے کہ وہ تدویر قرآن کو بدعت قبیحہ کہنے پر دلیل پیش کرے اور بلادلیل احتجاج باطل ہے۔

جنازہ کے ساتھ غلہ لے کر جانا اور تقسیم کرنا:۔

یہ ہمارا موضوع بحث نہیں لیکن چونکہ غلہ چند طرح پر جنازہ کے ساتھ لے کر جاتے ہیں۔اول تو یہ کہ جنازہ کے ساتھ غلہ وغیرہ اس لیے لے کر جاتے ہیں کہ وہاں دائرہ اسقاط میں اسی پر حیلہ کیا جاتا ہے۔یہ فقہاء کی کتب میں مذکور ہے۔اور یہ جائز اور صحیح

① ملاجیون، شیخ احمد ابن ابی سعید بن عبید اللہ الحنفی الصدیقی، نور الانوار مبحث القیاس، ص:۲۴۰، ۲۴۱، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی۔

ہے۔دوسرا یہ کہ میت کے پیچھے صدقہ و ایصال ثواب کے طور پر اسے تقسیم کیا جاتا ہے۔اور یہ بھی جائز ہے کیونکہ احادیث و آثار اور کتب اسلاف سے یہ بات ثابت ہے کہ میت کے فوت ہونے سے لے کر سات دن تک صدقہ کرنا چاہئے۔ہمارے بلاد میں غلہ یا اس کے علاوہ گڑ وغیرہ بھی لے کر جاتے ہیں اس سے بھی ایصال ثواب مراد ہے۔میت کے پہلی رات صدقہ کرنے پر احادیث دلالت کرتی ہیں ملاحظہ کیجئے:۔

"وعن عاصم بن كليب عن ابيه عن رجل من الانصار قال خرجنا مع رسول الله ﷺ فى جنازة فرأيت رسول الله ﷺ وهو على القبر يوصى الحافر يقول اوسع من قبل رجليه اوسع من قبل رأسه فلما رجع استقبله داعى امرأته فأجاب ونحن معه فجئى بالطعام فوضع يده ثم وضع القوم فاكلوا فنظرناالى رسول الله ﷺ يلوك لقمته فى فيه ثم قال اجد لحم شاة اخذت بغير اذن اهلها فارسلت المرأة تقول يارسو ل الله انى ارسلت الى النقيع وهو موضع يباع فيه الغنم ليشترى لى شاة فلم توجد فارسلت الى جاز لى قد اشترى شاة ان يرسل بها انى بثمنها فلم يوجد فارسلت الى امرأته فارسلت الى بها فقال رسول الله ﷺ اطعمى هذا الطعام الاسرى، رواه ابوداؤد والبيهقى فى دلائل النبوة۔①

ترجمہ: "حضرت عاصم بن کلیب اپنے والد سے اور وہ ایک انصاری سے روایت بیان فرماتے ہیں!" کہ ایک بار ہم لوگ

① الخطیب العمری، علامہ ولی الدین محمد بن عبد اللہ، المتوفی: ۷۴۲ھ، مشکوۃ المصابیح، باب الکرامات، ص:۵۴۴، مطبوعہ، مکتبہ امدادیہ ملتان پاکستان۔

حضور ﷺ کے ساتھ ایک جنازہ کی نماز کو گئے تو حضور ﷺ قبر کے پاس بیٹھ گئے اور گورکن کو ہدایت فرمانے لگے کہ قبر کو سر اور پائنتی کی طرف سے اور کشادہ کرو۔ جب آپ ﷺ واپس تشریف لائے تو مرحوم کی بیوی کی طرف سے ایک شخص آپ کی دعوت کرنے کو حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے دعوت قبول فرمالی اور ہم سبھی کھانا کھانے گئے۔ جب کھانا سامنے لایا گیا تو حضور ﷺ نے کھانے کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ دوسروں نے بھی شروع کیا۔ ناگہاں سب نے دیکھا کہ آپ لقمہ منہ کے اندر ہی اندر چبا رہے ہیں نگلتے نہیں۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا! "یہ بکری بغیر مالک کے اذن کے ذبح کی گئی ہے یہ سن کر مالکہ نے عرض کہلوا بھیجی کہ یا حضرت! منڈی سے بکری خریدنے کے لیے بھیجا تھا لیکن وہاں سے بکری نہ مل سکی تو اپنے ہمسایہ سے کہلوایا کہ جو بکری تم نے خریدی ہے اصل قیمت پر ہمیں دے دو لیکن وہ بھی گھر نہیں تھا پھر اس کی بیوی کو کہلوا بھیجا تو وہ بکری اس نے میرے پاس بھیج دی حضور ﷺ نے فرمایا! کہ یہ کھانا قیدیوں کو کھلا دو۔"

حدیث مبارکہ سے چند مسائل کا اثبات:۔

پہلا مسئلہ تو یہ ثابت ہوا کہ سرکار دوعالم ﷺ کو علم غیب ہے کہ آپ ﷺ کو علم تھا کہ یہ بکری بغیر مالک کے ذبح کی گئی ہے اور بتانے پر واقعی ایسا ہی تھا۔

دوسرا مسئلہ یہ کہ سرکار دوعالم ﷺ کا جنازہ کے بعد آکر میت کے گھر کھانا تناول فرمانا اس بات کا ثبوت ہے کہ میت کے پہلے دن ہی صدقہ کرنا، ایصال ثواب کرنا جائز ہے۔

اس میں قبل از دفن اور بعد از دفن کی کوئی قید نہیں مقصود ایصال ثواب ہے۔

اس سے ہمارا مسئلہ بھی واضح ہوا کہ جنازہ کے ساتھ غلہ، مٹھائی وغیرہ لے کر جانا اس سے بھی ہمارا مقصود ایصال ثواب ہے۔ اگر ناجائز ہوتا تو سرکار دوعالم ﷺ اس عورت کے گھر کھانا تناول نہ فرماتے۔ لیکن تناول فرمانا جواز پر دلیل ہے۔

ملا علی قاری رحمہ الباری مرقاۃ المفاتیح میں اسی حدیث کے تحت لکھتے ہیں کہ:۔

فينبغي أن يقيد كلامهم بنوع خاص من اجتماع يوجب استحياء أهل بيت الميت، فيطعمونهم كرها، أو يحمل على كون بعض الورثة صغيرا أو غائبا، أو لم يعرف رضاه، أو لم يكن الطعام من عند أحد معين من مال نفسه لا من مال الميت قبل قسمته ونحو ذلك۔ وعليه محمل قول قاضى خان: يكره اتخاذ الضيافة فى أيام المصيبة ; لأنها أيام تأسف، فلا يليق بها ما يكون للسرور، وإن اتخذ طعاما للفقراء كان حسناوأما الوصية باتخاذ الطعام بعد موته ليطعم الناس ثلاثة أيام فباطلة على الأصح۔ وقيل: يجوز ذلك من الثلث وهو الأظهر۔[1]

ترجمہ: "(اس حدیث اور فقہی روایتوں کے درمیان تطبیق کی خاطر) ضروری ہے کہ فقہا کے اقوال کو یا تو خاص نوعیت کے ساتھ مقید کیا جائے مثلاً یہ کہا جائے کہ فقہی روایتوں کے مطابق میت کے گھر لوگوں کو اکٹھا ہونے کی جو ممانعت ہے وہ اس صورت میں ہے جب کہ لوگ محض رسمی طور پر یا ظاہری

① مرقات المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح جلد نمبر ۱۱ صفحہ نمبر ۸۴، ۸۵۔ کتاب الفضائل باب المعجزات، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

داری کے لیے میت کے گھر اکٹھا ہوں اور اہل میت کو شرماشرمی ان کے کھانے کا انتظام کرنے پر مجبور ہونا پڑے، یا ان فقہی روایتوں کو اس صورت میں محمول کیا جائے جس میں کھانے کا انتظام میت کے ترکہ میں سے ہو اور ورثاء میں سے صغیر السن ہوں یا موجود نہ ہوں اور یا ان کی اجازت ورضا معلوم نہ ہو، یا یہ کہ کھانے کا انتظام کسی شخص نے اپنے ذاتی مال سے نہ کیا ہو بلکہ میت کے اس مال سے جو ورثاء کے درمیان تقسیم نہ ہوا ہو، ان کے علاوہ کچھ دوسری صورتیں بھی ہیں جن میں میت کا کھانا مختلف اسباب کی بنا پر مکروہ ہے نیز قاضی خاں کا یہ قول بھی انہی صورتوں پر محمول ہے کہ غمی اور مصیبت کے دنوں میں ضیافت اور تقریب کا اہتمام کرنا مکروہ ہے کیونکہ وہ دن رنج و الم کے اظہار کے ہیں اور جو چیز خوشی و مسرت کے موقع کی غماز ہوتی ہے (جیسے ضیافت اور تقریب کا اہتمام) اس کو غمی کے موقع پر اختیار کرنا نہایت موزوں ہے ہاں اگر (میت کے ثواب پہنچانے کی نیت سے) فقراء کو کھلانے کے لیے کھانے کا اہتمام کیا جائے تو یہ بیشک اچھا عمل ہوگا، جہاں تک اس صورت کا تعلق ہے اگر کوئی شخص یہ وصیت کر جائے کہ اس کے مرنے کے بعد اس کے مال میں سے کھانے کا اہتمام کر کے لوگوں کو تین دن تک کھلایا جائے تو زیادہ صحیح روایت کے مطابق یہ وصیت سرے سے باطل قرار پائے گی، گو بعض حضرات نے کہا ہے کہ وصیت تہائی مال میں جائز ہوگی اور یہی قول زیادہ موزوں معلوم ہوتا ہے۔

شیخ محقق شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ:۔

شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ میں باب زیارۃ القبور میں رقم فرماتے ہیں

”و مستحب است که تصدق کرده شود از میت، بعد از رفتن او از عالم تا هفت۔①

ترجمہ: ”مستحب ہے کہ میت کی طرف سے اس کی وفات سے لیکر سات روز تک صدقہ وخیرات کیا جائے۔“

امام جلال الدین سیوطی کا نظریہ:۔

امام جلال الدین سیوطی، شرح الصدور میں رقم طراز ہیں کہ:۔

”وأخرج الامام احمد فی الزهد وأبو نعیم فی الحلیة عن طاؤس قال ان الموتی یفتنون فی قبورهم سبعا فکانوا یستحبون ان یطعم عنهم تلك الایام۔②

ترجمہ: ”حضرت طاؤس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بے شک مردے اپنی قبروں میں سات دن تک آزمائش میں ڈالے جاتے ہیں سو وہ (ان دنوں میں) مردوں کی طرف سے کھانا کھلانے مستحب سمجھتے تھے۔“

جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے اس بیان سے یہ واضح ہوا کہ پہلے دن سے لے کر ساتویں روز تک میت کی طرف سے کھانا کھلانے کا یہ عمل موجودہ دور کی ایجاد نہیں بلکہ تابعین میں بھی اس کا اہتمام ہوتا تھا۔

---

① آشعۃ اللمعات جلد:۱، صفحہ:۷۱۶،۷۱۷، کتب خانہ مجیدیہ ملتان۔

② السیوطی، الامام جلال الدین المتوفی:۹۱۱ھ، شرح الصدور، ص:۵۷، باب فتنۃ القبر وسؤال مطبوعہ دار احیاء الکتب العربیہ بمصر سن اشاعت:۱۳۸۰ھ۔

حاصل کلام یہ ہے کہ میت کی طرف سے کھانا خواہ قبل از دفن ہو یا بعد از دفن جائز وروا ہے۔

محتاجوں کو کھانا کھلانے میں کوئی حرج نہیں:۔

محتاجوں کے لیے کھانا پکوائیں تو کوئی حرج نہیں بلکہ خوب ہے۔ بشرطیکہ یہ کوئی عاقل بالغ اپنے مال خاص سے کرے یا ترکہ سے کریں، تو سب وارث موجود و بالغ وراضی ہوں، خانیہ وبزازیہ وتتارخانیہ وہندیہ میں ہے:۔

”ان اتخذ طعا ماللفقراء کان حسنا اذاکانت الورثة بالغین وان کان فی الورثه صغیر لم یتخذوا ذلك من الترکة۔“①

اگر فقراء کے لیے کھانا پکوائے تو اچھا ہے جب کہ سب ورثہ بالغ ہوں، اور اگر کوئی وارث نابالغ ہو تو یہ ترکہ سے نہ کریں۔

نیز فتاوٰی قاضی خاں میں ہے:

”ان اتخذ ولی المیّت طعاما للفقراء کان حسنا الاان یکون فی الورثة صغیر فلا یتخذ ذلك من الترکة“②

ولی میّت اگر فقراء کے لیے کھانا تیار کرائے تو اچھا ہے۔ لیکن ورثہ میں اگر کوئی نابالغ ہو تو ترکہ سے یہ کام نہ کرے۔

شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ تفسیر فتح العزیز میں فرماتے ہیں:۔

”وارد ست که مرده دریں حالت مانند غریقے است که انتظار فریادرسی مے بردو صدقات وادعیه وفاتحه درین وقت بسیار بکار اومی آید ازیں ست که طوائف بنی

① فتاوٰی ہندیہ الباب الثانی عشر فی الھدایا والضیافات نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۴۴۔
② فتاوٰی قاضی خاں کتاب الحظر والاباحۃ منشی نولکشور لکھنؤ ۴/۷۸۱۔

آدم تایك سال وعلی الخصوص تایك چله بعد موت درین نوع امداد کوشش تمام می نمایند۔“①

وارد ہے کہ مردہ اس حالت میں کسی ڈوبنے والے کی طرح فریادرسی کا منتظر ہوتا ہے اور اس وقت میں صدقے، دعائیں اور فاتحہ اسے بہت کام آتی ہیں، یہی وجہ ہے کہ لوگ مرنے سے ایک سال تک خصوصاً چالیس دن تک اس طرح مدد پہنچانے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں اور شک نہیں کہ اس نیت سے جو کھانا پکایا جائے مستحسن ہے۔

اور عند التحقیق صرف فقراء ہی پر تصدق میں ثواب نہیں بلکہ اغنیاء پر بھی مورث ثواب ہے، حضور پر نور سید عالم ﷺ فرماتے ہیں! ”فی کل ذات کبد رطبة اجر“②

ہر گرم جگر میں ثواب ہے، یعنی زندہ کو کھانا کھلائے گا، پانی پلائے گا ثواب پائے گا۔

حدیث میں ہے حضور اقدس ﷺ نے فرمایا! ”فیما یاکل ابن آدم اجر وفیما یاکل السبع اوالطیر اجر۔رواہ الحاکم عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما وصحح سندہ۔“③

جو کچھ آدمی کھا جائے اس میں ثواب ہے اور جو درندہ کھا جائے اس میں ثواب ہے جو پرند کو پہنچے اس میں ثواب ہے۔

بلکہ حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں:۔

”مااطعمت زوجك فهو لك صدقة ومااطعمت ولدك

① تفسیر عزیزی زیر آیۃ والقمر اذا اتسق الخ مسلم بک ڈپو۔ لال کنواں دہلی ص ۶۰۲۔
② سنن ابن ماجہ باب فضل صدقہ الماء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۷۰۔
③ مستدرک علی الصحیحین کتاب الاطعمہ دارالفکر بیروت ۴/۱۳۳۔

فهو لك صدقة وماطعمت خادمك فهو لك صدقة وما اطعمت نفسك فهو لك صدقة۔ اخرجه الامام احمد والطبرانی فی الكبير بسند صحيح عن المقدام بن معدی كرب رضی الله تعالىٰ عنه۔"(۱)

جو کچھ تو اپنی عورت کو کھلائے وہ تیرے لیے صدقہ ہے اور جو کچھ تو اپنے بچوں کو کھلائے وہ تیرے لیے صدقہ ہے اور جو کچھ تو خود کھائے وہ تیرے لیے صدقہ ہے۔

ردالمحتار میں ہے: "صرح فی الذخيرة فيها ولو علی غنی لان المقصود فيها الفقير۔"(۲)

ذخیرہ میں صراحت ہے کہ غنی پر صدقہ کرنا ایک طرح کی قربت ہے جس کا درجہ فقیر پر تصدق کی قربت سے کم ہے۔

اسی طرح ہدایہ وغیرہ میں ہے مجمع بحارالانوار میں توسط شرح سنن ابی داؤد سے ہے: "الصدقة ماتصدقت به علی الفقراء ای غالب انواعها كذلك فانها علی الغنی جائزة عندنا يثاب به بلاخلاف۔"(۳)

صدقہ وہ ہے جو تم فقراء پر تصدق کرو، یعنی صدقہ کی اکثر قسمیں فقراء ہی پر ہوتی ہیں کیونکہ ہمارے نزدیک غنی پر بھی صدقہ جائز ہے بلاخلاف اس پر وہ مستحق ثواب ہے۔

اور مدار کار نیت پر ہے انما الاعمال بالنیات۔ تو جو کھانا فاتحہ کے لیے پکایا گیا ہے بلاتے وقت اسے بلفظ دعوت تعبیر کرنا اس نیت کو باطل نہ کرے گا، جیسے کسی نے اپنے

(۱) المعجم الکبیر مروی از مقدام بن معدی کرب حدیث ۶۳۴ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۲۰ /۲۶۸، مسند احمد بن حنبل حدیث المقدام بن معدیکرب دارالفکر بیروت ۴ /۱۳۱۔
(۲) ردالمحتار کتاب الوقف داراحیاء التراث العربی بیروت ۳ /۳۵۷۔
(۳) مجمع بحارالانوار تحت لفظ صدق نولکشور لکھنؤ ۲ /۲۳۸۔

محتاج بھائی بھتیجوں کو عید کے کچھ روپیہ دل میں زکوٰۃ کی نیت اور زبان سے عیدی کا نام لے کر کے دئے تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی، عیدی کہنے سے وہ نیت باطل نہ ہو گی جیسا کہ عامہ کتب میں علماء نے اس کی صراحت فرمائی ہے۔ مع ہذا اپنے قریبوں عزیزوں کے مواسات بھی صلہ رحم و موجب ثواب ہے، اگرچہ وہ اغنیاء ہوں جیسا کہ شریعت میں یہ ایسا معروف ہے کہ کسی جاہل ہی سے مخفی ہو گا۔ اور آدمی جس امر پر خود ثواب پائے وہ فعل کوئی فعل ہو اس کا ثواب میّت کو پہنچا سکتا ہے۔ کچھ خاص تصدق ہی کی تخصیص نہیں، جیسا کہ ہمارے علماء رحمہم اللہ تعالیٰ کی کتابوں میں یہ روشن ہو چکا ہے۔

امام عینی بنایہ میں فرماتے ہیں:۔

"الاصل ان الانسان له ان يجعل ثواب عمله لغيره صلوٰة اوصوماً اوصدقة اوغيرها ش كالحج وقرا ءة القراٰن والاذكار وزيارة قبور الانبياء والشهداء والاولياء والصالحين وتكفين الموتى وجميع انواع البر والعبادة كالزكٰوة والصدقة والعشور والكفارات ونحوها، اوبدنية كالصوم والصّلوٰةو الاعتكاف وقراءة القراٰن و الذكر والدعاء اومركبة منها كالحج والجهاد وفی البدائع جعل الجهاد من البدنيات وفی المبسوط جعل المال فی الحج شرط الوجوب فلم يكن الحج مركبا قيل هو اقرب الى الصواب ولهذ الايشترط المال فی حق المكی اذا قدر على المشی الى عرفات فاذا جعل شخص ثواب ماعمله من ذلك الى اخر يصل اليه وينتفع به حيا كان المهدی اليه او ميتا اه ونقلنا عبارة الشرح بطولها للمافيها

من ا لفوائد۔"①

اصل یہ ہے کہ انسان اپنے کسی عمل کا ثواب دوسرے کے لیے کر سکتا ہے، نماز ہو یا روزہ یا صدقہ یا اس کے علاوہ، ہدایہ۔ جیسے حج تلاوتِ قرآن، اذکار، انبیاء، شہداء، اولیاء اور صالحین کے مزارات کی زیارت، مُردے کو کفن دینا، اور نیکی و عبادت کی تمام قسمیں جیسے زکوٰۃ، صدقہ، عشر، کفارہ اور ان کے مثل مالی عبادتیں، یا بدنی جیسے روزہ، نماز اعتکاف، تلاوت قرآن، ذکر، دعا یا دونوں سے مرکب جیسے حج اور جہاد اور بدائع میں جہاد کو بدنی عبادتوں سے شمار کیا ہے اور مبسوط میں مال کو حج کے وجوب کی شرط بتایا ہے تو حج مالی و بدنی سے مرکب نہیں بلکہ صرف بدنی عبادت ہوا۔ کہا گیا یہ درستی سے زیادہ قریب ہے۔ اسی لیے مکی کے حق میں مال کی شرط نہیں جبکہ وہ عرفات تک پیادہ جانے پر قادر ہو، تو جب مذکورہ عبادات میں سے اپنی ادا کی ہوئی کسی عبادت کا ثواب کوئی شخص دوسرے کے لیے کر دے تو وہ اسے پہنچے گا اور اس سے اس کو فائدہ ملے گا۔ جسے ہدیہ کیا ہے وہ زندہ ہو یا وفات پا چکا ہو۔ ہم نے شرح کی یہ طویل عبارت اس لیے نقل کر دی کہ اس میں متعدد فوائد ہیں۔

یوں بھی اس نیت محمود میں کچھ خلل نہیں اگرچہ افضل وہی تھا کہ صرف فقراء پر تصدق کرتے کہ جب مقصود ایصال ثواب تو وہی کام مناسب تر جس میں ثواب اکثر و وافر، پھر بھی اصل مقصود مفقود نہیں، جبکہ نیت ثواب پہنچانا ہے۔ ہاں جسے یہ مقصود ہی نہ ہو بلکہ دعوت و مہمان داری کی نیت سے پکائے، جیسے شادیوں کا کھانا پکاتے ہیں تو اسے بے

① البنایۃ شرح الہدایۃ باب الحج عن الغیر المکتبۃ الامدادیۃ مکۃ المکرمۃ ۲/ ۱۶۱۱۔

شک ثواب سے کچھ علاقہ نہیں، نہ ایسی دعوت شرع میں پسند نہ اس کا قبول کرنا چاہئے کہ ایسی دعوتوں کا محل شادیاں ہیں نہ کہ غمی۔ ولہذا علماء فرماتے ہیں کہ یہ بدعت سیئہ ہے، جس طرح میّت کے یہاں روز موت سے عورتیں جمع ہوتی ہیں اور ان کے کھانے دانے، پان چھالیا کا اہتمام میّت والوں کو کرنا پڑتا ہے۔ وہ کھانا فاتحہ و ایصال ثواب کا نہیں ہوتا بلکہ وہی دعوت و مہمان داری ہے کہ غمی میں جس کی اجازت نہیں۔ یوں ہی چہلم یا برسی یا ششماہی پر کھانا بے نیت ایصال ثواب محض ایک رسمی طور پر پکانا اور شادیوں کے ویسے کی طرح برادری میں بانٹنا بھی بے اصل ہے، جس سے احتراز چاہئے خصوصاً جب اس کے ساتھ ریاء و تفاخر مقصود ہو کہ جب تو اس فعل کی حرمت میں اصلاً کلام نہیں۔

اور حدیث صحیح میں ہے: "نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن طعام المتباریین ان یوکل۔"①

یعنی جو کھانے تفاخر و ریاء کے لیے پکائے جاتے ہیں ان کے کھانے سے نبی ﷺ نے منع فرمایا۔ اسے ابو داؤد اور حاکم نے بسند صحیح حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کیا ہے۔

امام مناوی فرماتے ہیں کہ:۔ ای المتعارضین بالضیافۃ فخر ا و ریاء لانہ للریاء لا للہ۔"②

یعنی ضیافت کے ذریعہ ناموری اور دکھاوا مقصود ہو تو یہ اللہ تعالیٰ کے لیے نہیں دکھاوے کے لیے ہے۔

مگر بے دلیل واضح کسی مسلمان کا یہ سمجھ لینا کہ یہ کام اس نے تفاخر و ناموری کے لیے کیا ہے جائز نہیں کہ قلب کا حال اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور مسلمان پر بدگمانی حرام۔ یہ بحمد اللہ درمیانی قول ہے جس میں نہ کمی ہے نہ زیادتی۔ اگرچہ اس باب میں تفریط اور افراط

① المستدرک علی الصحیحین کتاب الاطعمۃ دار الفکر بیروت ۴/ ۱۲۹۔
② فیض القدیر شرح الجامع الصغیر زیر حدیث مذکور ۹۴۹۱ دار المعرفۃ بیروت ۶/ ۳۳۵، التیسیر شرح الجامع الصغیر زیر حدیث مذکور مکتبۃ الامام الشافعی الریاض السعودیہ ۲/ ۴۷۴۔

کرنے والوں کے خلاف ہو۔ اور خدائے پاک وبرتر خوب جاننے والا ہے۔

قبل از دفن ایصال ثواب میں ایک فائدہ یہ ہے کہ میت کے حساب وکتاب میں آسانی ہو اس لیے عوام اہل سنت جنازے کے ساتھ ہی غلہ، گڑ وغیرہ بطور ایصال ثواب لے کر جاتے ہیں، دوسری وجہ یہ ہے کہ جنازے میں چونکہ فقراء کا جم غفیر ہوتا ہے اس لیے اس اجتماع میں ایصال ثواب کا اہتمام ضروری ہے۔

مفتی و شیخ الحدیث جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک کا فتویٰ:۔

مفتی فرید صاحب اس مسئلے کے بارے میں رقم طراز ہیں کہ ”باقاعدہ اسقاط یا حیلہ اسقاط کے لیے اجناس وغیرہا کا قبرستان لے جانا اور وہاں تقسیم کرنا نہ مطلوب شرعی ہے اور نہ ممنوع شرعی ہے جبکہ مفاسد سے خالی ہو اور جب مصالح پر مشتمل ہو مثلاً مصارف پر باعزت طور سے تقسیم میں آسانی ہو تو بطریق اولیٰ ممنوع نہ ہو گا۔

”لانہ اھون من الذھاب الی ارباب الاموال لحصول الا موال منھم للمدارس وغیرھا لِخَلُوِّہٖ عن صورۃ السوال۔ وھو الموفق۔

ہمارے ہاں بعد از جنازہ مصارف باعزت طریقے سے تقسیم ہوتے ہیں اس میں کوئی مفاسد والی بات نہیں ہوتی بلکہ مصالح پر مشتمل ہوتے ہیں۔ کیونکہ جنازہ میں ہی جم غفیر ہوتا ہے بعد میں اتنے زیادہ فقراء کا جمع ہونا محال ہوتا ہے۔ اس لیے جنازے کے ساتھ غلہ وغیرہ بتاشے لے کر جانا اور تقسیم کرنا بطریق اولیٰ ممنوع نہ ہو گا۔[1]

علامہ سید علی زادہ کے نزدیک:۔

شرح شرعۃ الاسلام میں رقم طراز ہیں:۔

”والسنۃ ان یتصدق ولی المیت لہ قبل مضی اللیلۃ الاولی

① مفتی فرید، فتاویٰ فریدیہ، ج:۲، ص:۶۱۷، باب قضاء الفوائت، مطبوعہ اشاعت کنندہ مولانا حافظ حسین احمد صدیقی، دار العلوم صدیقیہ زروبی، ضلع صوابی۔

بشیٔ مما تیسر لہ فان لم یجد شیئا فلیصل رکعتین۔[1]

ترجمہ: ”کہ سنت یہ ہے کہ میت کا ولی میت کے لیے پہلی رات گزرنے سے قبل اس چیز کا صدقہ کرے جو اس کے لیے آسان ہو اگر کوئی چیز نہ پائے تو دو رکعت نماز پڑھے۔“

صاحب فتاویٰ برھنہ لکھتے ہیں کہ:۔

در کنز گفتہ کہ مستحب است تصدق برو تا ہفت روز واگر نماز یا روزہ یا اعتاق یا عبادتے دیگر کند تا ثواب او بمیت رسید روا است و میرسد و در مطالعہ گفتہ است کہ قبل از مضی شب اول تصدق کند و اگر نتواند دو رکعت نماز گذارد و بعد از فاتحۃ الکتاب، آیت الکرسی ایکبار و سورہ التکاثر دہ بار و بعد از فراغ گوید الٰہی ثواب ایں را بگور فلاں میت برساں۔[2]

کنز میں کہتے ہیں کہ سات دن تک صدقہ کرنا مستحب ہے اور اگر نماز، روزہ یا کسی (غلام) کو آزاد کرنا یا عبادت کرے تا کہ اس کا ثواب میت تک پہنچ جائے یہ روا ہے اور اس (میت) تک اس کا ثواب پہنچ جائے گا اور یہ بھی لکھتے ہیں کہ پہلی رات کے گزرنے سے پہلے صدقہ کرے، اور اگر صدقہ نہیں کر سکتے تو دو رکعت نماز پڑھ لے پڑھ سکے سورہ فاتحہ کے بعد ایک بار آیت الکرسی اور دس دفعہ سورہ التکاثر پڑھ لیں۔ یہ پڑھنے کے بعد دعا کرے کہ الٰہی اس کا ثواب فلاں میت کو پہنچادے۔

تین دن تک میت کے گھر کھانا کھانا بطور ضیافت منع ہے۔ عام کتب فقہ میں مذکور ہے کہ ”یکرہ اتخاذ الضیافۃ فی یوم المصیبۃ“ البتہ میت کی روح کے ایصال ثواب

① سید علی زادہ، علامہ، شرح شرعۃ الاسلام، ص:۵۶۸، مطبوعہ اقدام بدار الخلافۃ العلیۃ: ۱۳۲۴ھ۔
② فتاویٰ برھنہ، صفحہ: ۲۳۶، در مطبع نامی منشی نول کشور۔

کے لیے صدقہ کرنا مستحسن ہے جس طرح فتاویٰ قاضی خان اور خلاصۃ الفتاویٰ اور دیگر کتب فقہ میں۔ "و أما إطعام الطعام للفقراء فحسن۔" طحطاوی شرح مراقی الفلاح میں "شرعۃ الاسلام" میں منقول قول ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:۔

والسنة أن يتصدق ولي الميت له قبل مضي الليلة الأولى بشيء مما تيسر له فإن لم يجد شيئاً فليصل ركعتين، ثم يهد ثوابهما له قال، ويستحب أن يتصدق على الميت بعد الدفن إلى سبعة أيام كل يوم بشيء مما تيسر ا ه.①

ترجمہ: "میت کے ورثاء کو چاہیے کہ قبر میں پہلی رات گزرنے سے پہلے حسب توفیق کچھ صدقہ کرے اگر کچھ بھی میسر نہ ہو تو دو رکعت نماز پڑھ کر اس کا ثواب میت (کی روح) کو بخش دے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ میت کے دفن ہونے کے (دن) سے لیکر سات دنوں تک جو میسر ہو صدقہ کیا کریں۔"

الحاوی للفتاویٰ میں حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:۔

"عن طاوس اليماني رحمه الله قال: إِنَّ الْمَوْتَى يُفْتَنُونَ فِي قُبُورِهِمْ سَبْعًا، فَكَانُوا يَسْتَحِبُّونَ أَنْ يُطْعَمَ عَنْهُمْ تِلْكَ الْأَيَّامَ۔"②

حضرت طاؤس سے روایت ہے کہ مردے قبروں میں سات دنوں تک آزمائش میں ہوتے ہیں۔ اس لیے صحابہ کرام سات دنوں تک میت کے ایصال ثواب کے لیے کھانا کھلانے کو پسند کیا کرتے تھے۔"

① طحطاوی شرح مراقی الفلاح، کتاب الصلوۃ، صفحہ: ۶۱۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان۔
② الحاوی للفتاوی، جلد دوم، صفحہ: ۱۷۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان۔

خانقاہ سراجیہ کندیاں کے مولانا ابو اسعد احمد خان نے اپنی حیات مبارکہ کے آخری دنوں وصیت نامہ تحریر فرمایا اس میں یہ بھی لکھا کہ:۔

"فقیر کی وفات کے بعد ایک ہفتہ تک فقیر کی قبر پر کلمہ طیبہ درود شریف استغفار اور ختم قرآن کے ساتھ ثواب بخشا جائے۔ اس کے علاوہ وقتاً فوقتاً خیرات و مبرات کے ساتھ بھی، جس میں نمائش و تفاخر کا شائبہ تک نہ ہو ایصال ثواب کیا جائے۔"①

کوئی بھی شرعی فعل بے غرض نہیں ہے اس شرعی عمل کا کوئی نہ کوئی فائدہ ہوتا ہے اگر عقل کے ترازو سے تولا جائے تو وہ عبث نظر آتا ہے، لیکن شریعت مطہرہ میں عقل کا دخل نہیں ہوتا۔

دائرہ میں بیٹھے ہوئے شخص کو ثواب:۔

دائرہ میں بیٹھے ہوئے شخص کو بھی اتنا ہی ثواب ملتا ہے جتنا فدیہ دینے والے کو ملتا ہے جیسا کہ کنز العمال میں حدیث مبارکہ ہے کہ! "لو أن الصدقة جرت على يدي سبعين ألف ألف إنسان كان أجر آخرهم مثل أجر أو لهم۔"②

اگر صدقہ ستر ہزار آدمیوں کے ہاتھوں سے منتقل ہوتا ہوا کسی آدمی کو ملے ہر آخری شخص کو اتنا ثواب ملے گا جتنا پہلے شخص کو ملے گا۔

ان تمام عبارات کا خلاصہ یہ ہے کہ میت کے پیچھے ایصال ثواب کرنا صدقہ و خیرات کرنا، قبل از دفن اور بعد از دفن، جنازہ کے بعد اور جس وقت بھی چاہیں جس چیز کے ساتھ خواہ مٹھائی ہو، غلہ ہو بتاشے ہوں، کھانا ہو، گڑ ہو جس میں اس کے لیے آسانی ہو صدقہ کرنا جائز ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ معمولات اہل سنت ثابت الاصل

① تاریخ و تذکرہ خانقاہ سَراجِيَّة نَقْشَبَنْدِيَهُ مَجَدِّدِيه کندیاں ضلع میانوالی، تالیف محمد نذیر رانجھا، صفحہ: ۱۴۲، مطبع جمعیت پبلی کیشنز، متصل مسجد پائیلٹ ہائی سکول، وحدت روڈ، لاہور۔
② کنز العمال، جلد: ۶، صفحہ: ۳۹۰، حدیث: ۱۶۱۹۷، مطبوعہ، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت الطبع الخامسہ۔

اور کتب اسلاف سے ثابت شدہ ہیں۔ اور اکثر طور پر میٹھی چیز اہل سنت والجماعت صدقہ کرتے ہیں۔ مثلاً، گڑ، بتاشے، شیرینی، حلوہ وغیرہ تو اس کا بھی حدیث سے ثبوت موجود ہے جس طرح کہ ترمذی شریف اور ابن ماجہ میں ہے:۔

”عن عائشة رضی الله عنها قالت كان رسول اللهﷺ یحب الحلوا والعسل۔[1]

ترجمہ: ”کہ سیدہ عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حلوا اور شہد کو محبوب رکھتے تھے۔“

اس لیے اہل سنت والجماعت، اللہ ربّ العزت کے محبوب ﷺ کی محبوب اشیاء کو محبوب رکھتے ہیں۔ اور ایصال ثواب یا صدقہ وخیرات کا موقع آئے تو وہی اشیاء اللہ کے رستے میں دیتے ہیں کیوں کہ جن اشیاء کو بارگاہ خیر الانام میں مقبولیت حاصل ہو اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی مقبول ہوتی ہیں۔

مولانا اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں:۔

”نماز جنازہ وصدقہ خیرات سے میت کو فائدہ پہنچے کا راز دنیا میں سفارش کرنے اور تاوان دینے کے سبب مجرموں سے عذاب کے ٹل جانے اور رفع ہونے کے مشاہدہ و تجربہ سے کوئی منکر نہیں ہے۔ ایسا ہی گنہگار میت کو دعا، نماز جنازہ اور صدقات مالیہ مفید ہوتے ہیں۔ قرآن کریم میں ایسے امور کا بکثرت ذکر آیا ہے۔ اور آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں: ”إِنَّ اللهَ آمَرَكُم بِالصَّدَقَةِ، فَإِنَّ مَثَلَ ذَلِكَ كَمَثَلِ رَجُلٍ أُسِرَ مِنَ العَدُوِّ فَأَوْثَقُوا يَدَيْهِ إِلَى عُنُقِهِ، فَقُدِّمَ لِيُضْرَبَ، فَقَالَ: أَنَا أَفْدِی مِنكُمْ بِكُلِّ قَلِيلٍ وَكَثِيرٍ فَفَدَّى نَفْسَهُ مِنْهُمْ۔[2]

① ابن ماجہ، امام ابو عبداللہ محمد بن یزید، متوفی: ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ، ص: ۲۳۸، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب آرام باغ کراچی۔ الترمذی، امام ابو عیسی محمد بن عیسی، المتوفی: ۲۷۹ھ، الجامع الترمذی، ج: ۲، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

② ترمذی وحاکم۔

ترجمہ: ”خدا تعالیٰ نے تم کو صدقہ دینے کا حکم فرمایا ہے۔ کیونکہ صدقہ دینا ایسا ہے جیسا کہ ایک شخص کو اس کے دشمنوں نے اسیر کر کے اس کے دونوں ہاتھوں کو اسکی گردن سے باندھ دیا ہو کہ اس کی گردن زنی کریں پس وہ کہہ دے کہ میں تم کو تھوڑا اور بہت دے کر چھٹکارا چاہتا ہوں پس وہ فدیہ دے کر ان سے خلاص ہو جائے۔ میت کی اولاد صالح اور صدقات وخیرات جاریہ میت سے عذاب ہٹانے اور رفع درجات کے لیے مفید امور ہیں۔ کیونکہ ان امور میں قرب الٰہی اور اللہ کی رضا کی مناسبتیں ہیں۔“[1]

مطلب یہ کہ ہر وہ کام جس سے میت قبر میں عذاب سے محفوظ رہے اور میت کے لیے قبر میں باعث نفع ہو وہ امور کثرت سے نافذ العمل کریں اور ان کو رواج دیں۔

ہبہ میں رجوع جائز ہے:۔

منکرین حیلہ اسقاط اپنا الو سیدھا کرنے کے لیے اور حیلہ اسقاط کے جائز نہ ہونے پر طرح طرح کے حربے استعمال کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ چونکہ ہبہ میں رجوع جائز نہیں اور حیلہ اسقاط میں رجوع ہے اس لیے حیلہ نہیں کرنا چاہئے۔ اور بطور دلیل یہ حدیث پیش کرتے ہیں کہ سرکار دوعالم ﷺ نے فرمایا:۔

”العائد فی هبته كالكلب يعود فی قيئه۔[2]

اس کا جواب تفصیل کے ساتھ ہم ذکر کرتے ہیں تاکہ مسئلہ سمجھنے میں آسانی رہے۔ ابن ماجہ اپنی سنن میں حدیث نقل کرتے ہیں کہ:۔

”حدثنا علی بن محمد بن اسماعيل قالا حدثنا وكيع حدثنا ابراهيم بن اسماعيل بن مجمع بن جارية الانصاری عن عمرو بن دينار عن ابی هريرة قال قال رسول اللهﷺ

① مولانا اشرف علی تھانوی، المصالح العقلیه للاحکام النقلیه محشی حصہ اول، ص: ۱۲۶۔ کتب خانہ جمیلی، ۸۰ ڈی مال ٹاؤن لاہور۔

② النسائی، القاضی احمد بن شعیب بن علی بن ہجر بن سنان، المتوفی: سنن نسائی، ص: ۱۱۷، ج: ۲، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب آرام باغ کراچی۔

الرجل احق بھبتہ مالم یثب منھا۔[1]

ترجمہ: ”کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا! کہ انسان جب تک ہبہ کا عوض نہ لے وہ اس کا زیادہ حقدار رہے۔“

امام اعظم ابو حنیفہ اور دوسرے فقہاء کا نظریہ یہ ہے کہ والد اور محرم کے سوا ہر واہب رجوع کر سکتا ہے۔ اس سلسلے میں شارح بخاری علامہ بدر الدین عینی صاحب عمدۃ القاری رقم طراز ہیں کہ ”امام اعظم ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کا قول یہ ہے:۔ ”کہ ہبہ کرنے والا اجنبی کو کوئی چیز دے کر ہبہ سے رجوع کر سکتا ہے جب تک وہ چیز قائم سلامت ہو اور اس نے اس کے عوض کوئی چیز نہ لی ہو۔ سعید بن مسیب، عمر بن عبد العزیز، قاضی شریح، اسود بن یزید، حسن بصری، نخعی اور شعبی کا بھی یہی قول ہے اور حضرت عمر بن خطاب، حضرت علی بن ابی طالب، حضرت عبد اللہ بن عمر، حضرت ابو ہریرہ اور حضرت فضالہ بن عبید رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بھی یہی مروی ہے اور جس حدیث میں یہ ہے۔

”ہبہ میں رجوع کرنے والا اس کتے کی طرح ہے جو اپنی قے میں رجوع کرے“

اس کا جواب یہ دیا ہے کہ اس تشبیہ سے ظاہری قباحت مراد ہے۔ کیونکہ یہ حسن اخلاق اور مروت کے خلاف ہے۔ اس سے شرعی قباحت مراد نہیں ہے کیونکہ کتا حلال اور حرام کا مکلف نہیں ہے۔ پس ہبہ میں رجوع کرنے کا فعل اس طرح گھناؤنا ہے جس طرح کتے کا قے میں رجوع کرنا گھناؤنا ہے۔ اس وجہ سے یہ فعل مکروہ (تنزیہی) ہے۔[2]

کالکلب یعود فی قیئہ کا جواب:۔

اور حدیث عود الکلب کے تحت علامہ ابی الحسن السندی لکھتے ہیں کہ:۔

① ابن ماجہ، امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید متوفی:۲۷۳، سنن ابن ماجہ ص:۱۷۱، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب آرام باغ کراچی۔

② علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی، المتوفی: ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری، ج:۱۳، ص:۱۴۸، ۱۴۹، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ مصر،۱۳۴۸ھ۔

”وعود الکلب فی قیئہ لا یوصف بحرمۃ۔“

ترجمہ: ”کہ حدیث کتے کا اپنی قے میں رجوع کرنے کو حرمت سے موصوف نہیں کیا جائے گا۔[1]

اور شیخ عبد الغنی المجددی، سنن ابن ماجہ کے حاشیہ پر اسی حدیث کے تحت رقم طراز ہیں کہ:۔

”وھذاالحدیث لا یدل علی الحرمۃ لان قولہ صلی اللہ علیہ وسلم کالکلب یدل علی عدم حرمتہ لان الکلب غیر متعبد فالقیئ لیس حراماعلیہ والمراد التنزیہ عن فعل یشبہ فعل الکلب کذا فی اللمعات۔[2]

ترجمہ: ”کہ یہ حدیث حرمت پر دلالت نہیں کرتی کیونکہ سرکار دوعالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کا کالکلب فرمانا عدم حرمت پر دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ کتا غیر تعبدی ہے پس قئی اس پر حرام نہیں۔ اور یہاں اس سے مراد فعل کلب کی مشابہت سے دور رہنا جس طرح اللمعات ”شرح مشکوٰۃ میں ہے۔“

اور محشیٔ بخاری احمد علی سہارنپوری، بر حاشیہ بخاری رقم طراز ہیں کہ:۔

”فعل الکلب یوصف بالقبح لا بالحرمۃ۔[3]

ترجمہ: ”کہ کتے کے فعل کو قبح کے ساتھ موصوف کیا جائے گا نہ

① ابی الحسن السندی، حاشیۃ النسائی، ص:۱۱۶، ج:۲، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب آرام باغ کراچی۔

② شیخ عبد الغنی المجددی دہلوی، المتوفی:۱۲۹۵ھ، النجاح الحاجۃ بر حاشیہ سنن ابن ماجہ، ص:۱۷۲، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب آرام باغ کراچی۔

③ سہارنپوری، شیخ احمد علی، حاشیہ بخاری شریف، ج:۲، ص:۱۰۳۲، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی۔

کہ حرمت کے ساتھ۔"

صاحب الغرۃ المنیفہ کا استدلال:۔

اور سراج الدین اَبی حفص عمر الغزنوی الحنفی اپنی کتاب الغرۃ المنیفہ میں رقم طراز ہیں کہ:۔

"روی ابن عباس رضی اللہ عنھما ان النبی ﷺ قال: اذاکانت الھبة لذوی رحم محرم لم یرجع فیھا ولو کانت لأجنبی فله الرجوع۔"

ترجمہ: "کہ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا! کہ اگر ہبہ ذی رحم محرم کے لیے ہو تو اس سے رجوع نہیں ہو سکتا۔ اور اگر اجنبی کے لیے ہو تو اسے رجوع کا حق حاصل ہے۔"①

پھر صاحب الغرۃ المنیفہ سرکار دو عالم ﷺ کے فرامین مبارکہ کے بعد لکھتے ہیں کہ:۔

"لایرجع الواھب فی ھبته الا الوالد فیماوھب لولدہ" اور "العائد فی ھبته کالکلب یعود فی قیئه" کا جواب رقم کرتے ہیں کہ أن المراد بالحدیث الأول نفی الرجوع علی سبیل الاستقلال ونحن نقول بموجبه فأنه لا یصح الرجوع عندنا الا بالتراضی او بقضاء القاضی الاالوالد فان له حق التملیك فی مال ولدہ عند الحاجة من غیر رضی الولد ویسمی ذلك رجوعا نظرا الی الظاھر، أو المراد به الکراھة وھی ثابتة عندنا، ولھذا شبه النبی

① الامام، سراج الدین ابی حفص عمر الغزنوی الحنفی المتوفی:۷۷۳ھ، الغرۃ المنیفہ، ص:۱۲۲، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی۔

ﷺ بالکلب العائد فی قیئه لا ستقباحة فی المرؤۃ اذ فعل الکلب لا یوصف بالصحة والفساد، وانما یوصف بالقبح طبعا وعادۃ لا ستقذارہ فلا یدل علی عدم الجواز فی الحکم۔①

ترجمہ: "کہ حدیث اول میں رجوع کی نفی سے مراد وہ ہے جو مستقل طریقے پر ہو اور ہم اس کی بموجب یہ کہتے ہیں کہ رجوع دونوں کی رضامندی یا قاضی کے فیصلے کے بغیر صحیح نہیں۔ سوائے والد کے کیونکہ والد کو اپنے بیٹے کے مال میں اس کی رضا کے بغیر حق تملیک حاجت کے وقت ہوتی ہے۔ اور ظاہر کی طرف دیکھتے ہوئے اس کو رجوع کا نام دیا گیا ہے۔ یا اس سے مراد کراہت ہے۔ اور یہ ہمارے نزدیک ثابت ہے اس لیے سرکار دو عالم ﷺ نے کتے کے قئے کے واپس لوٹانے سے تشبیہ دی ہے کیونکہ کتے کا فعل، صحت وفساد سے موصوف نہیں ہوتا اور بے شک یہ قبح سے طبعاً اور عادۃً موصوف ہوتا ہے۔ گندہ ہونے کی وجہ سے پھر حکم میں یہ عدم جواز پر دلالت نہیں کرتا"۔ انتہی۔

خلاصہ بحث:۔

اوپر مذکورہ احادیث اور اقوال سے یہ واضح ہوا کہ ہبہ سے رجوع اس وقت جائز نہیں جب کہ اس سے بدلے میں کوئی چیز لی ہو۔ ہمارا یہاں موضوع حیلہ اسقاط سے متعلق ہے اور حیلہ اسقاط میں چونکہ فقیر سے ولی نے اس کے بدلے میں کوئی چیز نہ لی ہے اس لیے

① سراج الدین اَبی حفص، عمر الغزنوی، الحنفی، المتوفی:۷۷۳ھ، الغرۃ المنیفہ ص:۱۲۳، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی۔

یہاں پر رجوع جائز ہے اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ حیلہ اسقاط میں موہوب لہ سے مطالبہ نہیں کیا جاسکتا بلکہ واہب کو رضاءورغبت کے ساتھ بغیر کسی مطالبہ کے میت کے نفع کے لیے ہبہ کیا جاتا ہے۔

اور تیسرا یہ کہ اکثر مقامات پر صاحب مراقی الفلاح کے رقم کردہ طریقے پر عمل کیا جاتا ہے کہ اس طریقے میں موہوب لہ، واہب کو ہبہ نہیں کرتا بلکہ موہوب لہ دوسرے کو ہبہ کرتا ہے اسی طرح آخر میں واہب اول تک پہنچ جاتا ہے لیکن اسی میں واہب کا مطالبہ نہیں ہوتا (یہ بحث پچھلے صفحات میں بھی گزر چکی ہے) لہٰذا اس طریقے سے رجوع عن الھبہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

باب پنجم

طریقہ ثالثہ مع ملحقات

طریقہ نمبر ۳: علامہ عبد الجلیل پشاوری کا طریقہ:۔

علامہ عبد الجلیل پشاوری اپنی کتاب لاجواب "سیف المقلدین علی اعناق المنکرین" جو علماء پاک وہند وافغانستان کی تصدیق شدہ ہے۔ میں حیلہ اسقاط کا طریقہ رقم کرتے ہیں کہ:

"وآن اینکه طلباء وعلماء مساکین ودیگر فقراء مسلمین مصلین بعد نماز جنازه درجائے حلقه زده بحضور متوفی قبل از دفن میت می نشینند ویك نسخه کلام مجیدرا (که وقف شده نباشد) قیمت غالی تا ہزار درہم مثلاً متعین نموده۔ اگر ازآن ولی میت باشد والا بقیمت موصوف ازغیر که واقف میباشد گرفته بالای دیگر مالیت فدیه قیمت باشد یا غله ملفوف نموده فی نہند۔ولی میت امام محله راکه مسکین ومعتمد علیه درین باب میباشد متولی ساخته اجناس مذکوره را باقرآن شریف

برائے اسقاط بوی میدہد۔پستر امام موصوف ہرد ودست
رابر آن اسباب موجودہ نہادہ ومیگوید، صلوات، زکوٰۃ،
صیام، نذروکفارات ودیگر حقوق باری تعالیٰ از فرائض
وواجبات کہ بذ مہ این میت حاضر (درین وقت بطرف
میت حاضر اشارہ میکند)لازم الادامی بودند۔

پس ظاہر ازشان مسلمان اینکہ آن ہمہ را ادا ساختہ
باشد واگر بعضی ازوی فوت شدہ باشد ویابوجہ من
الوجوہ بدرجہ قبولیت نرسیدہ باشد حالاوی (بازاشارہ
بطرف متوفی میکند)ازادائ مافات بسبب موت عاجز
ست پس این قرآن شریف کہ قیمتش ہزار درم است
مثلاً مع این مال موجودہ ازآں حقوق فوتیہ کہ فدیہ ازاں
درشرع صحیح میشود۔ برائے فراغت زمہ این حاضر
متوفے بطریق فدیہ ترابخشیدم وکسی کہ درحلقہ بہ
یمین امام باشد آنرامی بخشد۔پس آں مسکین ازامام
آنراگرفتہ، میگوید قبولش نمودم پس وی نیز آنرابہ
مسکین دیگر کہ بہ یمین وی باشد می دہد واورامیگوید
کہ بطریق اسقاط ازیں متوفی ترابخشیدم ثم وثم تاآنکہ
دورۂ آن باز بآن امام رسد، آں امام ہمیں عمل راتاسہ
بارمکرر بعمل می آرد ودرآخر چون دورہ آں بامام رسد
اما م باحاضرین دعائ مغفرت وقبولیت فدیہ از میت
خواستہ۔ ولی میت راطلبیدہ آں مال وفرقان رابا وہبہ
میکند بعد ازان آن مال راولی میت بفقراء موصوفین
مقسوم می نماید وقرآن رااگر بقیمت غالی برائے حیلہ

ازامام محلہ یاغیرآں گرفتہ باشد باز باوقیمت معلومہ
اقالہ مے کنند واگر ازآن خود میباشد تصدقش میکند
یانزد خودش میدارد۔①

کہ نمازِ جنازہ کے بعد اور قبل از دفن طلباء اور مسکین علماء اور دیگر مسلمان فقراء میت کے سامنے حلقہ بنا کر بیٹھیں اور ایک قرآن مجید جو کہ وقف نہ ہو اس کی قیمت ہزار درہم تک متعین کر دیں۔ جبکہ قرآن مجید میت کے ولی کا ہو۔ اور اگر میت کے ولی کا نہ ہو تو جو وقف کر رہا ہے اس نے جتنے ہدیئے سے خریدا ہے وہی معتبر ہوگا۔ اس کو دیگر مالیت فدیہ خواہ وہ قیمت ہو یا غلہ جو ملفوف ہو اس کے ساتھ رکھ دیں پھر میت کا ولی حیلہ کے باب میں معتمد علیہ محلے کے امام کو اجناس مذکورہ اور قرآن مجید برائے اسقاط دے دیں۔ پھر امام موصوف اپنے دونوں ہاتھوں کو اس اسباب پر رکھ کر کہے: کہ جو نمازیں، روزے، نذور، کفارات اور دیگر فرائض وواجبات حقوق باری تعالیٰ جو اس میت کے ذمہ (اس وقت میت کی طرف اشارہ کرے) لازم الادا تھے۔ پس ظاہر مسلمان کی شان تو یہ ہے کہ اس نے ادا کیے ہوں گے۔ اور اگر بعضے کسی وجہ سے فوت ہو گئے ہوں یا درجہ قبولیت تک نہ پہنچے ہوں لیکن اب اس کی حالت (اس وقت میت کی طرف اشارہ کرے) یہ ہے کہ جو ان سے (نمازیں، روزے وغیرہ) قضاء ہوئے ہیں ان کو ادا کرنے سے عاجز ہے۔ پس یہ قرآن مجید جس کی قیمت ہزار درہم ہے۔ مع اس مال موجودہ کے جو فوت شدہ حقوق (کی ادائیگی) کے لیے شرع میں صحیح فدیہ ہے۔ اس میت کے ذمہ سے (فدیہ) ساقط کرنے کے لیے (یہ مال) بطریق فدیہ تجھے بخشتا ہوں۔ اور اس حلقہ میں جو (فقیر، طالب علم) امام کے دائیں جانب ہو اس کو بخش دے۔

پس وہ مسکین اس امام سے (فدیہ کے مال اسباب) پکڑ کر کہے کہ میں نے اسے

① علامہ عبد الجلیل پشاوری، المتوفی سیف المقلدین علی اعناق المنکرین، ص: ۴۵۹، ۴۶۰، مطبوعہ در مطبع احمدی دھلی، انڈیا۔

قبول کیا ہے۔ پھر وہ دوسرے مسکین کو بھی اس طرح کہے کہ میں بطریق اسقاط اس متوفی کی طرف سے تجھے بخشتا ہوں اسی طرح چلتے چلتے یہاں تک کہ یہ دور پھر امام موصوف تک پہنچے، پھر امام یہ عمل تین بار دہرائے۔ پھر جب آخر میں دور امام تک پہنچے۔ پھر اس کے بعد امام حاضرین کے ساتھ میت کے لیے مغفرت اور قبولیت فدیہ کے لیے دعا مانگے۔ پھر امام میت کے ولی کو بلائے امام محلہ یا کسی اور سے زیادہ قیمت کے ساتھ لیا ہو پھر اسی قیمت معلومہ کے ساتھ اسے واپس کر دیں۔ اگر وہ قرآن مجید ولی کی اپنی طرف سے ہو تو اسے صدقہ کرے یا اپنے پاس رکھ دے۔

تبصرہ بر طریقہ عبد الجلیل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:۔

پورے افغانستان میں اُس وقت یہ طریقہ رائج رہا اب بھی وہاں کے اکثر علاقوں میں یہ طریقہ باقاعدگی سے ہوتا ہے۔ صوبہ خیبر پختون خواہ کے اکثر بلاد میں بھی بڑے اہتمام کے ساتھ حیلہ اسقاط کو اسی طریقہ پر کیا جاتا ہے۔ سیف المقلدین فارسی زبان میں عقائد پر ایک زبردست کتاب ہے جس پر کثیر التعداد علماء کے تصدیقی مہر ثبت ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مسئلے پر ان تمام علماء کا اتفاق رہا ہے۔ لہٰذا اس کو بدعت قرار دینا روا نہیں۔ اور فاضل جلیل علامہ قاضی محمد فیض عالم ہزاروی نے بھی اسی طرح طریقہ اپنی کتاب وجیز الصراط میں ذکر کیا ہے۔①

مساکین گھر بلا کر گھر میں حیلہ کرنا:۔

حیلہ کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ میت کے ورثاء غرباء اور مساکین کو گھر بلا کر ادھر ہی گھر میں حیلہ کرے تو یہ بھی درست ہے۔ لیکن بہتر یہ ہے کہ ادھر ہی جناز گاہ میں کیا جائے کیونکہ وہاں پر فقراء اور مساکین کا جمِ غفیر ہوتا ہے۔ گھر میں اتنے زیادہ فقراء کا جمع ہونا محال ہوتا ہے اس لیے سلف صالحین کے طریقہ کے مطابق حیلہ اِسقاط جنازے کے بعد ہی بہتر ہے۔

① قاضی فیض عالم ہزاروی، وجیز الصراط، ص:۱۶، مطبوعہ مؤسسۃ الشرف، لاہور۔

وہ امور جن کے لیے حیلہ لازمی ہے:۔

علامہ شامی رحمہ الباری نے نماز کے بعد ان عبادات کا ذکر بھی کیا ہے کہ ان کے لیے بھی حیلہ کیا جائے۔ (۱) کفارہ صوم (۲) قربانی (۳) قسم (۴) زکوٰۃ (۵) حج (۶) سجدہ تلاوت (۷) وہ نوافل جو فاسد کئے ہوں اور ان کی ادائیگی نہ کی ہو۔ (۸) نذور (۹) فطرانہ (۱۰) عشر (۱۱) خراج (۱۲) حرم اور احرام میں جنایت کرنے پر (۱۳) قتل خطاء کا کفارہ (۱۴) ظہار (۱۵) نفقہ واجبہ اور کفارات مالیہ اور صدقہ منذورہ (۱۶) اعتکاف منذورہ (۱۷) حقوق ارباب مجہولہ کا فدیہ۔①

یعنی جب نماز کا دور اسقاط مکمل ہو جائے تو اس کے بعد ان عبادات کے لئے بھی دور کیا جائے کیونکہ زندگی میں انہی امور سے ضرور واسطہ پڑتا ہے اور انسان کمزور ہے سب کی ادائیگی بوجہ کسی مجبوری کے ان سے نہیں ہو سکتی یا کوئی ایک کمی، خامی یا غلطی رہ گئی ہو تو اللہ ربّ العزت اپنے خاص فضل و کرم سے اسے معاف فرما دے گا۔

دور کا لازم ہونا:۔

علامہ شامی رحمہ الباری اپنے زمانے کے ایک بزرگ کا دور کے لازم ہونے کے بارے میں قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

”وقد بلغنی عن بعض مشائخ عصرنا انه یقول بلزوم الدور هذا هو الذی ینبغی ان یعض بالنواجذ علیه ویجعل المصیر الیه۔②

ترجمہ: ”کہ میرے زمانے (علامہ شامی) کے مشائخ کبار (فقہاء) میں سے ایک بزرگ سے مجھ تک (دور اسقاط کے بارے) یہ

① ابن عابدین، علامہ سید محمد امین، المتوفی: ۱۲۵۲، رسائل ابن عابدین، الرسالہ ثامنہ ص: ۲۱۱، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور۔

② ابن عابدین، علامہ سید محمد امین، المتوفی: ۱۲۵۲ھ، رسائل ابن عابدین، الرسالہ ثامنہ ص: ۲۲۲، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور۔

بات پہنچی وہ فرماتے تھے کہ دور لازم ہے اور چاہئے کہ اسے مضبوطی سے تھامے رکھو اور اسی کی طرف پھیرنا چاہئے۔"

(یعنی اسی پر دوام اختیار کرنا چاہئے)

اور اگر دور بر مساکین ہو جائے تو دیگر جنازہ کے شرکاء کو رقم دینا یا کچھ اور دینا ضروری نہیں ہاں اگر مساکین ہوں تو اچھی بات ہے۔

اعتراض:۔

اعتراض یہ ہوتا ہے کہ کوئی چیز جو لازم نہ ہو اس کو لازم اور ضروری قرار دینا صحیح نہیں بلکہ یہ بدعت کے زمرے میں آتا ہے۔ اس لیے چاہئے یہ کہ اس کو لازم قرار نہ دیا جائے۔

جواب:۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جب حیلہ اسقاط کا استحباب واستحسان ثابت ہو گیا تو دوام میں کون سا نقصان وضرر رہے۔ آپ نہیں دیکھتے کہ حدیث بلال رضی اللہ عنہ میں ہے:۔

"عن ابی هريرة قال قال رسول اللهﷺ لبلال عند صلاة الفجر حدثنی بازكى عمل عملته فى الاسلام فانى سمعت الليلة خشف نعليك فى الجنة فقال ماعملت عملا فى الاسلام أزكى عندى من أنى لم أتطهر طهورا فى ساعة ليل أو نهار الا صليت لربى أدنى ماقدرلى، وفى آخر ما أحدثت الا أوجدت الطهارة وما تطهرت الا صليت ركعتين۔①

یہی حدیث بالفاظ دیگر:۔

① السمرقندی، الشیخ نصر بن محمد بن ابراهيم، المتوفی: ۳۷۳ھ، تنبیہ الغافلین، باب: فصل الوضوء، ص:۹۹، مطبوعہ عیسی البابی الحلبی وشرکاہ، بمصر۔

"عن ابی هريرة ان النبی ﷺ قال البلال عند صلاة الفجر يا بلال حدثنی بارجى عمل عملته فى الاسلام فانى سمعت دف نعليك بين يدى فى الجنة قال ماعملت عملا ارجى عندى انى لم اتطهر طهورا فى ساعة ليل او نهار الا صليت بذلك الطهور ماكتب لى ان اصلى۔①

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ حضور ﷺ نے نماز فجر کے وقت حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ حالت اسلام میں اپنا سب سے بہترین عمل مجھے بتاؤ۔ کیونکہ آج رات میں نے تیرے جوتوں کی آہٹ جنت میں سنی ہے۔ عرض کیا کہ اسلام میں میں نے سب سے بہترین عمل صرف یہ کیا ہے کہ دن رات وضو میں رہتا ہوں۔ اور مقدور بھر اپنے ربّ کی نماز پڑھ لیتا ہوں۔"

دوسری روایت میں ہے کہ میں بے وضو ہوتے ہی دوسرا وضو کر لیتا ہوں اور وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھ لیتا ہوں۔

اس حدیث مبارک کہ میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا ہمیشہ باوضو رہنا عمل استحباب ہے۔ لیکن اس پر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے دوام اختیار فرمایا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے اس اچھے عمل کی برکت اور اللہ ربّ العزت کو پسند ہونے کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ کے جوتوں کی آہٹ سرکار دوعالم ﷺ نے جنت میں سنی تھی۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی اچھے عمل پر دوام نقصان نہیں بلکہ باعث اجر ہے۔ اس پر بدعت کے

① بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری باب فضل الطهور بالليل والنهار، ج:۱، جز:۵، ص:۱۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع وکارخانہ تجارت کتب آرام باغ کراچی۔

فتوے لگانا جہالت اور کم علمی ہے۔ لہٰذا حیلہ اسقاط پر دوام اختیار کرنا صحیح ہے۔ اسی طرح کی کئی اور مثالیں موجود ہیں۔ لیکن دانا کے لیے ایک لفظ ہی کافی ہوتا ہے" اور نادان کے لیے دفتر و رسالے بھی کافی نہیں ہوتے بقول شاعر:۔

دانا کے لیے کافی ہے اک لفظ نصیحت
نادان کے لیے کافی نہیں دفتر نہ رسالہ

ترمذی میں حضرت ابی بریدہ سے مروی ہے جس کے الفاظ اس طرح ہیں:۔

"فقال بلال یارسول اللہ ﷺ مااذنت قط الا صلیت رکعتین وما اصابنی حدث قط الا توضأت عندها ورأیت ان لله علی رکعتین فقال رسول اللہ ﷺ بهما۔①

اور مسلم شریف میں علامہ مسلم بن حجاج قشیری اور ترمذی شریف میں محمد بن عیسیٰ فرماتے ہیں کہ:۔

"عن عائشة رضی اللہ عنها ان رسول اللہ ﷺ سئل ای العمل احب الی اللہ تعالیٰ قال ادومه وان قل۔②

ترجمہ: "حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کو کون سا عمل زیادہ پسند ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا! جس پر زیادہ دوام کیا جائے خواہ وہ عمل کم ہو۔"

اس لیے حیلہ اسقاط پر دوام اچھا اور مستحسن عمل ہے۔ حیلہ اسقاط چونکہ بھلائی کا کام ہے تو بھلائی کے روکنے والے کے سدباب کے لیے ضروری ہے کہ اس کام کو مزید تیز کیا جائے۔

① ترمذی شریف ج:۲، ص:۶۸۸، ابواب المناقب۔
② مسلم بن حجاج قشیری، الصحیح مسلم، ص:۲۶۶، ج:۱، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔ ترمذی شریف، ج:۲، ص:۵۷۵۔ مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

سستی سے کام نہ لینا:۔

حیلہ اسقاط میں سستی، کوتاہی اور کاہلی سے کام نہیں لینا چاہئے کیونکہ اچھے اور کسی کے فائدے والے کام کی طرف جلدی کرنی چاہئے۔ حیلہ اسقاط میں چونکہ میت کے فدیہ کی ادائیگی کے لیے اللہ ربّ العزت کی بارگاہ میں معافی کی التماس کی جاتی ہے اور غضب باری تعالیٰ سے نجات مانگی جاتی ہے۔ اس لیے اس میں سستی و کوتاہی کرنا صحیح نہیں علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنے رسائل میں اس بات کی وضاحت فرمائی ہے۔ فرماتے ہیں:۔

"ولا ینبغی ان یتساهل فی هذا الأمر فان به نجاة الانسان من عذاب اللہ تعالیٰ وغضبه۔①

ترجمہ: "کہ حیلہ اسقاط میں سستی نہیں کرنی چاہئے کیونکہ اس سے انسان کو اللہ تعالیٰ کے غضب اور عذاب سے نجات ملتی ہے۔"

مدارس کا حیلے سے چلنا:۔

حیلہ شرعیہ کی ایک واضح مثال جس سے تعلیم و تعلم کی ترویج کی جاتی ہے۔ اور دینی مدارس اس حیلے کی وجہ سے ترقی کی منازل طے کررہے ہیں۔ وہ اس طرح کہ مہتمم حضرات بچوں کو جمع شدہ چندہ دے دیتے ہیں کہ اسے قبول کرو۔ پھر بچے وہ چندہ واپس کردیتے ہیں (اور بعض جگہ لے لیتے ہیں) اس لیے کہ اس کے بغیر ان کے مدارس چلتے ہی نہیں۔ علماء نے بوجہ مجبوری حیلہ شرعیہ کرکے زکوٰۃ اور فطرانے کی رقوم مدارس میں صرف کرنے کی اجازت دی ہے۔ لیکن عجب تماشا یہ ہے کہ منکرین حضرات اپنی جیب بھرنے کے لیے ہر طرح کے حیلے بہانے استعمال کرتے ہیں۔ لیکن جب ہم کوئی حیلہ

① ابن عابدین، علامہ سید محمد امین، المتوفی:۱۲۵۰، رسائل ابن عابدین، الرسالۃ الثامنہ ص:۲۲۲، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور۔

شرعیہ کرتے ہیں تو طرح طرح کے فتوے جھاڑتے ہیں۔ آج کل تو سوسائٹیاں بنی ہوئی ہیں۔ جو ناجائز طریقے سے زکوٰۃ و فطرے کی رقوم وصول کر کے خوش ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں راہ ہدایت دکھائے۔ اس بارے میں علامہ خالد سیف اللہ رحمانی وضاحت کرتے ہیں اور بطور دلیل جواز حیلہ بھی پیش کرتے ہیں۔

خالد سیف اللہ رحمانی کا نظریہ (صاحب جدید فقہی مسائل):۔

"حیلہ کا مقصد اگر خواہ مخواہ بلا ضرورت شریعت کے ایک حکم کو بے معنی بنا دینا اور اپنی خواہشات کی تکمیل اور نفع کی تحصیل ہو تو ظاہر ہے یہ ناجائز اور نادرست ہو گا اور عند اللہ اس کی باز پرس ہو گی۔ لیکن اگر کسی واقعی دینی مصلحت کے پیش نظر ایسا کرنا ناگزیر ہو جائے تو اجازت ہے مثلاً مدرسہ میں اساتذہ کی تنخواہ کے لیے کوئی رقم موجود نہ ہو یا مسجد کی ضرورت پر خرچ کرنا پڑے اور کوئی دوسرا ذریعہ نہ ہو جس سے ضرورت کی تکمیل ہو سکے۔ تو ایسی صورت میں آخری درجہ مجبوری کے وقت یہ حیلہ اختیار کیا جا سکتا ہے کہ زکوٰۃ کی رقم کسی مستحق شخص کو دے دی جائے پھر وہ شخص کچھ لے کر یا پوری کی پوری رقم مدرسہ و مسجد کے انتظامی ذمہ داروں کو بطور عطیہ دے دے اور اس طرح یہ رقم مذکورہ مدات میں خرچ کی جائے۔ ①

معلوم ہوا کہ حیلہ اسقاط بھی شرعی حیلہ ہے اور یہ جائز ہے۔

① خالد سیف اللہ رحمانی، دیوبندی، جدید فقہی مسائل، ج:۱، ص:۱۲۱۔ مطبوعہ پروگریسو بکس لاہور۔

مقدار فدیہ

علامہ شامی فرماتے ہیں کہ:۔

"ان صوم الیوم الواحد بمنزلة صلاة الفرض الواحد فیعطی عن کل یوم نصف صاع من بر اودقیقة او سویقه او صاع من شعیر او تمر او زبیب۔ ①

ترجمہ: "کہ ایک روزہ ایک فرض نماز کی طرح ہے۔ پس ہر دن کی طرف سے نصف صاع گندم یا جو یا ستو یا ایک صاع کشمش ادا کیا جائے۔"

تو اب فی نماز دو کلو گرام گندم (جتنے فطرانے کی مقدار ہے) اور فی روزے کی بھی اسی طرح ہے۔ اب دن میں پانچ نمازیں فرض اور ایک وتر واجب ٹوٹل چھ نمازیں ہیں ان کا فدیہ ایک دن کا بارہ کلو گرام بنتا ہے اور اگر ایک ماہ کی نمازوں کا حساب لگایا جائے تو تقریباً ۹ من گندم بنتی ہے۔ اور سال کی نمازوں کا حساب لگایا جائے تو تقریباً ۱۰۸ من گندم بنتی ہے اسی طرح تمام عمر کا حساب لگائیں۔ (حساب ضربی طریقہ سے):۔

ایک دن کا فدیہ	مہینے کا فدیہ
۱۲ کلو ضرب ۳۰ دن =	۳۶۰ کلو گرام گندم
اب ۴۰ کلو =	۱ من تو ۳۶۰ کلو: ۹ من گندم ایک مہینے کا فدیہ ہوا۔

سال کا حساب:۔

۳۶۰ کلو ضرب ۱۲ مہینے:	۴۳۲۰ کلو گرام

① ابن عابدین، علامہ سید محمد امین، المتوفی: ۱۲۵۲، رسائل ابن عابدین، الرسالہ ثامنہ ص: ۲۲۴، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور۔

من میں تبدیل کرکے: مہینے من

۱۲ضرب۹: ۱۰۸من گندم ایک سال کا فدیہ ہوا۔

اب کسی کی عمر فرضی طور پر ۵۰ سال ہو تو اس کا ٹوٹل گندم منوں میں:۔

۵۰ضرب۱۰۸= ۵۴۰۰من گندم

اب فرض کریں کسی کی عمر پچاس سال ہے اور اسے حیلے کے سوا کوئی چارہ کار نہیں کیونکہ وہ مفلس ہے حیلے کے بغیر اسے تو صدہا من گندم فدیئے میں دینی ہوگی شاید کوئی امیر، کبیر، کروڑپتی، ارب پتی ہو جو یہ فدیہ ادا کرسکے مگر عام لوگوں سے یہ ممکن نہیں اس لیے التماس ان لوگوں سے ہے جو حیلے کے منکر ہیں انہیں چاہئے کہ وہ پورا پورا فدیہ دیں۔

فتاویٰ رضویہ کا پیمانہ:۔

اعلیٰ حضرت الشاہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ رضویہ میں رقم طراز ہیں کہ:۔

سال کے دن تین سو پچپن ہیں تو ایک سال کی نمازوں کے فدیئے دو ہزار ایک سو تیس، اور ساٹھ برس کے ایک لاکھ ستائیس ہزار آٹھ سو، ایک نماز کا فدیہ گیہوں سے نصف صاع یعنی بریلی کی تول سے ایک سیر سات چھٹانک، دو ماشے ساڑھے چھ رتی اور انگریزی سیر سے کہ ۸۰ روپے بھر کا ہے۔ پونے دو سیر اور پون چھٹانک اور بیسواں حصہ چھٹانک کا یعنی ایک سیر تیرہ چھٹانک پانچواں حصہ چھٹانک کا کم اس مقدار کو ۲۱۳۰ سے ضرب دیں تو سال بھر نمازوں کا کفارہ ہوا اور ۱۲۷۰ میں ضرب دیں تو ساٹھ سال کا یہ تقریباً پونے پانچ ہزار من گیہوں ہوئے۔①

① اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان البریلوی، المتوفی: ۱۳۴۰ھ، فتاویٰ رضویہ، ج:۸، ص:۱۶۵، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور۔

عورت کے اعداد و شمار میں ایام حیض و نفاس کا استثناء:۔

تمام مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ حیض و نفاس کی حالت میں عورت پر نماز اور روزہ واجب نہیں ہے۔ اور اس پر اجماع ہے کہ اس پر روزہ کی قضاء واجب ہے اور نماز کی قضاء واجب نہیں ہے علماء نے کہا ہے کہ ان میں فرق یہ ہے کہ نمازیں زیادہ ہیں اور دن میں بار بار پڑھی جاتی ہیں اس کے برعکس روزے سال میں ایک بار واجب ہوتے ہیں۔①

جس طرح کہ حدیث پاک میں مذکور ہے:۔

"عن معاذة قالت سالت عائشة فقلت مابال الحائض تقضى الصوم ولا تقضى الصلوة فقالت احرورية انت قلت لست بحرورية ولكنى اسال قالت كان يصيبنا ذلك فنؤمر بقضاء الصوم ولا نؤمر بقضاء الصلوة۔②

ترجمہ: "معاذہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ اس کا کیا سبب ہے کہ حائضہ عورت روزہ تو قضا کرتی ہے، نماز قضاء نہیں کرتی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا تو حروریہ ہے؟ میں نے عرض کیا: میں حروریہ نہیں ہوں محض جاننا چاہتی ہوں۔ آپ نے فرمایا: حیض کے ایام میں ہمیں روزوں کی قضاء کا حکم تو دیا جاتا تھا اور نمازوں کی قضاء کا حکم نہیں دیا جاتا تھا۔"

حیلہ کے اعداد و شمار میں عورت کے ایام حیض و نفاس کا بھی استثناء کیا جائے گا۔ اس سلسلے میں ہم صاحب فتاویٰ رضویہ کا نظریہ پیش کرتے ہیں اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں

① علامہ غلام رسول سعیدی، شرح صحیح مسلم، ج:۱، ص:۱۰۲۹، مطبوعہ فرید بک سٹال لاہور۔
② مسلم بن حجاج القشیری، المتوفی، صحیح مسلم، ج۱، حدیث:۷۶۳۔

کہ:۔

”عورت کی عادت حیض اگر معلوم ہو تو اس قدر دن۔ اور نہ معلوم ہو تو ہر مہینے سے تین دن، نو برس کی عمر سے (لیکر) پچاس برس کی عمر تک مستثنیٰ کریں۔ مگر جتنی بار حمل رہا ہو۔ مدت حمل کے مہینوں سے ایام حیض کا استثنیٰ نہ کریں۔ عورت کی عادت، دربارہ نفاس اگر معلوم ہو تو ہر حمل کے بعد اتنے دن مستثنیٰ کرے اور نہ معلوم ہو تو کچھ نہیں، کہ نفاس کے لیے جانب اقل میں شرعاً کچھ تقدیر نہیں ممکن ہے کہ ایک ہی منٹ آکر فوراً پاک ہو جائے۔ ①

علامہ عبدالمجید افغانی کا نظریہ:۔

فرماتے ہیں! کہ یہ مسئلہ بھی واضح ہو کہ عورت کے کل عمر سے تیسرا حصہ مستثنیٰ کریں اس لیے کہ عورت کے ہر مہینے میں تین دن حیض والے ہوتے ہیں اور ایام حیض میں نماز معاف ہے۔ دن، رات، ٹوٹل چھ نمازیں (فرض بمعہ وتر) ہیں اور سال کے ۳۶۰ دن ہیں تو ۳۶۰ کو ۶ سے ضرب دیں تو ۲۱۶۰ بن گئے۔ ②

فدیہ میں افضل غلہ یا نقدی:۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ فقہاء کے طریقوں میں غلے کا ذکر ہے۔ اب کسی کو نقدی کی ضرورت ہو تو کیا نقدی بھی فدیئے میں دے سکتے ہیں اور ان میں سے افضلیت کس چیز میں ہے۔ تو اس بارے میں علامہ شامی رحمہ الباری اپنے رسائل میں فرماتے ہیں! کہ

”ودفع القيمة افضل لانها انفع للفقراء الازمن الفاقة والقحط والعياذ باللّٰه تعالیٰ۔ ③

① اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان البریلوی، المتوفی: ۱۳۴۰ھ، فتاویٰ رضویہ، ج: ۸، ص: ۱۵۴، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور۔

② عبدالمجید افغانی، آخری منزل، (بزبان پشتو) ص: ۱۳۱، مطبوعہ مرکزی مجلس رضا لاہور۔

③ ابن عابدین، سید محمد امین، المتوفی: ۱۲۵۲ھ، رسائل ابن عابدین، الرسالہ الثامنہ، ص: ۲۱۱، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور۔

ترجمہ: ”کہ قیمت کا دینا افضل ہے کیونکہ اس میں فقراء کو زیادہ نفع ہوتا ہے مگر جب فاقہ اور قحط کا زمانہ ہو (اللہ تعالیٰ بچائے) تو غلے کا دینا افضل ہے۔“

حقوق ارباب مجہولہ کا فدیہ:۔

جب میت پر ایسے لوگوں کے حقوق ہوں جو معلوم ہوں تو ورثاء پر لازم ہے کہ وہ ان لوگوں کے حقوق کی ادائیگی کر لیں، تا کہ میت کے لیے آسانی رہے۔ حقوق العباد میں سے معلوم کی ادائیگی کرنے کے بعد دوسرے نمبر پر وہ حقوق ہیں جن کے ارباب نامعلوم ہوں تو ایسوں کے لیے بھی فقہاء نے طریقہ تجویز کیا ہے کہ:۔

”وحقوق العباد المجهولة اربابها عن الكفارات۔ ①

ترجمہ: ”کہ ان کے لیے بھی حیلہ اسقاط کا دور کریں۔ جن حقوق کے ارباب (اشخاص) معلوم نہ ہوں۔“

کفارہ ایمان کے لیے دس افراد کا ہونا:۔

بقایا عبادات و نذور کے لیے دس افراد کی شرط نہیں رکھی گئی لیکن قسم کے کفارہ کے حیلہ کے لیے دس افراد کی شرط رکھی گئی ہے فرماتے ہیں:۔

”لكن لا بد فی كفارة الايمان من عشرة مساكين ولا يصح ان يدفع للواحد اكثر من نصف صاع فی يوم للنص على العدد فيها بخلاف فدية الصلوة فانه يجو ز اعطاء فدية صلوات لواحد۔ ②

ترجمہ: ”کہ قسم کے کفارہ کے لیے دس افراد کا ہونا ضروری ہے

① ابن عابدین، سید محمد امین، المتوفی: ۱۲۵۲ھ، رسائل ابن عابدین، الرسالہ الثامنہ، ص: ۲۱۱، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور۔

② ابن عابدین، سید محمد امین، المتوفی: ۱۲۵۲ھ، رسائل ابن عابدین، الرسالہ الثامنہ، ص: ۲۲۳، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور۔

اور ایک کو ایک دن میں نصف صاع سے زیادہ دینا بھی صحیح نہیں نص میں عدد کے مذکور ہونے کی وجہ سے۔"

جبکہ نماز میں اس طرح نہیں کہ نماز کے فدیا ایک آدمی کو دیئے جاسکتے ہیں۔

اب جن فقہاء حضرات نے اپنی اپنی کتابوں میں حیلے کا ذکر کیا ہے اختصار کے ساتھ متن بمعہ ترجمہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

در مختار میں حیلہ اسقاط:۔

علامہ ابن عابدین شامی نے اپنی ہر کتاب میں بڑے التزام کے ساتھ حیلہ اسقاط کا ذکر کیا ہے۔ در مختار میں بھی آپ نے حیلہ کا ذکر کیا ہے ملاحظہ ہو، فرماتے ہیں کہ:۔

"ولو لم يترك مالا يستقرض وارثه نصف صاع مثلاً ويدفعه لفقير ثم يدفعه الفقير للوارث ثم وثم حتى يتم۔[①]

ترجمہ: "کہ اگر میت کوئی مال نہیں رکھتا تو ورثاء نصف صاع قرضہ لے کر فقیر کو (بطور حیلہ) دے اور فقیر پھر وارث کو دے اس طرح کرتے کرتے یہاں تک کہ اس کے کفارات مکمل ہو جائیں۔"

طحطاوی علی الدر المختار میں:۔

محشئ در مختار، علامہ احمد بن محمد فرماتے ہیں کہ:۔

"تدويرالكفارة بين الحاضرين وكل يقول لآخر وهبت هذه الدراهم لاسقاط ما على ذمة فلان من الصلاة أو الصيام ويقبله الآخر صحيح۔[②]

① ابن عابدین، سید محمد امین، المتوفی: ۱۲۵۲ھ۔ رسائل ابن عابدین، الرسالہ الثامنہ، ص: ۲۱۱۔ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور۔

② طحطاوی، علامہ احمد بن محمد، المتوفی: ۱۲۳۱ھ۔ حاشیہ الطحطاوی علی الدر المختار، ص: ۳۰۸۔ باب قضاء الفوائت، مطبوعہ ندارد۔

ترجمہ: "فرماتے ہیں کہ کفارہ کا حاضرین کے مابین دور کرے اور ہر ایک یہ کہے کہ میں نے یہ دراہم فلاں میت کے نمازوں یا روزوں کے کفارہ میں تمہیں ہبہ کیے۔ اور دوسرا اسے قبول کرے۔" یہ صحیح ہے۔

فتاویٰ سراجیہ میں:۔

الامام علی بن عثمان بن محمد سراج الدین اپنے فتاویٰ میں رقم طراز ہیں:۔

"اذا أراد أن يؤدى الفدية من صوم أبيه وصلوته وهو فقير فانه يعطى منوين من الحنطة فقيرا ثم يستوهبه ثم يعطيه هكذا الى ان يتم۔[①]

ترجمہ: "کہ جب کوئی اپنے باپ کے روزوں اور نمازوں کے فدیہ کی ادائیگی کا ارادہ کرتا ہے اور وہ فقیر ہو تو وہ دو من گندم کے فقیر کو دے دے پھر فقیر اسے دے اسی طرح کرتے کرتے یہاں تک کہ فدیا مکمل ہو جائیں۔"

فتاویٰ عالمگیری میں:۔

ملا نظام الدین صاحب نے فتاویٰ عالمگیری کتاب الحیل میں حیلہ اسقاط کا طریقہ بحوالہ فتاویٰ سراجیہ نقل کیا ہے۔ اس لیے اوپر مذکورہ عبارت فتاویٰ عالمگیری میں بھی مرقوم ہے۔[②]

① الامام علی بن عثمان بن محمد سراج الدین، المتوفی: ھ۔ فتاویٰ سراجیہ کتاب الحیل، والمخارج، ص: ۱۵۴، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی۔

② ملا نظام الدین، المتوفی ۱۱۶۱ھ۔ فتاویٰ عالمگیری، کتاب الحیل، ج: ۷۔ ص: ۳۹۲۔ مکتبہ ماجدیہ عید گاہ طوغی روڈ کوئٹہ۔

خلاصۃ الفتاویٰ میں:۔

علامہ طاہر بن عبد الرشید بخاری اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں کہ:۔

"اذا مات الرجل وعليه صلوات فائتة واوصى بأن يعطى كفارة صلوته يعطى لكل صلوة نصف صاع من برو للوتر نصف صاع ولصوم يوم نصف صاع وانما يعطى من ثلث ماله وان لم يترك مالا يستقرض ورثته نصف صاع وتدفع الى مسكين ثم يتصدق المسكين على بعض ورثته ثم يتصدق وثم وثم حتى يتم لكل صلوة ماذكرنا۔①

ترجمہ: "کہ جب کوئی آدمی فوت ہو جائے اور اس کے ذمہ قضاء نمازیں ہوں اور اس نے وصیت کی ہو کہ اس کی نمازوں کا کفارہ دے تو ہر نماز کے بدلے نصف صاع گندم اور وتر، اور ایک روزے کے لیے بھی نصف صاع دے، اور یہ میت کے ثلث، (تہائی) مال سے دیں گے۔ اور اگر وہ مال نہ رکھتا ہو تو اس کے ورثاء نصف صاع قرضہ لے کر مسکین کو دیں پھر مسکین وہ بعض ورثاء پر صدقہ کرے پھر ورثاء بطور فدیہ مسکین کو دے اسی طرح کرتے کرتے یہاں تک کہ فدایا مکمل ہو جائیں۔"

بزازیہ میں:۔

"مات وعليه صلوات يطعم لكل صلوة حتى الوتر نصف صاع وان لم يكن له مال يستقرض نصف صاع ويعطيه المسكين ثم يتصدق به المسكين على الوارث

① علامہ طاہر بن عبد الرشید، خلاصۃ الفتاوی، باب قضاء الفوائت، ج:۱۔ ص:۱۹۲۔ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ۔

ثم الوارث الى المسكين ثم وثم حتى يتم لكل صلوة نصف صاع۔①

ترجمہ: "اگر میت کا مال نہیں تو نصف صاع قرض لے کر مسکین کو دیا جائے پھر وہ مسکین اسے وارث پر صدقہ کرے پھر وارث مسکین پر اسی طرح کرتے جائیں یہاں تک کہ ہر نماز کے عوض نصف صاع ہو جائے۔

عین الھدایہ میں:۔

علامہ سید امیر علی، ہدایہ شریف کی شرح میں حیلہ اسقاط کا طریقہ لکھتے ہیں کہ:۔

"اگر یہ معلوم نہ ہو کہ میت پر قضاء فرائض کس قدر ہیں تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ میت کی عمر میں سے ایام نابالغی نکال کر باقی ایک سال کا سب متروک فرض کر کے اس کی مقدار کفارہ مثلاً دس روپیہ ہیں اور پچاس سال حیات بحالت بلوغ ہیں تو ایک سال کا فدیہ ایک فقیر کو دے دے پھر وہ فقیر بھی مال مقبوضہ وارث کو ہبہ کر دے مع قبضہ پھر وارث اس کو میت کے دوسرے سال کے کفارہ میں دے مع قبضہ پھر فقیر اس کو وارث کو ہبہ مقبوضہ کر دے اسی طرح پچاس (سال) پورے ہوں تو سب فدیہ پورا ہو جائے گا۔②

منحۃ الخالق میں:۔

وکیل احناف علامہ ابن عابدین شامی رحمہ الباری کنز الدقائق کی شرح میں لکھتے

① البزاز، امام حافظ الدین محمد بن محمد الشھاب الکردری الحنفی المتوفی، ۸۲۷، فتاویٰ بزازیہ علی ھامش ھندیہ، ص:۶۹۔ ج:۴۔ مکتبہ ماجدیہ طوغی روڈ کوئٹہ۔

② علامہ امیر علی، عین الھدایہ، باب مایوجب القضاء والکفارۃ، ج:۱۔ ص:۹۲۱۔ مطبوعہ ادارہ نشریات اسلام قذافی مارکیٹ لاہور۔

ہیں:۔

يجمع الوارث عشرة رجال ليس فيهم غنى لقوله تعالى:"انما الصدقات للفقراء والمساكين" ولاعبد، ولا صبى ولا مجنون لأن هبتهم لا تصح۔۔۔فيدور المسقط بنفسه وارثا كان أو غير وارث أو يوكل غيره فيقول المسقط أو وكيله لواحد من الفقراء هكذا فلان بن فلان ويذكر اسمه واسم ابيه فائتة صلوت سنة هذه فديتها من ماله نملكك اياها ويعلم ان المال المدفوع اليه صارملكا له، ثم يقول الفقير هكذا وأنا قبلتها وتملكتها منك فيدفع المعطى ويسلم اليه فيقبض المعطى فحينئذ تصير فدية صلاة سنة كاملة مؤداة ثم يفعل مع فقير آخر هكذا الى أن تتم العشرة الخ۔[1]

علامہ شامی نے یہاں پر بہت لمبی اور پر مغز بحث کی ہے پوری بحث کو یہاں پر نقل کرنا باعث طوالت ہے۔ فرماتے ہیں کہ:۔

"وارث دس ایسے آدمیوں کو جمع کرے جس میں غنی نہ ہو کیونکہ فرمان باری تعالیٰ ہے! "کہ صدقہ فقراء اور مساکین کے لیے ہے۔" نہ غلام ہو اور نہ مجنون کیونکہ اس کو ہبہ کرنا صحیح نہیں۔۔۔۔ پھر فرماتے ہیں کہ مسقط خود دور کرے خواہ وہ وارث خود ہو یا غیر وارث ہو یا کسی دوسرے کو وکیل بنائے پس مسقط یا اس کا وکیل ان فقراء میں سے کسی ایک کو کہے گا کہ

① ابن عابدین، سید محمد امین، المتوفی:۱۲۵۲ھ۔ منحۃ الخالق علی البحر الرائق، ج:۲، ص:۱۶۰، مطبوعہ دار لکتب العلمیہ بیروت۔

یہ فلاں جو فلاں کا بیٹا ہے ایک سال کی نمازوں کا فدیہ جو اس کا مال ہے تجھے مالک بناتا ہوں۔ اور یہ جاننا چاہیئے کہ جو مال اس کو دیا جارہا ہے وہ اس کا مالک ہوگا۔ پھر فقیر اسی طرح کہے گا کہ میں نے اسے قبول کیا اور میں اس کا تجھے مالک بناتا ہوں پس وہ وارث یا وکیل کو دے دے گا پس وارث یا وکیل پھر اسے دے دے گا۔ یہاں تک کہ دس سال کی نمازوں کا فدیہ ادا ہو جائے گا اور اسی طرح باقی فقراء میں بھی یہی طریقہ اختیار کرلیں۔ الی آخرہ۔"

بحر الرائق میں:۔

علامہ ابن نجیم مصری، شہرۂ آفاق شرح کنز میں رقم طراز ہیں کہ:۔

"واذامات الرجل وعليه صلوات فائتة۔۔۔۔ ويدفع الى مسكين ثم يتصدق المسكين على بعض ورثته ثم يتصدق ثم وثم حتى يتم لكل صلاة ما ذكرنا۔[1]

ترجمہ: "کہ جب کوئی آدمی فوت ہو جائے اور اس کے ذمہ قضا نمازیں ہوں تو پھر وہ مسکین کو دے پھر مسکین اس کے بعض ورثاء پر صدقہ کرے اسی طرح کرتے کرتے یہاں تک کہ تمام نمازوں کا فدیہ مکمل ہو جائے گا۔"

حاشیہ شیخ شلبی میں:۔

علامہ شیخ شلبی نے بھی شرح میں مختصر مگر جامع انداز میں حیلہ اسقاط کا ذکر کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ:۔

① ابن نجیم، الشیخ زین العابدین بن ابراھیم بن محمد مصری الحنفی، المتوفی:۹۷۰ھ۔ البحر الرائق شرح کنز الدقائق، باب قضاء الفوائت، ج:۲۔ ص:۱۵۹۔ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

”رجل مات وقد فاته صلاة عشرة اشهر ولم يترك مالا استقرض وارثه نصف صاع برودفعه الى مسكين ثم يتصدق المسكين على الوارث فلا بد أن يفعل حتى يتم لكل صلاة نصف صاع بر۔[1]

ترجمہ: ”کہ جب کوئی آدمی فوت ہو جائے اور اس سے دس مہینوں کی نمازیں فوت ہو چکی ہوں اور وہ مال نہ رکھتا ہو تو ورثاء نصف صاع قرضہ لے کر مسکین کو دے اور مسکین وارث پر صدقہ کر دے یہاں تک کہ ہر نماز کے بدلے نصف صاع پورا ہو جائے۔“

جامع الرموز میں:۔

علامہ شمس الدین محمد خراسانی رقم طراز ہیں کہ:۔

”فيدفع اليه مايملكه فى قبضه ثم يهبه من الدافع ثم يقبضه ثم يدفعه الى مسكين ثم وثم الى ان ينتهى عمره۔[2]

ترجمہ: ”کہ وارث فقیر کو دے جس کا مالک ہے وہ فقیر قبضہ کر کے پھر وارث کو دے دے اسی طرح کرتے کرتے یہاں تک کہ مقصود پورا ہو جائے“۔

بنفع المفتی والسائل میں:۔

علامہ عبدالحیی لکھنوی رقم طراز ہیں وہ ایک سائل کا جواب دیتے ہیں سوال

① شلبی، علامہ شہاب الدین احمد، حاشیۃ الشلبی علی تبیین الحقائق، ج: ۱۔ ص: ۳۳۸۔ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان۔

② خراسانی، امام شمس الدین محمد، المتوفی: ۹۶۲ھ، جامع الرموز، کتاب الصوم، فصل موجب الافساد ج: ۱، ص ۳۷۰، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی۔

بمعہ جواب رقم کرتے ہیں۔

”الاستفسار: من مات وعليه صلوات كيف تؤدى كفارته؟

الاستبشار:۔ من مات وعليه فوائت واوصى بان يعطى كفارة صلاته يعطى لكل صلوة نصف صاع من بر وللوتر نصف صاع ولصوم يوم نصف صاع من ثلث ماله وان لم يترك مالا فالحيلة ان يستقرض قريبه نصف صاع ويدفعه الى مسكين ثم يتصدق المسكين عليه ثم وثم حتى يتم لكل صلوة ما ذكرنا كذا فى الحمارية قلت هذه الحيلة وان كفت قضاء فلا تكفى ديانة فانما لكل امرء مانوى۔[1]

ترجمہ: ”کہ جب کوئی فوت ہو جائے اور اس کے ذمہ قضاء نمازیں ہوں تو اس کے کفارہ کی ادائیگی کیسے کریں؟

استبشار:۔ جب کوئی فوت ہو جائے اور اس کے ذمہ قضاء نمازیں ہوں اور اس نے وصیت کی ہو کہ اس کی نمازوں کا کفارہ ادا کریں۔ تو ہر نماز، وتر اور ایک دن کے روزہ کے بدلے نصف صاع گندم اس کے تہائی مال سے دے دیں اور اگر اس نے مال نہ چھوڑا ہو تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ کسی قریبی سے نصف صاع گندم قرض لے کر مسکین کو دے اور مسکین پھر وارث پر صدقہ کرے، اسی طرح یہ عمل دہراتے ہوئے یہاں تک کہ تمام نمازوں کا فدیہ ادا ہو جائے۔ جس طرح کہ ہم نے ذکر کیا

① لکھنوی، علامہ عبدالحیی، المتوفی: ۱۳۰۴ھ۔ بنفع المفتی والسائل، ص: ۹۷۔ مطبوعہ کتب خانہ مجیدیہ، بیرون بوہڑ گیٹ ملتان۔

ہے اسی طرح حمادیہ میں ہے۔(عبدالحیی) میں کہتا ہوں کہ یہ
حیلہ اگر قضاء کافی ہو جائے پس دیانۃ کافی نہ ہو گا۔ کیونکہ ہر چیز کا
دارومدار نیتوں پر ہے۔"

الاشباہ والنظائر میں:۔

علامہ ابن نجیم بھی علامہ شامی کی طرح ہر تصنیف میں حیلے کا ذکر کرتے ہیں تا کہ عوام کے ذہنوں میں اس کا طریقہ راسخ ہو جائے آپ الاشباہ میں لکھتے ہیں:۔

"أراد الفدية عن صوم ابيه أو صلاته وهو فقير يعطى
منوين من الحنطة فقيرا ثم يستوهبه ثم يعطيه وهكذا
الى ان يتم۔[1]

ترجمہ:"کہ جب کوئی اپنے والد کی فوت شدہ نمازوں کا کفارہ دینا
چاہتا ہو (یا ارادہ رکھتا ہو) اور حال یہ ہو کہ وہ فقیر ہو۔ تو وہ دو من
گندم فقیر کو دیدے پھر فقیر وارث کو دے دے اسی طرح
عمل دہراتے ہوئے یہاں تک فدایا مکمل ہو جائیں۔"

ملتقط فی الفتاویٰ الحنفیہ میں:۔

امام ناصر الدین ابی القاسم محمد بن یوسف الحسینی السمرقندی علیہ الرحمۃ نے قسم کے حیلہ کے بارے میں نقل کیا ہے۔ ہم بھی بطور ثبوت حیلہ یہاں پر درج کرتے ہیں فرماتے ہیں۔

"عن محمد بن مقاتل رحمة الله فيمن حلف ان يتصدق
بماله لا بأس أن يتصدق بماله على فقير ويسلمه اليه ثم

① ابن نجیم، الشیخ زین العابدین بن ابراہیم بن محمد مصری الحنفی، المتوفی: ۹۷۰ھ۔ الاشباہ والنظائر، باب الحیل، ص: ۴۰۷۔ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

يرده الفقير عليه بعد ماقبض۔[1]

ترجمہ: "محمد بن مقاتل بیان کرتے ہیں کہ جب کوئی یہ قسم
کھائے کہ میں (تمام) مال کو صدقہ کروں گا تو کوئی حرج نہیں کہ
وہ اپنے مال میں سے فقیر کو دے اور فقیر قبضہ کر کے پھر اسے
سپرد کر دے۔"

کبیری مع صغیری میں:۔

شارح منیۃ المصلی علامہ ابراہیم الحلبی نے منیۃ المصلی کی دونوں شرحوں "صغیری اور کبیری" میں حیلہ اسقاط پر بحث کی ہے فرماتے ہیں:۔

"من مات وعليه صلو ات واوصى بمال معين يعطى
لكفارة صلواته لزم ويعطى لكل صلوة كالفطر وللوتر
كذلك وكذاالصوم كل يوم وانما يلزم بتنفيذها من الثلث
وان لم يوص فتبرع به بعض الورثة جاز وان كانت الصلوة
كثيرة والحنطة قليلة يعطى ثلثة اصوع عن صلوات يوم
وليلة مع الوتر للفقير ثم يدفعها الفقير الى الوارث ثم
يدفعها الوارث اليه هكذا يفعل مرارا حتى يستوعب
الصلوة ويجوز عطاؤها الفقير الواحد دفعة بخلاف كفارة
اليمين والظهار والافطار۔[2]

ترجمہ: "جب کوئی فوت ہو جائے اور اس کے ذمہ فوت شدہ
نمازیں ہوں اور مال معین میں سے اس نے وصیت بھی کی ہو۔

① الامام ناصر الدین ابی القاسم محمد بن یوسف الحسینی السمرقندی، الملتقط فی الفتاویٰ الحنفیہ، کتاب الطلاق، ص: ۱۲۵۔ مکتبہ عربیہ کانسی روڈ کوئٹہ۔

② الحلبی، علامہ ابراہیم، المتوفی: ۹۵۶، کبیری مع صغیری، ص: باب قضاء الفوائت، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ پاکستان۔

تو اس کی نمازوں کا کفارہ دینا لازم ہے اور ہر نماز کا فدیہ فطرہ کی طرح ہے اور اسی طرح وتر اور ہر دن کے روزے کے لیے بھی دے۔ اور یہ لزوم اس کے ثلث مال پر نافذ ہو گا اور اگر اس نے وصیت نہ کی ہو تو اس کے ورثاء تبرعاً بھی دے سکتے ہیں (جائز ہے) اور جب نمازیں زیادہ ہوں اور گندم تھوڑی ہو تو تین صاع گندم اس کے ایک دن کی نمازوں مع الوتر کے ایک فقیر کو دے دے پھر فقیر وارث کو دے دے پھر وارث فقیر کو دے دے اسی طرح عمل دہرائے یہاں تک کہ نمازیں اس کی مکمل ہو جائیں۔ اور ایک فقیر کو بھی اکٹھا دینا جائز ہے مگر کفارہ قسم، ظہار اور افطار میں ایک فقیر کو دینا جائز نہیں۔"

التیسیر میں:۔

علامہ اسعد محمد سعید الصاغرجی بھی مذکورہ طریقوں کی طرح اپنی کتاب میں وہی طریقہ رقم کرتے ہیں لیکن یہاں پر طریقہ کے بعد جو حساب کیا ہے اسی کو ہم نقل کرتے ہیں فرماتے ہیں:۔

"وذالك كفارة ست صلوات لكل يوم وليلة ستة أثمان المد اى ما يعادل خمسة عشر كيلو غراما قمحا تضرب فى ثلاثمائة وستين يوما فتعدل خمسة الآف واربع مائة كيلو غراما۔①

ترجمہ: "اسی طرح چھ نمازوں میں دن اور رات میں (بمعہ وتر) یعنی اسے ۱۵ کلو گرام گندم میں بدل ڈالیں اور اس کو ۳۶۰ سے

① الصاغرجی، اسعد محمد سعید، التیسیر فی الفقہ الحنفی، ص:۳۸۹۔ مطبوعہ دار الکلم الطیب دمشق، بیروت لبنان۔

ضرب دیں تو یہ ۵۴۰۰ کلو گرام گندم (سالانہ کے حساب سے) ہو جاتی ہے۔"

علامہ عبد اللہ قندھاری کے نزدیک:۔

آپ فرماتے ہیں کہ دور متعارف حیلہ اسقاط کے لیے سند صحیح ہے مذہب میں آپ فرماتے ہیں شرح العقائد النسفیہ کے حاشیہ پر علامہ عبد اللہ قندھاریؒ لکھتے ہیں کہ:۔

"حلية الا سقاط والدور المتعارف لهاسند صحيح فى المذهب و مخرج صحيح فى الحديث۔①

کفایت المفتی میں:۔

علامہ کفایت اللہ دیوبندی اپنے فتاویٰ کفایت المفتی میں رقم طراز ہیں کہ:۔

دوسری صورت یہ کہ وارث کے پاس بھی مال نہیں ہے یا ہے مگر وہ پورا فدیہ دینا نہیں چاہتا۔ تو اس کے لیے فقہاء نے ایک صورت تجویز کی ہے کہ اس پر عمل کرنے سے ممکن ہے کہ میت کا ذمہ بھی بری ہو جائے اور وارث پر بھی زیادہ بار نہ ہو۔ وہ یہ کہ جس قدر نمازوں کا وہ فدیہ دے سکتا ہو (خواہ اپنے مال سے یا قرضہ لے کر) اتنی نمازوں کی طرف سے وہ فدیہ کسی فقیر کو دے مثلاً اس کے پاس چار صاع گیہوں ہیں تو یہ کہے کہ یہ آٹھ نمازوں کا فدیہ ہے اور فقیر کو دے کر قبضہ کرا دے۔ پھر وہ فقیر یہ گیہوں وارث کو ہبہ کر دے اور وارث قبضہ بھی کر لے۔ پھر یہ وارث وہی گیہوں اسی فقیر یا کسی دوسرے فقیر کو اور آٹھ نمازوں کے بدلے میں دے اور پھر وہ فقیر وارث کو ہبہ کر کے قبضہ کرا دے اسی طرح اگر میت کے ذمہ اسی نمازیں تھیں تو دس مرتبہ دور کرا دے یعنی وارث فقیر کو دے اور فقیر وارث کو ہبہ کرے اور ہر مرتبہ قبضہ کر لینا شرط ہے ورنہ صدقہ یا ہبہ صحیح نہیں ہو گا۔ پھر جب نمازیں پوری ہو جائیں تو روزوں کے بدلے اسی طرح کرے۔ پھر دوسرے

① القندھاری، محمد عبد اللہ، حاشیہ شرح العقائد النسفیہ ص:۱۲۲، مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ۔

واجبات کو اسی طرح پورا کیا جائے۔①

قاضی شمس الحق افغانی کا نظریہ:۔

اگر اس کا سوال یہ ہو کہ مفتیان صاحبان کی حیثیت قانونی مشیر کی سی ہوتی ہے اور اس کا کام مشورہ یا رائے دینا ہوتا ہے تو فیصلہ قاضی کرتا ہے۔ تو لیجئے قاضی شمس الحق افغانی کی بھی سن لیجئے۔ آپ اپنے رسالہ صحیح مسلک کے نتیجے میں لکھتے ہیں کہ "حیلہ اسقاط شرائط فقہاء کے مطابق جائز اور درست ہے۔②

رشید احمد گنگوہی کا نظریہ:۔

حیلہ کے جواز کے بارے میں مولوی رشید احمد گنگوہی، فتاویٰ رشیدیہ میں ایک مستفتی کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔ پورا فتویٰ مع استفتاء ملاحظہ کیجئے۔

السوال: بعد مرنے کے جو طریق اسقاط عوام کرتے ہیں کہ فرائض وواجبات تجویز کر کے اس کے فدیہ میں جو گندم وغیرہ مقرر ہوئے ان کے عوض ایک کلام اللہ شریف دے کر سب سے بری الذمہ ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا طریق مروجہ ثابت اور جائز ہے یا نہیں؟ (از عبدالعزیز مراد آبادی)

الجواب: حیلہ اسقاط کا مفلس کے واسطے علماء نے وضع کیا تھا اب یہ حیلہ تحصیل چند فلوس کا ملانوں کے واسطے مقرر ہو گیا ہے حق تعالیٰ نیت سے واقف ہے وہاں حیلہ کارگر نہیں مفلس کے واسطے بشرط صحت نیت ورثہ کے کیا عجب ہے کہ مفید ہو ورنہ لغو اور حیلہ تحصیل دنیا و یہ کا ہے "فقط واللہ تعالیٰ اعلم"۔ (رشید احمد عفی عنہ)③

اب مفلس وہ ہے جس کا مال کم اور فدیہ زیادہ ہو۔ اور یہ بات غلط ہے کہ اس دور

① مفتی کفایت اللہ دیوبندی، فتاویٰ کفایت المفتی، کتاب الجنائز، ج:۴، ص:۱۵۵، ۱۵۶۔ مطبوعہ دار الاشاعت، اردو بازار لاہور۔
② قاضی شمس الحق افغانی صحیح مسلک، ص:۳۳۔ مطبوعہ رحمانیہ، اکوڑہ خٹک۔
③ گنگوہی رشید احمد، المتوفی: ۱۳۲۳ھ، فتاویٰ رشیدیہ، ص:۱۶ مطبوعہ محمد سعید کمپنی۔

میں کوئی مفلس نہیں۔ جس کے پاس مال نہ ہو وہ بھی مفلس اور جس کے پاس نیکیاں نہ ہو وہ بھی مفلس، مولوی صاحب کے پاس خود مال وزر کے انبار ہوں گے تو دوسرے لوگ بھی اسے امیر نظر آتے ہیں۔ اس لیے یہ فتویٰ دیا کہ مفلس کے واسطے چونکہ علماء نے وضع کیا تھا۔ اس لیے آج بھی مفلس وفقیر موجود ہیں اور ہم انہی کے لیے حیلہ کرتے ہیں۔ ہماری نیات خالص ہیں اس لیے اعتراض نہیں ہونا چاہئے۔ پس جب مال کم اور فدیہ زیادہ ہو تو وہ مفلس ہے۔ اور مفلس کے لیے علماء نے اس کو وضع کیا ہے اور اس کی قبولیت کی امید حق تعالیٰ سے کی جاسکتی ہے اور اس مستحسن امر کے جواز میں شک نہیں۔

علامہ عبدالرحمٰن صاحب کاملپوری کا نظریہ:۔

شیخ الحدیث علامہ مولانا عبدالرحمٰن صاحب کاملپوری خلیفہ علامہ اشرف علی تھانوی صاحب، سابق صدر المدرسین مظاہر العلوم سہارنپور، لکھتے ہیں:۔

"مروجہ حیلہ اسقاط کے بارے میں ایک استفسار کے جواب میں آپ نے تحریر فرمایا۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد حضرات علمائے کرام باانصاف کی خدمت میں گزارش ہے کہ نفس حیلہ اسقاط میں (ان قیود و شرائط کے ساتھ جن کی حضرات فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے تصریح کی ہے) کے جواز میں کسی سمجھدار باانصاف عالم کو احقر کے نزدیک اختلاف نہ ہونا چاہئے۔"①

بانی جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک علامہ عبدالحق کا نظریہ:۔

شیخ الحدیث وبانی جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک مولانا عبدالحق صاحب اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں کہ!

"واضح رہے کہ جس مکلف (عاقل، بالغ مسلمان) سے نماز،

① تجلیات رحمانی، صفحہ: ۳۳۷۔ مرتبہ سَعید الرحمن ناشر جامعہ اسلامیہ کشمیر روڈ راولپنڈی صدر۔

روزہ عمداً یا غیر عمداً فوت ہوئے ہوں تو اس پر فرض ہے کہ ان کی باقاعدہ قضاء کرے اور قضاء نہ کرنے کی صورت میں یہ شخص مجرم ہوگا اور زندگی سے مایوسی کے وقت اس پر وصیت کرنا ضروری ہوگا یعنی وہ وصیت کرے گا کہ اس کی منقولہ و غیر منقولہ جائیداد سے ہر نماز اور روزہ کے بدلے میں دو دو سیر (انگریزی) گندم یا اس کی قیمت مساکین کو ادا کی جائے اور ایسی وصیت نہ کرنے کی صورت میں یہ شخص مجرم اور گنہگار مرے گا البتہ اگر اس شخص کا مال نہ ہو یا مال کا ایک تہائی فراغت ذمہ کے لیے ناکافی ہو یا اس نے جہل، فسق یا سستی کی وجہ سے فدیوں کے بارہ میں وصیت نہ کی ہو تو وارث وغیرہ اس میت کی طرف سے باقاعدہ حیلہ اسقاط کر سکتے ہیں۔"①

مزید لکھتے ہیں کہ:۔

"حیلہ اسقاط جس طرح باصلہا ثابت ہے تو اسی طرح فقہاء کرام (خصوصاً وہ فقہاء جن سے اکابر دیوبند فتاویٰ نقل کرتے ہیں) نے اس کی مشروعیت پر تصریح کی ہے۔ لہٰذا اس حیلہ کی مشروعیت میں کوئی شبہ نہ ہوگا۔"②

سرفراز احمد گھکڑوی کا نظریہ:۔

سرفراز خان گھکڑوی اپنی کتاب راہ سنت میں حیلہ اسقاط کا طریقہ لکھتے ہیں:۔

"فقہاء کرام نے اس کے لیے یہ حیلہ تجویز کیا ہے کہ جتنی مقدار میں گندم یا اس کی رقم کا اس کا ترکہ متحمل ہے تو وہ گندم

① فتاویٰ حقانیہ جلد دوم صفحہ:۶۱۔ طبع جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک نوشہرہ۔

② فتاویٰ حقانیہ جلد دوم، صفحہ:۶۲۔ شائع کردہ جامع دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک نوشہرہ۔

یا رقم میت کا وارث کسی فقیر کو دے دے پھر فقیر وارث میت کو ہبہ کرے پھر وارث فقیر کو دے دے حتی کہ اتنی بار یہ معاملہ ہوتا رہے جتنی میں نمازوں اور روزوں کا اندازہ پورا ہو جائے۔ یہی صورت فقہ حنفی کی متعدد کتابوں میں لکھی ہے۔①

علامہ نجم الغنی رامپوری کا نظریہ:۔

آپ نے اپنی کتاب "تذکرۃ السلوک" کے آخر میں کچھ سوالات کے جوابات دیئے ہیں ان میں سے ایک حیلہ اسقاط بھی ہے۔ حیلہ اسقاط کے سوال کے جواب میں آپ لکھتے ہیں کہ "جو حیلہ اسقاط کے نام سے ہندوستان میں مشہور ہے۔ اسکی صورت فقہاء نے یوں لکھی ہے۔" "والعمل الاقصر ما تعرف انه يحاسب تمام عمره ثم يبيع مصحفا او شيئا آخر بمقدارهما من الفقير فيقبض الفقير المبيع ويصير المقدار المذكور دينا على ذمته ثم يقول المفدى أعطيتك هذا القدر الذى من الحنطة فى عوض فدية فلان الميت ويقول الفقير قبلت" یعنی اسقاط کا عمل مختصر جیسا کہ متعارف ہے کہ میت کے تمام عمر کا حساب لگا کر جس قدر مقدار متعین ہو اس کے بدلے قرآن مجید یا کوئی اور چیز فقیر کے ہاتھ میں بیچی جائے پس فقیر اس مبیع پر قبضہ کر کے اور وہ مقدار واجب الاداء اس کے ذمہ ہوگی پھر فدیہ دینے والا فقیر کو یوں کہے کہ میں نے اس قدر گیہوں عوض میں فدیہ فلاں میت کو دیئے اور فقیر قبول کرے۔ اور غایۃ الاوطار کے باب قضاء الفوائت میں لکھا ہے۔ کہ اہلِ ہند اسقاط کے باب میں بالفعل یہ حیلہ استعمال کرتے ہیں کہ عمر بھر کی نماز، روزہ کا حساب کر کے کفارہ کا نقد دام ٹھہرایا، یا اناج معلوم کر لیا۔ پھر فقیر کو وہ نقد غلہ زبانی دے کر اپنے ذمے قرض لیا بعد اس کے اس قرض کے عوض سے ایک قرآن مجید فقیر کے حوالہ کرتے ہیں اور اِسقاط وارث کے ذمہ واجب نہیں تبرع ہے مگر اس کا تبرع

① گھکڑوی، سرفراز خان صفدر، المنہاج الواضح، راہ سنت، ص:۲۷۹، ۲۸۰۔ مطبوعہ مکتبہ صفدریہ، گوجرانوالہ۔

خالی تکلف سے نہیں۔ مجیب: احقر العباد محمد نجم الغنی خان رامپوری ابن مولوی محمد عبد الغنی خان۔①

مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی لکھتے ہیں:۔

مسائل فدیہ نماز وروزہ کے تحت لکھتے ہیں:۔

"جس شخص نے نماز روزہ یا حج زکوۃ وغیرہ کی کوئی وصیت کی تو یہ وصیت اس کے ترکہ کے صرف ایک تہائی حصہ میں جاری کرنا وارثوں پر لازم ہو گا۔ ایک تہائی ترکہ سے زائد کی وصیت ہو تو وہ سب وارثوں کی اجازت ورضامندی پر موقوف ہے اگر وہ سب یا ان میں کوئی اجازت نہ دے تو مشترکہ سے وصیت پوری نہیں کی جاسکتی اور اگر وارثوں میں کوئی نابالغ ہے۔ تو اس کی اجازت بھی معتبر نہیں۔ اس حصہ پر ایک تہائی سے زائد کی وصیت کا کوئی اثر نہ پڑنا چاہیے ہدایہ، عالمگیری شامی وغیرہ۔ اور جس شخص نے وصیت کی ہو اور مال بھی اتنا چھوڑا ہو کہ اس کے ایک تہائی میں ساری وصیتیں پوری ہو سکیں تو وصی اور وارثوں کے ذمہ واجب ہے کہ اس وصیت کو پورا کریں۔ اس میں کوتاہی کریں یا میت کا مال موجود ہوتے ہوئے اس کے نماز، روزہ کے فدیہ میں حیلہ حوالہ پر اعتماد کر کے مال کو خود تقسیم کر لیں تو گناہ ان کے ذمہ رہے گا۔ وصیت کرنے میں واجبات و فرائض کی ادائیگی کی صورت ہو گا۔

۱: ہر روز کی نمازیں وتر سمیت چھ لگائی جائیں گی اور ہر نماز کا فدیہ پونے دو سیر گندم یا اسکی قیمت ہو گی۔ یعنی ایک دن کی نمازوں کا فدیہ ساڑھے دس سیر گندم یا اسکی قیمت ہو گا۔

۲: ہر روزہ کا فدیہ پونے دو سیر گندم یا اسی کی قیمت ہو گی۔ رمضان کے روزوں کے علاوہ اگر کوئی نذر (منت) مانی ہوئی ہے تو اس کا بھی فدیہ دینا ہو گا۔

① تزکرۃ السلوک، صفحہ: ۴، مطبع منشی ایس محمد ابن علی موسوم مطبع العلی مراد آباد مقبول جہاں شدہ (۱۹۰۴)۔

۳: زکوۃ جتنے سال کی اور جتنی مقدار مال کی رہی ہے۔ اس کا حساب کر کے ادا کرنا ہو گا۔

۴: حج اگر ادا نہیں کر سکا تو میت کے مکان سے کسی کو حج بدل کے لیے بھیجا جائے گا۔ اور اسکا پورا کرایہ وغیرہ تمام مصارف ضرور یہ ادا کرنے ہونگے۔

۵: کسی انسان کا قرض ہے۔ تو اس کو حق کے مطابق ادا کرنا ہو گا۔

۶: جتنے صدقۃ الفطر رہے ہوں ہر ایک کے پونے دو سیر گندم یا اس کی قیمت ادا کی جائے۔

۷: قربانی کوئی رہ گئی ہوں تو اس میں ایک بکرے یا ایک حصہ گائے کی قیمت کا اندازہ کر کے صدقہ کیا جائے۔

۸: سجدۃ تلاوت رہ گئی ہوں تو احتیاط اسی میں ہے کہ ہر سجدہ کے بدلے پونے دو سیر گندم یا اسکی قیمت کا صدقہ کیا جائے۔

۹: اگر فوت شدہ نمازوں یا روزوں کی صحیح تعداد معلوم نہ ہو تو تخمینہ سے حساب کیا جائے گا۔ یہ سب احکام اس صورت میں ہیں جب مرنے والے نے وصیت کی ہو اور بقدر وصیت مال چھوڑا ہو اور اگر وصیت نہیں کی یا ادائے وصیت کے مطابق کافی ترکہ نہیں ہے۔ تو وارثوں پر اس کے فرائض و واجبات کا فدیہ ادا کرنا لازم نہیں ہاں وہ اپنی خوشی سے ہمدردی کرنا چاہیں تو موجب ثواب ہے"۔①

امداد الاحکام میں:۔

امداد الاحکام جو کہ امداد الفتاویٰ کا تکملہ ہے۔ اس میں علامہ ظفر احمد عثمانی اور علامہ مفتی عبد الکریم گمتھلوی رقمطراز ہیں:۔

① محمد، شفیع، مفتی، جواہر الفقہ، ج:۱۔ ص: ۵۶۳، ۵۶۴۔ باب، حیلہ اسقاط کی شرعی حیثیت، مطبوعہ، مکتبہ دار العلوم کراچی۔

"کہ صوم وصلوٰۃ عن المیت کے ادا کرنے کا حیلہ بطریق صحیح یہ ہے۔ جو عالمگیریہ میں لکھا ہے۔ یعنی اس کا حیلہ یہ ہے۔ کہ جتنی نمازیں اور روزے میت کے ذمہ ہیں ان کی مقدار کے موافق فدیہ کے غلہ کا حساب کیا جائے۔ مثلاً میت کے اوپر فدیہ میں ۱۰۰ من غلہ واجب ہے۔ جس کی قیمت ۵۰۰ روپیہ ہے۔ پھر جتنی رقم میت کے ثلث مال سے نکل سکتی ہو وہ فقیر کو فدیہ کہ کر دی جاوے پھر اس سے کہا جاوے کہ رقم تو ہم کو ہبہ کر دے جب وہ ہبہ کر دے تو پھر اسی کو فدیہ کہہ کر دی جائے پھر اس سے بطور ہبہ مانگ لی جاوے اسی طرح کرتے رہیں یہاں تک کہ مقدار مذکور پوری ہو جائے۔ اور ثلث مال کی قدر دنیا اس وقت واجب ہیں جب کہ میت فدیہ صوم وصلوٰۃ کی وصیت کر گیا ہو۔

اور اگر وصیت نہ کی ہو تو پھر جتنی رقم ورثہ خوشی کے ساتھ اس فدیہ میں دنیا گوارہ کریں اس میں یہی عمل کیا جائے۔ مگر نا بالغوں کے حصہ میں سے کچھ نہ لیا جائے"۔

۲ جمادی الثانیہ ۴۱ھ۔

اشرف علی تھانوی ۱۵ جمادی الثانیہ۔ ①

تبصرہ:۔

افسوس اس بات پر ہوتا ہے کہ مخالفین حیلہ کی ایسی تحریریں جس میں اہل سنت والجماعت کو ثبوت مل رہے ہوں وہ تحریریں صرف کتابوں میں لکھنے تک محدود ہوتی ہیں۔ مقام حیرت ہے کہ یہ لوگ عقائد صحیحہ کی تشہیر اور پبلسٹی اپنے دامن کو پاک کرنے

① امداد الاحکام جلد اول: ۱۹، ۲۹۔ ناشر مکتبہ دار العلوم کراچی نمبر ۱۴۔

کے لیے کتب کی زینت تو بنا لیتے ہیں لیکن اندرون خانہ ان عقائد صحیحہ کے منکر ہوتے ہیں اور دوغلی پالیسی (منافقت) کے مرتکب ہوتے ہیں"۔

چلو آپ کی زبانی ہمارے حیلہ اسقاط کے دائرے میں، خان، وڈیرے، نواب ہوتے ہیں لیکن آپ لوگ فقہاء کرام کی ان متعدد عبارات کو کیوں بھلائے بیٹھے ہیں۔ ایک طریقے میں تھوڑی سی غلطی پر سارا مستحسن طریقہ ترک کرنا، علماء کا طریقہ نہیں ہو سکتا۔ بلکہ چاہئے تو یہ تھا کہ یہ لوگ اصل طریقے پر اتنا زور دیتے کہ بدعات کی جڑ نکل جاتی اور عوام صحیح طریقہ پہچان جاتے۔ بقول آپ کے اگر ہمارا طریقہ ٹھیک نہیں تو آپ نے جو شرعی طریقہ لکھا ہے کم از کم اس کے مطابق تو عمل کریں لیکن بقول شاعر:۔

خشت اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا میرود دیوار کج

ان کے بڑوں نے جب اس انکار کی بنیاد رکھی ہے تو آج اگر وہ چڑھتے سورج کے منکر ہو جائیں پھر بھی وہ ضد پر قائم رہیں گے لیکن انکار سے اقرار نہیں کریں گے۔ اللہ کرے یہ لوگ اپنی آنکھوں سے عصبیت کی وہ ساری عینکیں اتار دیں جنہوں نے تلاش حق کے مسافروں کو ہمیشہ گمراہ کیا ہے۔ دراصل انہی لوگوں نے مومنین کے جذبہ عقیدت پر خون ریز حملہ کیا ہے۔

نوٹ: یہاں پر صرف ان کتابوں سے اقتباسات نقل کیے ہیں جن کا ذکر پچھلے صفحات پر نہیں کیا گیا ہے۔ اور جن فقہاء کا پچھلے صفحات پر ذکر کیا ہے انہوں نے اپنی اپنی کتب میں اس کا بڑے التزام سے ذکر کیا ہے۔ اللہ رب العزت سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

علامہ شامی کی شرائط سے پہلے کچھ شرائط ذکر کرتے ہیں۔

۱: اگر میت نے فوت شدہ نمازوں سے مطلق فدیہ ادا کرنے کی وصیت کی ہو تو ثلث مال سے حیلہ اسقاط کیا جائے گا۔

۲: اگر میت نے وصیت نہ کی ہو اور ورثاء ترکہ سے حیلہ اسقاط کرنا چاہیں تو یہ

ضروری ہے کہ تمام ورثاء دل سے اس پر راضی ہوں۔

۳: اگر کوئی نابالغ وارث ہو تو اس کے حصے میں سے حیلہ اسقاط کی رقم نہ لی جائے بلکہ جو بالغ ورثاء حیلہ کرنا چاہتے ہیں وہ اپنے اپنے حصوں سے ادا کریں۔

۴: جس کو یہ مال دے رہے ہیں وہ مستحق ہو۔

۵: اس مستحق فقیر کو اس مال کا مالک بنا کر اس پر قبضہ واختیار دیا جائے۔

۶: جس فقیر کو دیا جائے وہ اپنی مرضی اور دلی رضامندی سے وہ مال میت کے ورثاء کو ھبہ کرے اس پر کوئی زور زبردستی نہ کی جائے۔

شرائط دیگر:۔

تدویر فدیہ کی چند شرائط پہلے بھی بیان کی جا چکی ہیں لیکن چند ایک شرائط رہ گئی ہیں جن کا ذکر کرنا ضروری ہے۔ ان شرائط کو بھی علامہ شامی نے اپنے رسالہ منۃ الجلیل لبیان اسقاط ما علی الذمۃ من کثیر وقلیل میں ذکر کیا ہے صرف ترجمے پر اکتفا کرتے ہیں۔

۱: فدیہ دینے والے کو چاہئے کہ وہ تدویر فدیہ کے وقت جملہ استفہامیہ سے اجتناب کرے یعنی یوں نہ کہے کہ کیا تو نے اس فدیہ کو قبول کر لیا؟ بلکہ یوں کہے کہ یہ فلاں کی نمازوں کا فدیہ ہے اس کو لے لیں۔

۲: تدویر فدیہ کے وقت ایجاب وقبول میں جلدی نہ کریں۔

۳: کوئی اجنبی شخص تدویر نہ کرے ہاں مگر وارث کی اجازت سے۔

۴: دوران تدویر فقیر کو فدیہ ملکیت کی نیت سے دینا۔

۵: دائرہ میں مالدار، بچہ، مجنون نہ ہو۔

۶: فوت شدہ نمازوں اور دیگر حقوق مالیہ کا حساب کرنا۔

یہاں پر یہ بھی ذکر کرتا چلوں کہ اسقاط کے مال کی وجہ سے نماز معاف نہیں ہوتی بلکہ زندگی کے زمانہ میں نماز نہ پڑھنے کا جو قصور میت سے ہو چکا ہے اور اب اس کا بدلہ میت سے ناممکن ہے اور میت اس میں گرفتار ہے اس کے قصور معاف کرانے کا یہ حیلہ ہے

کیونکہ:۔

"ان الصدقة لتطفى غضب الرب۔①"

ترجمہ: "صدقہ غضب الٰہی کو ٹھنڈا کرتا ہے۔"

میت کے ساتھ قرآن مجید لے کر جانا:۔

حیلہ اسقاط کے بعد اس مسئلہ کو بھی واضح کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ قرآن مجید کو میت کے ساتھ لے جانا کیسا ہے؟

اس بارے میں عرض یہ ہے کہ قرآن پاک کو میت کے ساتھ لے جانا ایک مستحسن امر ہے اور اس سے مقصود ذریعہ و وسیلہ مغفرت ہے۔ اور اس کی دلیل فرمان خداوندی ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

"وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖٓ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ۔②"

اسی آیت کے تحت علامہ فخر الدین رازی اپنی تفسیر الفخر الرازی المشتہر بالتفسیر الکبیر میں رقم طراز ہیں فرماتے ہیں کہ پہلے تو یہ کہ:۔

"قال اصحاب الاخبار ان الله تعالىٰ أنزل على آدم عليه السلام تابوتا فيه صورالانبياء من اولاده فتوارثه اولاد آدم الى ان وصل الى يعقوب ثم بقى فى أيدى بنى اسرائيل فكانوا اذا اختلفوا فى شئ تكلم وحكم بينهم واذا حضروا القتال قدموه بين ايديهم يستفتحون به على عدوهم۔

① شیخ ولی الدین تبریزی، المتوفی: ۷۴۲ھ۔ مشکوۃ المصابیح، ص:۱۶۸۔ باب فضل الصدقۃ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان۔

② سورۃ البقرہ، آیت: ۲۴۸۔

ترجمہ: ”اصحاب اخبار کہتے ہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام پر ایسا تابوت نازل کیا جس میں آپ کی اولاد انبیاء علیہم السلام کی تصویریں تھیں۔ پس حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد اس کی وارث بنی۔ یہاں تک کہ یہ حضرت یعقوب علیہ السلام تک پہنچا۔ پھر بنی اسرائیل کے ہاتھوں میں رہا۔ جب ان کا کسی چیز میں اختلاف ہوتا تو وہ اس پر فیصلہ کرتے اور (جب) جنگ میں جاتے تو اس کو اپنے سامنے رکھتے اور دشمن کے خلاف اسی کے وسیلے سے فتح حاصل کرتے۔“

دوسری روایت یہ ہے:۔

”ان التابوت صندوق كان موسى علیہ السلام يضع التوراة فيه۔[1]

ترجمہ: ”کہ تابوت ایک صندوق تھا اس میں موسیٰ علیہ السلام تورات رکھتے۔“

توجب بنی اسرائیل ایک صندوق جس میں انبیاء کی تصویریں یا جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام تورات رکھا کرتے تھے اس صندوق کو سامنے رکھ کر فتح سے ہمکنار ہوتے تو اس وجہ سے اہل سنت والجماعت قرآن پاک کو میت کے ساتھ لے جاتے ہیں تاکہ اللہ ربّ العزت اس قرآن پاک کے صدقے (جو شعائر اللہ میں سے ہے) کے صدقے میت پر رحم وکرم فرمائے اور عذاب سے محفوظ فرمائے۔

شرائع من قبلنا کی تصریح:۔

یہاں پر یہ بھی سوال ہو سکتا ہے کہ شرائع من قبلنا میں تین مذہب ہیں جس کی

① امام محمد الرازی، فخر الدین ابن العلامہ ضیاء الدین، التوفی: ۶۰۴ھ۔ تفسیر الفخر الرازی (کبیر) سورۃ البقرہ، ج:۳۔ ص:۱۹۱۔ دار الفکر لطباعۃ والنشر والتوزیع بیروت، سن طباعت: ۱۹۹۵م۔

تفصیل کتب اصول فقہ میں مذکور ہے۔ ہمارا مذہب یہ ہے کہ شرائع من قبلنا ہم پر واجب ہیں ”علی انہ شریعۃ“ جب خدا اور رسول کریم ﷺ بلا انکار بیان کریں۔ اور اس کا کوئی ناسخ بھی نہ ہو تو شرائع من قبلنا ہمارے لیے حجت ہیں۔

لہٰذا جب تابوت کو نجات من العدو بنایا جا سکتا ہے تو اگر قرآن پاک کو ہم نجات من العذاب عن المیت بنائیں تو جائز ہے۔ یہاں پر یہ بھی سوال ہوتا ہے کہ پھر صحابہ کرام علیہم الرضوان، جنگ کی طرف قرآن مجید کو کیوں نہ لے کر گئے؟ تو جواب یہ ہے کہ پہلے تو صحابہ کرام علیہم الرضوان سے عدم وقوع کسی چیز کے عدم جواز پر دلالت نہیں کرتا۔ دوسری بات یہ کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کا قرآن پاک کو قتال میں لے جانا اس لیے ثابت نہیں کہ قرآن پاک کے ضائع ہونے کا خوف تھا۔ لہٰذا قرآن پاک کو قتال میں لے جانے سے خوف تضییع وتوھین من الکفار مانع ہوا۔ لیکن میت کے ساتھ لے جانے میں یہ خوف نہیں بلکہ بقصد تبرک بڑے تحفظ اور احتیاط سے لے جاتے ہیں پس بطریقہ اعزاز و احترام وتوقیر کتاب اللہ ہمراہ میت لے جانا مفید و مستحسن ہو گا۔

اور ایک اور دلیل وہ یہ کہ نامور صحابی رسول ﷺ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اپنی ٹوپی میں سرکار دوعالم ﷺ کے موئے مبارک رکھتے اور جنگ میں جاتے اور اسی کی برکت سے فتح ونصرت پاتے۔ قاضی عیاض مالکی نے اپنی مایہ ناز تصنیف میں اس کا ذکر کیا ہے لکھتے ہیں کہ:۔

”وكانت شعرات من شعره فی قلنسوة خالد بن الوليد فلم يشهد بها قتالا الا رزق النصر۔[1]

نبی کریم ﷺ کا ایک موئے مبارک حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی ٹوپی میں تھا جب بھی وہ اس کے ساتھ جنگ

① قاضی عیاض مالکی، التوفی: الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ ﷺ، ج:۱۔ ص:۶۲۳۔۴۔ فصل فی کراماتہ وبرکاتہ، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت۔

میں جاتے ان کو فتح نصیب ہوتی۔

جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سرکار دوعالم ﷺ کے موئے مبارک کو نجات من العدو اور فتح ونصرت کے لیے وسیلہ بناتے تھے تو میت کے ساتھ قرآن پاک رکھ کر لے جانا نجات من العذاب بنانا جائز ہے۔ احادیث مبارکہ میں بھی اس مسئلے کی تائید موجود ہے چند ایک ملاحظہ ہوں۔

امام بخاری اپنی صحیح میں حدیث نقل کرتے ہیں:۔

"عن انس بن مالك ان عمر بن الخطاب رضي الله عنه كان اذا قحطوا استسقى بالعباس بن عبد المطلب رضى الله عنه 7فقال اللهم انا كنا نتوسل اليك بنبينا صلى الله عليه وسلم فتسقينا وانا نتوسل اليك بعم نبينا فاسقنا قال فيسقون۔①

ترجمہ: "جب مدینہ طیبہ کے لوگ قحط میں مبتلا ہوتے تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے بارش کی دعا مانگتے، اور کہتے اے اللہ! ہم تیرے نبی مکرم ﷺ کے وسیلہ سے بارش طلب کرتے تھے تو ہمیں بارش سے نوازتا تھا ہم نبی کریم ﷺ کے چچا کے وسیلہ سے بارش طلب کرتے ہیں پس ہم پر بارش نازل فرما تو ان پر بارش ہوتی۔"

اس حدیث مبارکہ سے وسیلے کا ثبوت بھی ملتا ہے کہ محبوبان خدا کا وسیلہ اللہ ربّ العزت کی بارگاہ میں پیش کرنا مذکور حدیث سے ثابت ہے۔ اور اسی حدیث سے یہ

① البخاری، محمد بن اسماعیل، المتوفی۔ صحیح البخاری ج:۱۔ ص:۱۳۷۔ باب الاستسقاء مطبوعہ قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی۔

ثبوت بھی ملتا ہے کہ میت کے ساتھ قرآن مجید کو قبر تک لے جانا درست ہے۔

"عن سهل ان امراة جاءت النبى ﷺ ببردة منسوجة فيها حاشيتها تدرون ماالبردة قالوا الشملة قال نعم قالت نسجتها بيدى فجئت لاكسوها فاخذها النبى ﷺ محتاجا اليها فخرج الينا وانها ازاره فحسنها فلان فقال اكسنيها مااحسنها فقال القوم ما احسنت لبسها النبى ﷺ محتاجا اليها ثم سألته وعلمت انه لا يرد قال انى والله ماسألته لِالْبَسَهٗ وانما سألته لتكون كفنى قال سهل كفنه۔①

ترجمہ: "ایک عورت نبی مکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں چادر لے کر حاضر ہوئی اور اس میں حاشیہ (باڈر) تھا (راوی کہتے ہیں) کیا تم جانتے ہو بردہ کیا ہے؟ (تو سننے والوں نے کہا) آیا شملہ ہے؟ تو (راوی نے کہا) ہاں۔ تو اس عورت نے عرض کی میں نے اس چادر کو اپنے ہاتھ سے بنا ہے میں یہ لے کر آئی ہوں تاکہ آپ کو پہناؤں۔ نبی کریم ﷺ ہماری طرف تشریف لائے درآنحالیکہ وہ چادر آپ کے اوپر تھی۔ تو فلاں آدمی نے اس چادر کی تعریف کی اور عرض کی! یہ مجھے پہنائیے کتنی خوبصورت ہے۔ تو لوگوں نے (اس فلاں سے) کہا تو نے اچھا نہیں کیا۔ نبی کریم ﷺ نے ضرورت میں اس کو پہنا پھر تم نے آپ ﷺ سے سوال کیا۔ حالانکہ تم جانتے ہو کہ نبی

① محمد بن اسماعیل البخاری، المتوفی، صحیح بخاری، ج:۱، ص:۱۷۰، باب الجنائز مطبوعہ قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی۔

کریم صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کسی کو (خالی) نہیں لوٹاتے تو اس (فلاں) نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے اس کو پہننے کے لیے سوال نہیں کیا میں نے اس کو کفن بنانے کے لیے سوال کیا؟ سہل نے کہا! اس کو (اس چادر سے) کفن پہنایا گیا۔"

اس حدیث مبارکہ میں صحابی رضی اللہ عنہ کا عمل ہمیں بتلاتا ہے کہ بزرگان دین اور محبوبان خدا کے تبرکات (مراد چادر مبارک سے کفن بنانا، موئے مبارک رکھنا) قبر میں ساتھ رکھنا باعث خیر وبرکت ہے۔ اور جائز ہے۔ اور اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اگر ہم جنازے میں میت کے ساتھ قرآن مجید اس کی قبر تک لے جائیں تو اس میں کوئی حرج نہیں بلکہ باعث خیر وبرکت ہے۔

حیلہ اِسقاط کے فائدے:۔

ایک مساکین کا دوسرا اموات کا اور تیسرا مواہبین کو ہر بار ہبہ کرنے کا اور اللہ تبارک وتعالیٰ تھوڑے سے صدقہ کو بہت کر دیتا ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:۔

"مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ۔"①

ترجمہ: "ان لوگوں کی مثال جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اس دانے کی طرح ہے جس نے سات بالیاں اگائیں، ہر بالی میں سو دانے ہیں اور اللہ اس سے بھی زیادہ بڑھائے جس کے لیے چاہے اور اللہ وسعت والا، علم والا ہے"۔

یعنی ایک سے سات سو بلکہ جس قدر زیادہ اخلاص ہو، اس قدر زیادہ ترقی ہوتی

① سورۃ البقرہ، آیت:۲۶۱۔

جاتی ہے، جبکہ اللہ کریم صدقات کو بڑا دیتا فرمایا "وَ يُرْبِي الصَّدَقٰتِ" ترجمہ: "اور اللہ صدقات کو بڑھاتا ہے"۔ لیکن اس میں اخلاص اور نیک نیتی شرط ہے لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام "إنما الأعمال بالنيات" یعنی عملوں کا ثمرہ اور نتیجہ نیتوں پر ہی موقوف ہے۔ پس حیلہ اِسقاط نیت پر موقوف ہے۔ اگر وارث میت کی طرف سے فدیہ نماز روزے کا ادا کر کے اس کو سبکدوش کرنے کی نیت سے کرتا ہے تو دونوں کو ثواب جزیل ہے، اور اگر، ریا ورسم وخوف برادری یا کسی اور غرض دنیاوی سے ہے تو ضائع ہے۔ اس میں نہ کچھ ثواب ہے، نہ ہی فدیہ ادا ہوا، اس میں اخلاص شرط ہے۔ لیکن ہر ایک سے نیت دریافت کرنا شارع علیہ السلام سے بھی پایا نہیں گیا بلکہ قرآن مجید نے تعلیم فرمائی ہے کہ مسلمانوں پر حسن ظن رکھیں اور بدظنی سے بچیں فرمان باری تعالیٰ ہے قرآن مجید میں مسلمانوں کو بدگمانی سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:۔

"يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۫ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ۔"①

ترجمہ: "اے ایمان والو! بہت زیادہ گمان کرنے سے بچو بیشک کوئی گمان گناہ ہو جاتا ہے۔"

اور حدیث مبارکہ میں ہے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے، رسول صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "بدگمانی سے بچو کیونکہ بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے۔"②

اور ایک اور حدیث حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے، رسول اکرم صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "حُسنِ ظن عمدہ عبادت ہے۔"③

پس منکرین ناحق مسلمانوں پر بدظنی کر کے روسیاہ ہوتے ہیں بلکہ اصل اِسقاط کے حیلہ سے جو قرآن واحادیث وتفاسیر، کتب فقہ سے اظہر من الشمس ہے اس سے انکار

① سورۃ الحجرات، آیت:۱۲۔
② بخاری، کتاب الفرائض، باب تعلیم الفرائض، ۴/۳۱۳، الحدیث:۶۷۲۴۔
③ ابوداؤد، کتاب الادب، باب فی حسن الظن، ۴/۳۸۷، الحدیث:۴۹۹۳۔

کرتے ہیں۔

آج کل بعض علاقوں میں بعض علماء ورثاء کو یہ مشورہ دیتے ہیں کہ چونکہ حیلہ تو گھر میں ہی کیا جاسکتا ہے، گھر میں ہی حیلہ کرکے رقم غرباء میں تقسیم کردیں، اگرچہ یہ عمل اور طریقہ بھی درست ہے، لیکن اس طریقہ سے دیگر لوگوں میں اس عمل حیلہ کا مفقود ہوجانا لازم آتا ہے کہ آہستہ آہستہ یہ عمل وطریقہ ختم ہوجائے گا، دوسری بات یہ ہے کہ چونکہ جنازے میں مساکین وغرباء کا جم غفیر ہوتا ہے اس لیے حیلے کا عمل بہتر طریقے سے ہوجائے گا ہم نے پیچھے صفحات میں بھی اس کا ذکر کیا ہے۔

اعتراضات وجوابات

اعتراض نمبر۱:۔

منکرین حیلہ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اس طرح حیلہ کرنے سے لوگوں کے دلوں سے احساس جرم جاتا رہے گا وہ جب سمجھیں گے کہ نماز روزہ ادا کئے بغیر حیلے کے ذریعے خلاصی ہوسکتی ہے تو ادا کرنے کی کیا ضرورت؟

الجواب:۔

یہ اعتراض تو ایسا ہے جیسے بعض آدمیوں نے اسلام پر اعتراض کیا کہ مسئلہ زکوٰۃ سے مسلمانوں میں بیکاری پیدا ہوتی ہے اور مسئلہ توبہ سے آدمی گناہ پر دلیر ہوتا ہے کیونکہ غریب کو جب معلوم ہے کہ مجھے زکوٰۃ کا مال بغیر محنت ملے گا تو کیوں محنت کرے اسی طرح جب آدمی کو معلوم ہوگیا کہ توبہ سے گناہ معاف ہو جاتا ہے تو خوب گناہ کرے گا۔ جیسے یہ اعتراض محض لغو ہے اسی طرح یہ بھی کیونکہ جو شخص کہ فدیہ نماز پر دلیر ہوکر نماز کو ضروری نہ سمجھے وہ کافر ہوگیا اور یہ مال نماز کا فدیہ ہے نہ کہ کفر کا نیز اگر کوئی شخص مسئلہ صحیحہ کو غلط استعمال کرے تو غلطی اس استعمال کرنے والے کی ہے نہ کہ مسئلہ کی۔ نیز یہ مسئلہ اسقاط صدہا سال سے مسلمانوں میں مشہور ومعمول ہے لیکن آج تک ہم کو تو کوئی بھی مسلمان ایسا نہ ملا جو اس اسقاط کی بناء پر نماز سے بے پرواہ ہوگیا ہو۔①

اور اس اعتراض سے پھر تو آپ توبہ اور شفاعت کا بھی انکار کردیں گے کیونکہ کہا جاسکتا ہے کہ جب اس طرح نجات مل سکتی ہے تو عبادات کے ادا کرنے اور گناہوں سے بچنے کی کیا ضرورت ہے۔ عقل ودانش رکھنے والا ہر شخص جانتا ہے کہ ہمیں شریعت مطہرہ

---

① حکیم الامت، مفتی احمد یار خان نعیمی، المتوفی: جاء الحق، ج:۱۔ ص:۳۹۱۔ باب الاسقاط، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور۔

کی پابندی ہی کرنی چاہئے۔ احکام کی ادائیگی نہ ہو سکی تو لازماً قضا کرنی چاہئے لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اگر شامت نفس سے کچھ کوتاہیاں ہو گئی ہیں تو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہیں ہو جانا چاہئے بلکہ جب تک ہمیں شریعت کے مطابق کوئی راستہ ملے گا اسی کو اپنائیں گے۔①

اعتراض نمبر ۲:۔

بعض یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اگر حیلہ اسقاط اتنا لازمی ہے تو صحابہ یا تبع صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین یعنی قرون ثلاثہ میں کہیں اس کا ثبوت نہیں تو اس لیے یہ بدعت کے زمرے میں آتا ہے اور کل بدعة ضلالة؟

الجواب:۔

جواب یہ ہے کہ آج کل بہت سے امور ایسے ہیں جو بالکل نئے ہیں اور مخالفین بھی اسے بغیر کسی چون وچرا کے کرتے ہیں ایسے امور کی فہرست بڑی طویل ہے۔ لیکن جاننا چاہئے کہ ایسے مسائل اور امور میں احکام کی نوعیت کو دیکھا جاتا ہے۔ کیونکہ ٹوٹل امور دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ۱: اوامر، ۲: منہیات اوامر ونواہی کے بارے میں قرآن وحدیث کے واضح ارشادات موجود ہیں لیکن کچھ امور ایسے ہیں جن کا نہ امر ہوا ہے اور نہ اس کے بارے میں نہی وارد ہے۔ تو اس صورت میں کام کی نوعیت کو دیکھا جائے گا۔ کہ اگر یہ کام اسلامی اصولوں اور جمہور فقہاء ومحدثین کی رائے اور اصولوں کے مطابق ہے اور قانون شریعت سے اس کا ٹکراؤ نہیں تو اس کام کو بلا خوف وخطر کریں۔ پھر اس پر حرمت کا حکم لگانا یہ بھی ٹھیک نہیں کیونکہ الحکم الشرعی لا یثبت الا بدلیل شرعی۔ کسی چیز پر حکم لگانا صرف دلیل شرعی کے موجود ہونے سے ہوتا ہے۔ اور اللہ ربّ العزت کا فرمان ہے کہ:۔

"وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ

① عبد الحکیم شرف قادری، غایۃ الاحتیاط، ص:۷۴، مطبوعہ مکتبہ رضویہ چنت گڑھ انجن شیڈ لاہور۔

فَانْتَهُوا۔①

ترجمہ:"اور رسول تمھیں جو کچھ بھی دے اسے تھام لو اور جس سے روکے اس سے رک جاؤ۔"

تو جب شارع علیہ السلام نے کسی چیز کا حکم نہ دیا ہو اور نہ اس سے منع کیا ہو تو حرمت کیسے ثابت ہوتی ہے؟

اس لیے حیلہ اسقاط بھی جمہور فقہاء ومحدثین کا ثابت شدہ مسئلہ ہے۔ اس لیے یہ بھی جائز وروا ہے۔ دوسرا یہ کہ یہ بھی ایک قسم کا ایصال ثواب ہے اور ایصال ثواب قرون ثلاثہ میں موجود اور باقاعدہ حدیثیں اس کے ثبوت پر شاہد ہیں۔ اللہ تعالیٰ سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اسے دھوکہ کہنا، فراڈ کہنا، جہالت اور حدیث وفقہ سے ناواقفی کی دلیل ہے ان حضرات کا وطیرہ وطریقہ یہی ہے کہ جو طریقے قرب الٰہی میں ممد ومعاون ہوں وہ انہیں طریقوں کے سدباب میں دن رات مگن رہتے ہیں۔ لیکن اس کے برعکس جو چیزیں غضب الٰہی کا موجب ہیں ان چیزوں سے منع کرنے میں ذرا بھر بھی کوشش نہیں کرتے۔

اعتراض نمبر ۳:۔

"لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعٰى۔②

ترجمہ:"انسان کے پاس اس کے سوا کچھ نہیں ہے جس کے لیے وہ کوشش کرتا ہے۔"

کو معترض بطور دلیل پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میت کے لیے وہی سب کچھ ہے جو کچھ وہ خود عمل کرے دوسروں کے اعمال انہیں کچھ فائدہ نہیں دیتے۔

الجواب:۔

اس اعتراض کا جواب تین تفاسیر، خازن، جمل اور صاوی کی روشنی میں پیش

① سورۃ الحشر، آیت:۷۔
② سورۃ النجم، آیت:۵۱۔

کرتے ہیں۔ یہاں صرف ترجمہ ذکر کرتے ہیں تاکہ طوالت سے بچا جائے۔ مفسرین نے کئی طرق سے اس کے جوابات دیئے ہیں۔

(۱) پہلا یہ کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کا حکم ہماری شریعت میں اللہ ربّ العزت کے اس فرمان:۔ ”وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ اتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ۔[①]

ترجمہ: ”اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی (جس) اولاد نے ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی۔“

سے منسوخ ہے پس آباؤ اجداد کی نیکیوں سے اولاد کو جنت ملتی ہے۔

(۲) دوسرا یہ کہ یہ آیت کریمہ قوم ابراھیم علیہ السلام اور قوم موسیٰ علیہ السلام کے لیے ہے اور جہاں تک اس امت کا تعلق ہے تو ان کے لیے اپنی سعی اور غیر کی سعی بھی مفید ہے۔

(۳) تیسرا یہ کہ اس آیت کریمہ میں الانسان سے مراد کافر ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ ان کے لیے بھلائی نہیں مگر وہ جو کچھ عمل کرے تو اس کی جزاء اسے دنیا میں ملے گی اس طرح کہ اس کے رزق میں فراخی ہو گی اس کا بدن سلامت ہو گا اور آخرت میں اس کے لیے کوئی بھلائی نہیں ہو گی۔

”روی ان عبداللّٰہ بن ابی سلول کان اعطی العباس قمیصا البسه ایاه فلما مات ارسل رسول اللہ ﷺ قمیصه لیکفن فیه فلم یبق له فی الآخرة حسنة یثاب علیھا۔“

ترجمہ: ”کہ روایت ہے کہ عبد اللہ بن ابی سلول نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو ایک قمیص دی تھی۔ تو جب عبد اللہ بن ابی مر گیا تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں اپنی قمیص بھیجی تاکہ اس میں اسے کفن دے۔ پس (اس قمیص کا) بدلہ اس دنیا میں دیا اور آخرت میں

① سورۃ طور، آیت: ۵۲۔

اس کی کوئی نیکی باقی نہ رہی۔“

(۵) چوتھا یہ کہ لیس للانسان الا ماسعی۔ باب عدل میں سے ہے اور جہاں تک باب فضل کا تعلق ہے تو جائز ہے کہ اللہ ربّ العزت اپنے فضل و کرم سے جتنا چاہے اضافہ کر دے۔[①]

علامہ سلیمان بن عمر تفسیر فتوحات الٰھیہ علامہ سلیمان بن عمر اس کے جواب میں لکھتے ہیں کہ شیخ تقی الدین ابو العباس احمد بن تیمیہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی یہ اعتقاد رکھے کہ انسان کو اپنے عمل کے سوا کوئی چیز نفع نہیں دے سکتی تو اس نے خرق اجماع کیا اور اس کا یہ قول کثیر وجوہ سے باطل ہے۔

۱: پہلا یہ کہ انسان غیر کی دعا سے نفع مند ہوتا ہے اور یہ انتفاع بعمل الغیر ہے۔

۲: دوسرا یہ کہ سرکار دو عالم ﷺ حساب و کتاب کی جگہ کھڑے ہونے والوں کی شفاعت فرمائیں گے پھر جنت میں داخل فرمائیں گے۔

۳: تیسرا یہ کہ اہل الکبائر (گناہ کبیرہ کے مرتکب) کو دوزخ سے نکالیں گے اور یہ نفع من سعی الغیر ہے۔

۴: چوتھا یہ کہ ملائکہ، اہل زمین کو دعائیں اور استغفار کرتے رہتے ہیں اور یہ غیر کے عمل سے نفع ہے۔ جس طرح کہ قرآن مجید میں ہے:۔

”وَ الْمَلٰٓئِكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَ يَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ۔“

۵: پانچواں یہ کہ اللہ تعالیٰ محض اپنی رحمت سے اس کو بھی دوزخ سے رہائی دے گا

① خازن، علاؤ الدین علی بن محمد بن ابراھیم، المتوفی: ۷۲۵ ھ، لباب التاویل فی معانی التنزیل المعروف بالتفسیر الخازن، ج: ۴، ص: ۱۹۹، مطبوعہ مکتبہ التجاریہ الکبری، باؤل شارع محمد علی مصر الطبع الاولی: ۱۳۴۸۔
صاوی احمد بن محمد المالکی، المتوفی: ۱۲۴۱ھ، تفسیر صاوی علی الجلالین، الجزء الرابع، ص: ۱۳۵، مطبوعہ شرکۃ و مطبعۃ مصطفی البابی الحلبی و اولادہ بمصر۔

جنہوں نے کبھی خیر کا عمل کیا نہ ہو اور یہ فائدہ غیر کے عمل سے ہے۔

۶: چھٹا یہ کہ مؤمنین کی اولاد جنت میں اپنے آباء کے عمل کی وجہ سے داخل ہو گی اور یہ صرف غیر کے عمل سے انتفاع ہے۔

۷: ساتواں یہ کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے دو یتیم بچوں کے واقعے میں فرمایا: **"وكان ابوهما صالحا"** کہ ان کا والد نیک تھا پس اسے اپنے والد کے نیک عمل سے نفع حاصل ہوا نہ کہ انہوں نے خود نیک عمل کیا۔ (کہ خضر علیہ السلام نے ان کی دیوار سیدھی کی)

۸: آٹھواں یہ کہ سنت و اجماع سے یہ ثابت ہے کہ میت کو صدقہ اور عتق سے نفع ملتا ہے اور یہ عمل غیر ہے۔

۹: نواں یہ کہ حج فرض شدہ ولی کے ادا کرنے سے میت کے ذمہ سے وہ فرضیت ساقط ہو جاتی ہے اور یہ عمل غیر سے انتفاع ہے۔

۱۰: دسواں یہ کہ حج منذور یا صوم منذور وغیرہ کے عمل (سے ادا) کرنے کے ساتھ میت کے ذمے سے ساقط ہو جاتی ہے اور یہ حدیث سے ثابت ہے یہ انتفاع بعمل الغیر ہے۔

۱۱: گیارہواں یہ کہ مقروض پر سرکار دو عالم ﷺ جنازہ پڑھانے سے رکے رہے یہاں تک کہ اس میت کا قرض ابو قتادہ نے ادا کیا اور دوسرے ایک کا قرض حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ادا کیا۔ پھر اس کے بعد سرکار دو عالم ﷺ کے جنازہ پڑھانے کا نفع ان کو حاصل ہوا اور یہ عمل غیر ہے۔

۱۲: بارہواں یہ کہ نبی کریم ﷺ نے اکیلے نماز پڑھنے والے کے بارے میں فرمایا: کیا ہے کوئی جو اس پر صدقہ کرے پس اس کے ساتھ ایک نے نماز پڑھی تو اس نے جماعت کی فضیلت پائی۔ اور یہ فضیلت غیر کے فعل کے ساتھ ہے۔

۱۳: یہ کہ اہل ذکر کے ساتھ بیٹھنے والوں پر رحم کیا جاتا ہے اگر چہ وہ ان میں سے نہ ہو بلکہ کسی دوسری حاجت کے لیے بیٹھا ہو اور اعمال نیات کے ساتھ ہے۔ پس

اسے غیر کے عمل کے ساتھ نفع حاصل ہوا۔

۱۴: جمعہ، کثیر تعداد کے اجتماع سے حاصل ہوتا ہے اور اسی طرح جماعت بھی کثرت عدد سے اور یہ بعض کے بعض کے ساتھ ملنے سے نفع (فضیلت) پاتے ہیں۔

۱۵: بے شک اللہ ربّ العزت نے اپنے محبوب کے بارے میں فرمایا:۔

"مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ۔"

ترجمہ: "اور اللہ کا کام نہیں کہ انہیں عذاب دے جب تک اے محبوب تم ان میں تشریف فرما ہو۔"

دوسری جگہ ارشاد ہے:

"وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ۔"

ترجمہ: "اور اگر مومن مرد اور مومن عورتیں نہ ہوتیں۔"

اور تیسری جگہ ارشاد ہے:۔

"وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ۔"

ترجمہ: "پس اللہ ربّ العزت نے بعض لوگوں سے بعض کو سبب عذاب کو اٹھالیا ہے۔ اور یہ انتفاع بعمل الغیر ہے۔"

اسی طرح اور بھی کثیر مثالیں موجود ہیں۔ پس جب انسان نے اس عمل سے جس کو اس نے خود نہ کیا ہو نفع حاصل کر لیتا ہے۔ پس اس آیت کریمہ کو صریح کتاب و سنت اور اجماع امت کے خلاف کیسے پھیرا جا سکتا ہے۔[1]

اور علامہ عبدالجلیل پشاوری رقم طراز ہیں کہ:۔

"ازمنکرین پرسیده میشود که چون ازسعی وعمل غیر

[1] الجمل، سلیمان بن عمر العجیلی الشافعی، المتوفی:۱۲۰۴ھ، تفسیر الفتوحات الالهية الجزء الرابع، ص: ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، مطبوعہ عیسی البابی الحلبی و شرکاہ بمصر۔ صاوی، احمد بن محمد المالکی، المتوفی :۱۲۴۱ھ، تفسیر صاوی، الجزء الرابع، ص:۱۳۵، مطبوعہ شرکۃ و مطبعۃ مصطفی البابی الحلبی و اولادہ بمصر۔

مرمرده رافائده ونفع نمیر سد پس به مردگان خویش نمازجنازه چرامیخوانند۔①

منکرین سے پوچھا جائے کہ جب غیر کا عمل مردے کو فائدہ و نفع نہیں پہنچا سکتی تو پس مردوں پر نماز جنازہ کیوں پڑھتے ہو۔ کیونکہ نماز جنازہ بھی تو کار ثواب ہے اور اس کا نفع مردے کو پہنچتا ہے۔

نتیجہ یہ نکلا کہ اگر معتزلہ کے اس مفہوم کو درست تسلیم کر لیا جائے تو قرآن مجید کی بے شمار آیتیں اور بے شمار ضیاء بار احادیث بے معنی ہو کر رہ جائیں گی۔ اس لیے امت مسلمہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ ہم اپنے اعمال کا ثواب والدین اور جمیع مومنین و مومنات کو پہنچا سکتے ہیں اور اس سے انہیں فائدہ بھی پہنچتا ہے۔

اعتراض نمبر ۴:۔

بعض حضرات کا یہ خیال کہ یہ حیلہ کرنا خدا تعالیٰ کو دھوکہ دینا ہے اور یہ دھوکہ بازی کی تعلیم ہے اور مولویوں نے اپنے فائدہ کے لیے یہ حیلہ تراشا ہے جس کی کوئی سند نہیں، تو اس حیلہ سے مقصود نماز روزے کا حاصل نہیں ہو سکتا، اور نہ ہی قضاء نماز و روزے کا بدلہ ہو سکتا ہے۔ اور قرآن مجید کو ادھر اُدھر پھیرنا اور اس سے امید اسقاط عن المیت رکھنا افتراء اور جہالت ہے؟

جواب:۔

اَحباب خود انصاف فرمائیں کہ کیا حیلہ مذکورہ واقعی دھوکہ و خیانت و جہالت و بے اصل ہے؟ جبکہ ھم نے اس کے لیئے ادلہ شرعیہ میں سے ثبوت پیش کر دیئے ہیں، مزید یہ کہ خدا تعالیٰ کو دھوکہ دینا تب ہی ثابت ہو سکتا ہے کہ جب اسکا جہل ثابت کیا جائے اسلئے کہ دھوکہ بازی سے مقصود یہی ہوتا ہے کہ حریف کے علم پر پردہ ڈال کر اپنی مطلب

① عبد الجلیل، پشاوری، سیف المقلدین علی اعناق المنکرین، ص:۳۷۵، مطبوعہ در مطبع احمدی دہلی۔

بر آری اور غرض حاصل کرنا کہ مخاطب کو اپنی مافی الضمیر کا پتہ نہ لگے، کیا اس علّام الغیوب کی شان ہے جس کی صفت:۔

"لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ"①

ترجمہ: "کہ اللہ کریم پر کچھ چھپا نہیں زمین میں نہ آسمان میں۔"

کیا رب العالمین نہیں جانتا کہ یہ میرا بندہ عاجز اب نماز روزہ خود ادا نہیں کر سکتا، تو اس کے لیے یہ حیلہ شرعی ہو رہا ہے یا یہ لوگ گناہگاروں پر خدا کی رحمت بخشش سے نا امید میں حالانکہ حق تعالیٰ اپنے محبوب کریم ﷺ کو ارشاد فرماتا ہے:۔

"قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ۔②

ترجمہ: "آپ فرما دیجئے: اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کر لی ہے! تم اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا، بے شک اللہ سارے گناہ معاف فرما دیتا ہے، وہ یقیناً بڑا بخشنے والا، بہت رحم فرمانے والا ہے۔"

اور وہ کریم رب ایک دانہ کو سات سو بلکہ اس سے بھی بڑھ کر بڑھا دیتا ہے بلکہ جس قدر زیادہ اخلاص ہو اس قدر زیادہ ترقی ہوتی جاتی ہے اللہ کریم نے فرمایا!

"مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ۔③

ان لوگوں کی مثال جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں

① سورۃ آل عمران، آیت:۵۔
② سورۃ الزمر، آیت:۵۳۔
③ سورۃ البقرہ، آیت:۲۶۱۔

اس دانے کی طرح ہے جس نے سات بالیاں اگائیں، ہر بالی میں
سو دانے ہیں اور اللہ اس سے بھی زیادہ بڑھائے جس کے لیے
چاہے اور اللہ وسعت والا، علم والا ہے۔

تفسیر رؤفی میں حضرت شاہ رؤف احمد مجددی رحمہ اللہ تعالیٰ اسی آیت کے تحت لکھتے ہیں کہ "ثواب صدقے کا پانچ قسم ہے ایک یہ ہے کہ ایک کے عوض دس پاویگا وہ صدقہ صحیح الجسم کو دینا ہے، دوسری یہ ہے کہ ایک کے عوض نو پاویگا وہ اندھے اور اپاہج کو دینا ہے، تیسری یہ ہے کہ ایک عوض نو سو پاویگا وہ ذی قرابت اور محتاج کو دینا ہے، چوتھی یہ ہے کہ ایک کے عوض لاکھ پاویگا اور وہ ماں باپ کو دینا ہے پانچویں یہ ہے کہ ایک کے بدلے نو لاکھ پاویگا وہ عالم فقیہ کو دینا ہے۔(۱)

مخالفین حیلہ قرآن و حدیث کا علم نہیں رکھتے اس لیے افزونی صدقات نہیں مانتے، فقط مدعی ہیں ورنہ اعتراض نہ کیا ہوتا۔ اور حیلہ مذکورہ سے اگر خدا تعالیٰ میت کو پاک کردے تو کیا وہ قادر نہیں؟

ایک اور مقام پر فرمایا! "وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ"(۲)

اور صدقات کو بڑھا دیتا ہے اور مانعین حیلہ اسقاط کا خیال محض جہالت اور فائدہ اموات کی مخالفت ہے پس معلوم رہے کہ حیلہ اِسقاط نہ تو اللہ کریم کو دھوکہ دینا اور نہ ہی دھوکہ دینے کی تعلیم ہے اور نہ ہی علماء زمانہ حال کا ایجاد کردہ بلکہ اسکی اصل قرآن و حدیث سے ایسے حیلے مسلمانوں کے نفع پہونچانے اور ممنوعات سے بچانے کے لیے علماء متقدمین کی تصانیف میں موجود ہیں۔ حیلہ اسقاط جو بلا انکار و اختلاف جاری اور ہر زمانہ میں معمول منقول رہا جو چیز قرآن و حدیث میں موجود اور سلف صالحین سے ماخوذ و منقول ہو اسے دھوکہ کہنا اور مولویوں کی حیلہ سازی اور جھوٹ و افتراء کہنا کس قدر بے باکی و لاعلمی ہے۔

(۱) تفسیر رؤفی جلد:۱۔ صفحہ:۲۵۶۔ مطبع در مطبع نامی فتح الکریم واقع بمبئی۔
(۲) سورۃ البقرہ، آیت:۲۷۷۔

اعتراض نمبر ۵:۔

دائرہ اسقاط کے علاوہ دیگر لوگوں کو اِسقاط کا صدقہ (رقم، بتاشے، کھجور وغیرہ) دینا کیسا ہے؟

جواب:۔

علامہ عبد الحق غور غوشتوی اپنے فتویٰ میں لکھتے ہیں کہ:۔

"کہ حیلہ اسقاط صحیح اور مستحسن ہے۔ اور اس میں میت اور ولی دونوں کے لیے ثواب ہے۔ اور متعدد کتب فقہ میں اس کی تصریح کی گئی ہے۔ مثل خلاصۃ الفتاویٰ، ھندیہ، نور الایضاح اور اس کی شرح مراقی الفلاح وغیرہ کے۔ بلکہ فقیر محرر سطور ہذا کہتا ہے کہ جو اصحاب دائرہ میں بیٹھتے ہیں ان کے لئے بھی ثواب ہے۔ کیونکہ جب ولی ایک شخص کو مال ہبہ کرتا ہے تو موھوب له بعد القبض اس کا مالک ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ طحطاوی میں ہے۔

لہٰذا جب موھوب له اس مال کا مالک ہو جاتا ہے۔ تو پھر اس کا میت کی طرف فدیہ میں بخش دینا ایک احسان ہے۔ هل جزاء الإحسان إلا الإحسان اور قطع نظر کرنے اس سے کہ یہ مال متبرع کا فدیہ صوم یا صلوۃ ہوگا۔ صدقہ مفیدہ ہونے میں تو کوئی شک نہیں، جیسا کہ علامہ شامی نے رد المختار میں فدیہ صلوۃ میں لکھا ہے۔ جب یہ مال میت کی طرف سے ایک صدقہ ہے۔ تو صدقہ کو میت کی جانب سے غیر مفید کہنا معتزلہ اور اصحاب ضلال کا مذہب ہے۔ ہدایہ اولین میں مصرح ہے۔ "الاصل فی هذ الباب أن الإنسان ان يجعل ثواب عمله لغيره وصلواة او صوما أو صدقة أو غيرها عند أهل السنة والجماعة والدعوات تاثير بليغ وقد ينفيه اصحاب الضلال قصيدة أمالي۔" آخوند درویزہ (رحمہ اللہ تعالیٰ) لکھتے ہیں اگر مسلمانے در حق مسلمانے مردہ را دعا بکند یا خیر و صدقه بکند اللّٰہ تعالیٰ ثواب آن دعا و آن صدقه را دو چندان می کند۔ تاہم عامل را باشد وهم بمقدار آن مرده باشد، در گمراهان از قبول شدن دعا منکرند، دعا نمی کنند و در حق مرده خیر و صدقه را ثواب

نمی دانند، این یقین ایشان مردود است۔ المجیب خادم العلماء فقیر عبد الحق غور غشتوی عفااللہ عنہ۔①

الرسائل المنتخبہ فی الرسالۃ والوسیلہ میں حضرت علامہ القاضی حبیب الحق فرمولی صاحب "اعطاء مال الفدیۃ الی الغنی" کے عنوان کے تحت رقمطراز ہیں کہ:۔

أقول فی دیارنا فی آخر دور الإسقاط یهب الوکیل المال کله إلى ولی المیت او معتمده ثم هو یقسمه بنفسه أو بواسطة معتمده بین الفقراء والاغنیاء وهذا جائز ایضاً لان بالهبة الاخیرة یصیر المال فی ملك الولی فاذا دفعه إلى الفقیر تکون فدیة واذا دفع الى الغنى تکون صدقة مندوبة ولهذا نظیر فی الشرع عن الشارع فعن عائشة رضی اللہ عنها قالت:....... ودخل رسول اللہ صلى اللہ علیه و سلم والبرمة تفور بلحم فقرب إلیه خبز وأدم من أدم البیت فقال: ألم أر برمة فیها لحم ؟ قالوا: بلى ولکن ذلك لحم تصدق به على بریرة وأنت لا تأکل الصدقة قال: هو علیها صدقة ولنا هدیة۔(مشکوٰۃ باب من لا یحل له الصدقة) ②

"علامہ قاضی حبیب الحق لکھتے ہیں کہ ہمارے دیار میں دورہ اسقاط کے آخر میں وکیل دائرہ تمام مال کو میت کے ولی یا معتمد کو سپرد کر دیتے ہیں پھر ولی میت یا معتمد اس مال کو فقراء و اغنیاء میں تقسیم کر دیتے ہیں اور یہ جائز ہے کہ آخر میں جو سارا مال ولی میت کو ہبہ کیا جاتا ہے تو وہ اس کا مالک بن جاتا ہے پھر جب ولی کسی فقیر کو وہ مال دیتا ہے تو وہ فدیہ کی ادائیگی

① فتوی در جواز حیلہ اسقاط صفحہ:۴، محبوب پرنٹنگ پریس گوالمنڈی راولپنڈی، باہتمام، مولانا مفتی محمد نعمان غور غشتی علاقہ چھچھ ضلع اٹک۔

② الرسائل المنتخبہ فی الرسالۃ والوسیلہ، صفحہ:۴۷، مطبع ایشک کتابوی استنبول ترکی۔

ہوتی ہے اور جب کسی غنی کو دیتے ہیں تو صدقہ مستحبہ ہو جاتا ہے اور حدیث مبارکہ سے اس کی نظیر ملتی ہے کہ حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) فرماتی ہیں کہ (ایک دن) رسول کریم ﷺ گھر میں تشریف لائے تو گوشت کی ہانڈی پک رہی تھی، آپ ﷺ کے سامنے روٹی اور گھر کا سالن لایا گیا آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں نے وہ ہانڈی نہیں دیکھی جس میں گوشت ہے؟ یعنی جب گوشت پک رہا ہے تو وہ مجھے کیوں نہیں دیا گیا؟ عرض کیا گیا کہ بیشک ہانڈی میں گوشت پک رہا ہے لیکن وہ گوشت بریرہ کو بطور صدقہ دیا گیا ہے اور آپ ﷺ تو صدقہ نہیں کھاتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہ گوشت بریرہ کے لیے صدقہ ہے اور ہمارے لیے ہدیہ ہے۔"

دور کے بعد حیلہ کی رقم کس کو دے سکتے ہیں؟:۔

ولی میت کے پاس دور اسقاط مکمل ہو جانے کے بعد جب مال آئے تو وہ اس مال کو امیر و غریب دونوں کو دے سکتا ہے امیر کو صدقہ نافلہ کے طور پر دینا جائز ہے، علمائے متقدمین و متاخرین کی ایک بہت بڑی جماعت نے مالداروں کے لیے اس نفلی صدقہ کے استعمال کو جائز کہا ہے۔ ذیل میں بعض فتاوے ملاحظہ فرمائیں:۔

ابو الولید الباجی فرماتے ہیں:۔

"أما صدقة التطوع فتعطى لكل أحد من غنى وفقیر۔①

"جہاں تک نفلی صدقہ کا مسئلہ ہے تو یہ مالدار و فقیر سب کو دیا جائے گا۔

ابن حزم فرماتے ہیں:

"والصدقة للتطوع على الغنى جائزة وعلى الفقیر۔②

"مالدار کو نفلی صدقہ دینا جائز ہے اور فقیر کو بھی۔"

① المنتقی شرح الموطا: ۳۲۰/۷۔

② المحلی بالآثار: ۱۲۴/۸۔

ابو بکر علاء الدین السمرقندی (ت ۵۴۰ھ) فرماتے ہیں:۔

"أما صدقة التطوع فيجوز صرفها إلى الغنى وتحل له وتكون بمنزلة الهبة له۔"①

"جہاں تک نفلی صدقہ کا معاملہ ہے تو اسے مالدار کو دینا جائز ہے۔ اور مالدار کے لیے وہ حلال بھی ہوگا، اور یہ اس کے لیے ہبہ کی مانند ہوگا۔"

علامہ کاسانی فرماتے ہیں: "وأما صدقة التطوع فيجوز صرفها إلى الغنى؛ لأنها تجري مجرى الهبة" "اور نفلی صدقہ تو اسے مالدار کو دینا جائز ہے، کیونکہ یہ ہبہ کے قائم مقام ہے۔"②

ابن قدامہ فرماتے ہیں: "وكل من حرم صدقة الفرض من الأغنياء وقرابة المتصدق والكافر وغيرهم، يجوز دفع صدقة التطوع إليهم، ولهم أخذها" "ہر وہ شخص جن کے لیے فرض صدقہ حرام ہے جیسے مالدار، صدقہ کرنے والے کا قریبی رشتے دار، کافر وغیرہ انہیں نفلی صدقہ دینا جائز ہے، اور ان کے لیے قبول کرنا بھی جائز ہے۔"③

کیونکہ نفل صدقہ غنی کے لیے بھی جائز ہے۔ اس لیے کہ صدقہ نافلہ غنی کے لیے حرام تو نہیں ہے۔ لیکن زیادہ ثواب فقراء ہی کو کھلانے، اور دینے میں ہے۔

① تحفۃ الفقہاء: ص: ۳۰۱۔
② بدائع الصنائع: ۴۷/۲۔
③ المغنی: ۴۹۲/۲۔

دعا بعد از حیلہ اسقاط

اسقاط سے فارغ ہونے کے بعد یہ دعا مانگیں:۔

"اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ هٰذِهِ الْحِيلَةَ الشَّرْعِيَّةَ بِحُرْمَةِ نَبِيِّكَ الْمُصْطَفٰى، وَاجْعَلْهَا لِهٰذَا الْمَيِّتِ نَجَاةً وَأَمَانًا مِنَ التَّقْصِيرَاتِ وَالنَّقَائِصِ، وَفَلَاحًا وَفَرَاغًا لِذِمَّتِهِ مِنَ الْحُقُوقِ، وَمُخَلِّصًا مِنَ الْعِتَابِ وَعَذَابِ السَّعِيرِ، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا لَهُ مِنَ الْحُقُوقِ جَبِيرَةً، وَمِنَ الْمَعَاصِي فِدْيَةً، وَإِلٰى رِضَاكَ وَسِيلَةً، وَإِلَى الْجَنَّةِ قَائِدَةً، وَمِنَ النَّارِ سِتْرًا وَحِجَابًا، اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْهُ بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ، وَثَبِّتْ قَدَمَيْهِ عَلَى الصِّرَاطِ يَوْمَ تَزُولُ الْأَقْدَامُ، اَللّٰهُمَّ خُصَّهُ بِالرَّوْحِ وَالرَّاحَةِ وَالْمَغْفِرَةِ وَالرِّضْوَانِ، اَللّٰهُمَّ إِنْ كَانَ مُحْسِنًا فَزِدْ فِي إِحْسَانِهِ، وَإِنْ كَانَ مُسِيئًا فَتَجَاوَزْ عَنْهُ، وَلَقِّهِ الْأَمْنَ وَالْبُشْرٰى وَالْكَرَامَةَ وَالزُّلْفٰى، وَاغْفِرْ لَنَا وَلِجَمِيعِ الْمُؤْمِنِينَ، وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهِ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ، بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ۔

ترجمہ: "اے اللہ! اپنے نبی مصطفی ﷺ کی حرمت کے وسیلے سے اس شرعی تدبیر کو قبول فرما، اور اسے اس میت کے لیے کوتاہیوں اور کمزوریوں سے نجات اور امن کا ذریعہ بنا دے، اور اس کے لیے فلاح اور اس کے ذمے واجب حقوق سے بری الذمہ ہونے کا سبب بنا دے، اور اسے عتاب اور بھڑکتی ہوئی جہنم کے عذاب سے خلاصی عطا فرما۔ اے اللہ! اسے بندوں کے حقوق کے ازالے کا ذریعہ، گناہوں کا کفارہ، تیری رضا تک پہنچنے کا وسیلہ، جنت کی طرف لے جانے والا سبب، اور دوزخ

سے بچاؤ کا پردہ اور ڈھال بنادے۔ اے اللہ! اسے قولِ ثابت پر قائم رکھ اور اس دن پلِ صراط پر اس کے قدم جمادے جب قدم ڈگمگا جائیں گے۔ اے اللہ! اسے روحانی راحت، آرام، مغفرت اور اپنی رضا سے خاص فرما۔ اگر وہ نیکوکار تھا تو اس کی نیکیوں میں اضافہ فرما، اور اگر خطاکار تھا تو اس سے درگزر فرما، اور اسے امن، خوشخبری، عزت اور قرب عطا فرما۔ اور ہمیں اور تمام مؤمنین کو بخش دے، اور اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہوں اس کی بہترین مخلوق محمد ﷺ، ان کی آل اور ان کے صحابہ پر، اے سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والے۔"①

① جرأۃ الائمۃ، ص:۵۶، ناشر حبیب اللہ بستی۔

ختام المسک

پچھلے صفحات میں آپ حضرات نے مسئلہ حیلہ اسقاط للاموات کے بارے میں مفصل طور پر پڑھا ہوگا اور مکمل آگاہی حاصل کرلی ہوگی لیکن یہاں پر اس مسئلے کا نچوڑ ذکر کر رہا ہوں۔

۱: پہلے باب میں مطلقاً حیلہ کی تعریفات، اقسام، حکم اور فقہاء و محدثین و مفسرین کے اقوال ذکر کئے ہیں اور یہ ثابت کیا ہے کہ ہر وہ حیلہ جس میں ابطال حق یا احقاق باطل نہ ہو تو وہ حیلہ جائز وروا ہے۔ حیلے کے ساتھ اسقاط کا بھی لغوی و شرعی اعتبار سے وضاحت کی گئی ہے۔

۲: دوسرے باب میں قرآن مجید سے حیلہ کا ثبوت پیش کیا ہے۔ اور اس سلسلے میں چند آیات کریمہ:۔

(۱) وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِب بِّهِ وَلَا تَحْنَثْ۔①

(۲) كَذَٰلِكَ كِدْنَا لِيُوسُفَ۔②

(۳) فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُومِ۔③

بطور دلیل پیش کی ہیں۔ اور اسی کے تحت مفسرین کرام کے ارشادات بھی من وعن نقل کیے ہیں تاکہ ابہام وشبہ کی گنجائش باقی نہ رہے۔ اسی باب میں منکرین حیلہ آیت کریمہ بطور اعتراض پیش کرتے ہیں کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

"وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِينَ اعْتَدَوْا مِنكُمْ فِي السَّبْتِ"۔ الآیۃ۔

ترجمہ: "کہ یہود پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہفتہ کے دن شکار بند

① سورۃ ص، آیت:۴۴۔
② سورۃ یوسف، آیت:۷۶۔
③ سورۃ الصافات، آیت:۸۸۔

تھا لیکن پھر بھی حیلوں بہانوں سے شکار کیا کرتے تھے۔"

اس آیت کریمہ کا بھی مسکت جواب صاحب تفسیر روح المعانی کی طرف سے دیا ہے۔ اور چونکہ یہودیوں نے امور غیر مشروعہ حرام کام کے لیے حیلہ کیا تھا۔ ہمارے نزدیک بھی یہ حیلہ جائز نہیں۔ اور اسی کے جواب میں علامہ مفتی محمد شفیع صاحب کی تفسیر کا اقتباس بھی نقل کیا ہے اور شرعی وغیر شرعی حیلوں کی تقسیم بھی اسی باب میں آیات کریمہ کی رو سے کی ہے۔

۳: تیسرے باب میں احادیث مبارکہ سے حیلے کا ثبوت پیش کیا ہے اور اس میں بھی طرز سابق کی طرح محدثین کے ارشادات تحت الاحادیث نقل کیے ہیں۔ اور اس سے ثابت یہ کیا ہے کہ امور غیر مشروعہ سے بچنے کے لیے حیلہ جائز ہے۔ احادیث کے بعد نظائر الحیلۃ فی الفقہ الحنفی قلم بند کیا ہے۔ اور مختلف حیلے کتب فقہ سے استخراج کر کے ذکر کیے ہیں۔ اور اس باب کے آخر میں یہ بھی ثابت کیا ہے کہ سلف صالحین علماء وفقہاء اولی الامر کے زمرے میں داخل ہیں۔ اور علماء کرام کی فقہی آراء، علمی اقوال، فتاویٰ و تحقیقات اور اجتہادات کی حجیت ہمیشہ کتاب و سنت کے تابع اور مشروط ہوتی ہے۔

۴: چوتھے باب میں مسئلہ حیلہ اسقاط پر مفصل و مدلل بحث کی گئی ہے اور علامہ شامی رحمہ الباری کا طریقہ بمعہ متن اور علامہ شرنبلالی کا طریقہ قلم بند کیا ہے۔ اس باب میں حیلہ بغیر وصیت کے کرنا اور اس کے متعلق احادیث، قرضہ لے کر حیلہ کرنا قبل از دفن حیلہ کرنا، از روئے تبرع حیلہ کرنا، دوران قرآن مجید کا ثبوت، جنازہ کے ساتھ مٹھائی، غلہ لے کر جانا اور تقسیم کرنا، ہبہ میں رجوع اور اس کے تحت شارحین کے اقوال ذکر کیے ہیں۔

۵: پانچویں باب میں حیلہ اسقاط کا تیسرا طریقہ علامہ الفاضل عبد الجلیل پشاوری رحمہ الباری کا نقل کیا ہے۔ اس باب میں وہ امور جن کے لیے حیلہ لازمی ہے ذکر کیا ہے۔ دور کا لازم ہونا، سستی سے کام نہ لینا، مدارس کا حیلے سے چلنا،

مقدار فدیہ، جدید پیمانہ سے اور فتاویٰ رضویہ کے تحریر کردہ حساب سے ذکر کیا ہے۔ عورت کے لیے ایام حیض کا استثناء حقوق ارباب مجہولہ کا فدیہ، کفارہ ایمان اور پھر اس کے بعد فقہاء کرام کی عبارات اختصار کے ساتھ نقل کیں ہیں۔

فتاویٰ سراجیہ، فتاویٰ عالمگیری، خلاصۃ الفتاوی، عین الھدایہ، منحۃ الخالق، بحر الرائق، حاشیہ شیخ شلبی، جامع الرموز، .بنفع المفتی والسائل، الاشباہ والنظائر، ملتقط، کبیری، التیسیر، کفایت المفتی اور رشید احمد گنگوہی سرفراز گھکڑوی کی کتب میں حیلہ کے ثبوت ذکر کیے ہیں اس کے بعد دیگر شرائط اور ایک اور مسئلہ کہ میت کے ساتھ قرآن مجید لے کر جانے کا جواز لکھا ہے۔

اب جب اتنے کثیر التعداد اجل فقہاء و محدثین اور مفسرین کا اس مسئلے پر اتفاق رہا ہے تو آج کون سا ایسا مجدد وفقیہہ آگیا جو نئی شرائط لے کر اس مسئلے کا انکار کر رہا ہو اور اس کو بدعت سیۂ سے تعبیر کرتا ہو۔

لہٰذا ضروری اور قابل العمل ہے کہ ایسا مسئلہ جو فقہاء و مجتہدین کا متفقہ طور پر منظور شدہ ہو اس کو عملی جامہ پہنانا ضروری ہے۔ اور جب کوئی طریقہ شریعت مطہرہ کے متصادم اور خلاف نہ ہو تو اس کے کرنے میں کوئی حرج نہیں اگر یہ طریقہ شریعت مطہرہ کے متصادم ہوتا تو فقہاء کرام ہرگز اس کی تصریح نہ کرتے۔

اس مقالے میں خالصتاً حیلے پر بحث کی گئی ہے چند ایک مسئلے موضوع سے ہٹ کر ہیں لیکن اس کا حیلے کے ساتھ ذکر کرنا مناسب خیال کیا۔ تاکہ ساتھ ساتھ دیگر شبہات کا بھی ازالہ ہو سکے۔ آج دور کچھ ایسا ہے کہ جب لوگ کسی کام کا ثمرہ نہیں دیکھ پاتے تو انہیں ہر چیز باعث نقصان نظر آتی ہے۔ اور وہ ہر صدقہ و خیرات کو نقصان وزیان خیال کرتے ہیں۔ یقیناً ان لوگوں کا ایمان بالغیب کمزور ہو چکا ہے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

"لاتزالُ أُمَّتِی بخیرٍ ما لم تر الأمانۃ مَغْنَمَاً، والصدقۃَ مَغْرَماً "(الحدیث)

ترجمہ: "کہ میری امت کا حال اس وقت تک درست رہے

گا جب تک وہ امانت کو لُوٹ کا مال اور راہ خدا میں خیرات و
صدقات کو تاوان (چٹی) تصور نہیں کریں گے۔"

اس حدیث مبارکہ پر غور کر کے سوچیں کہ آج ہم کس ڈگر پر کھڑے ہیں۔

لہٰذا معترضین و منکرین کے اعتراضات پر کان نہ دھریں، کیونکہ نہ ماننے والوں کا کوئی علاج نہیں۔ اور ہم تو حق کے حامی ہیں۔ اور حق بات جو کہے ہمارا سر تسلیم خم ہے۔ ہم کسی کے نظریات و فرمودات کے پابند نہیں ہیں۔ اور نہ ہی کسی کے اندھا دھند تقلید کرنے والے ہیں ہمارا معیار تقلید قرآن وحدیث اور عمل سلف صالحین حق پر ہے۔ اگر کسی کا عقیدہ یا فرمودہ ایسا ہے جو کتاب و سنت اور سلف صالحین کے عقائد و نظریات کے خلاف ہے۔ تو ہم اس عقیدہ کی مخالفت کرتے ہیں اور اس فرمودہ کو بھی رد کرتے ہیں کتب سلف صالحین پر ہمارا اعتماد اس لیے ہے۔ کہ ان کی کتب قرآن و سنت سے ہی ماخوذ ہیں۔ ہم بزرگان اولی کو بعد میں آنے والے علماء پر بہر صورت ترجیح دیتے ہیں کیونکہ ہمارے سارے علماء گزشتہ اسلاف کے پیروکار رہے ہیں نہ کی اسلاف نے بعد میں آنے والوں کے پیروی کی ہے۔

اس مسئلے میں بھی ہم نے اسی معیار کو سامنے رکھا ہے۔ کہ کتب اسلاف نے اس کو نمایاں انداز میں پیش کیا ہے۔ تو فقیر نے اسی اسلاف کے فرامین کو یکجا کر کے آپ کے سامنے پیش کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بزرگان دین اور سلف صالحین کے نقش قدم پر قائم و دائم رکھے اور بروز قیامت سرخروئی عطا فرمائے آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

اگر اس کے باوجود پھر بھی نہ مانے تو بقول شاعر:۔

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمہ آفتاب را چہ گناہ

خادم العلم والعلماء
عبدالرحمٰن مروت
سمندر شریف لکی مروت

المصادر والمراجع

کتاب الٰہی

1۔ قرآن مجید

تفاسیر

۱: خازن، علامہ علی بن محمد، متوفی:۷۲۵ھ تفسیر خازن، مطبوعہ مکتبہ التجاریہ شارع محمد علی بمصر

۲: آلوسی، علامہ، ابی الفضل شھاب الدین السید محمد، متوفی:۱۲۷۰ھ، تفسیر روح المعانی مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت لبنان۔

۳: الرازی، امام محمد، فخر الدین ابن العلامہ ضیاء الدین، متوفی:۶۰۶ھ، تفسیر کبیر مطبوعہ دار الفکر للطباعت والنشر والتوزیع بیروت۔

۴: ابی سعود، القاضی، محمد بن محمد بن مصطفی العمادی، التوفی:۹۸۴ھ، تفسیر ابی سعود، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان۔

۵: النسفی، علامہ، ابو البرکات احمد بن محمد، متوفی:۷۱۰ھ، تفسیر مدارک التزیل مطبوعہ مکتبہ التجاریہ الکبری شارع محمد علی بمصر۔

۶: البیضاوی، علامہ ناصر الدین ابی سعید عبد اللہ بن عمر بن محمد الشیرازی، متوفی:۶۸۵ھ، تفسیر بیضاوی مطبوعہ دار فراس للنشر والتوزیع۔

۷: ملاجیون، شیخ احمد، التوفی:۱۱۳۰ھ، التفسیرات الاحمدیہ مطبوعہ، مکتبہ اکرمیہ محلہ جنگی پشاور۔

۸: حقی، علامہ شیخ اسماعیل، متوفی:۱۱۳۷ھ، تفسیر روح البیان مطبوعہ دار احیاء

التراث العربی، بیروت لبنان۔

۹: ابوالحیان، محمد بن یوسف، اندلسی، متوفی:۷۵۴ھ، تفسیر البحر المحیط، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت لبنان۔

۱۰: طبری، علامہ ابی جعفر محمد بن جریر، تفسیر طبری مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت، لبنان۔

۱۱: الماتریدی علامہ ابی منصور محمد بن محمد بن محمود، متوفی:۳۳۳ھ، تفسیر ماتریدی مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان۔

۱۲: الماوردی، علامہ ابی الحسن علی بن محمد بن حبیب، متوفی:۴۵۰ھ، تفسیر ماوردی مطبوعہ مؤسستہ الکتب الثقافیہ، بیروت لبنان۔

۱۳: ابن کثیر، حافظ ابو الفداء عماد الدین، متوفی:۷۷۴ھ، تفسیر ابن کثیر مطبوعہ دارابن حزم لطباعۃ والنشر والتوزیع، بیروت لبنان۔

۱۴: الشوکانی، محمد بن علی بن محمد، متوفی:۱۲۵۰ھ، تفسیر فتح القدیر، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، لبنان۔

۱۵: الثعالبی، شیخ سیدی عبد الرحمٰن، تفسیر الجواہر الحسان فی تفسیر القرآن، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان۔

۱۶: ضیاء الامت، پیر محمد کرم شاہ، المتوفی تفسیر ضیاء القرآن مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، پاکستان۔

۱۷: مفتی محمد شفیع، دیوبندی، متوفی:۱۳۹۶ھ، تفسیر معارف القرآن، مطبوعہ ادارۃ المعارف کراچی پاکستان۔

۱۸: محمد نعیم دیوبندی، تفسیر کمالین علی الجلالین، مطبوعہ مکتبہ شرکت علمیہ ملتان پاکستان۔

۱۹: وحید الدین خان، تفسیر تذکیر القرآن، مطبوعہ دار التذکیر اردو بازار لاہور پاکستان۔

۲۰: الشربینی، محمد بن احمد الخطیب، التوفی:۹۷۷ھ، تفسیر السراج المنیر، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، لبنان۔

۲۱: کاندھلوی، حبیب الرحمٰن، حاشیہ تفسیر بیضاوی مطبوعہ، حاجی سعید اینڈ کمپنی کراچی۔

۲۲: ابی بکر احمد بن علی الرازی الجصاص، الحنفی، التوفی:۳۷۰، احکام القرآن دار الکتاب العربی بیروت لبنان۔

۲۳: محمد علی صابونی، روائع البیان تفسیر الآیات الآحکام، منشورات مکتبۃ الغزالی دمشق سوریا۔

۲۴: السیوطی، امام جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابی بکر التوفی:۹۱۱ھ، الاتقان فی علوم القرآن دار الکتاب العربی بیروت لبنان۔

۲۵: الصاوی، احمد بن محمد المالکی، تفسیر صاوی علی الجلالین مطبوعہ مصطفی البابی الحلبی بمصر۔

۲۶: الجمل، سلیمان بن عمر العجیلی الشافعی، التوفی:۱۲۰۴ھ، تفسیر الفتوحات الالھیۃ مطبوعہ، عیسی البابی الحلبی بمصر۔

۲۷: علامہ سید امیر علی، تفسیر مواہب الرحمان، مکتبہ رشیدیہ لمٹیڈ، ۳۲، اے شاہ عالم مارکیٹ لاہور۔

۲۸: ابو الاعلیٰ مودودی، تفسیر تفہیم القرآن، مطبوعہ مکتبہ تعمیر انسانیت، اندرون موچی دروازہ لاہور ۱۹۸۱ء۔

۲۹: عبد الرحمٰن کیلانی، تیسیر القرآن مطبوعہ مکتبہ السلام سٹریٹ ۲۰ وسن پورہ لاہور۔

۳۰: حافظ صلاح الدین یوسف، احسن البیان، طبع دار السلام، ریاض، جدہ، شارجہ۔

۳۱: قاضی ثناء اللہ پانی پتی، تفسیر مظہری (اردو)، مطبع ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور۔

۳۲: الجوزی، ابی الفرح، جمال الدین، عبد الرحمٰن بن علی بن محمد، التوفی:۵۹۷ھ،

زادالمسیر فی علم التفسیر، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان۔

۳۳: مجددی، حضرت شاہ رؤف احمد، تفسیر رؤفی، مطبع، در مطبع نامی فتح الکریم واقع بمبئی۔

۳۴: شاہ عبد العزیز محدث دہلوی، تفسیر عزیزی، مطبع لال کنواں دہلی۔

حدیث

۳۴: البخاری، امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل متوفی:۲۵۶ھ، الجامع الصحیح البخاری، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی پاکستان۔

۳۵: مسلم، امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری المتوفی:۲۶۱ھ، الصحیح مسلم، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی پاکستان۔

۳۶: الترمذی، امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسی المتوفی:۲۷۹ھ، الجامع الترمذی، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار، لاہور پاکستان۔

۳۷: ابی داؤد، سلیمان ابن الاشعث سجستانی، المتوفی:۲۷۵ھ، مطبوعہ دار الفکر بیروت لبنان۔

۳۸: الخطیب العمری: علامہ ولی الدین محمد بن عبد اللہ، متوفی:۷۴۲ھ، مشکوۃ المصابیح مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان پاکستان۔

۳۹: الھندی، البرھان فوری، علامہ علاؤ لدین علی المتقی بن حسام الدین، المتوفی:۹۷۵ھ کنز العمال، مطبوعہ مکتبہ التراث الاسلامی، حلب۔

۴۰: ابن خزیمہ، امام محمد بن اسحاق المتوفی: ۳۱۱ھ، صحیح ابن خزیمہ، مطبوعہ مکتبہ اسلامی بیروت۔

۴۱: المنذری، حافظ ذکی الدین عبد العظیم بن عبد القوی، المتوفی:۶۵۶ھ، الترغیب والترہیب مطبوعہ مکتبہ مصطفی البابی الحلبی واولادہ بمصر۔

۴۲: النووی، محی الدین ابی زکریا، یحیی بن شرف المتوفی:۶۷۶ھ، الاذکار المنتخبۃ من

کلام الابرار، مطبوعہ مکتبہ مصطفی البابی الحلبی، بمصر۔

۴۳: النووی، محی الدین ابی زکریا، یحیی بن شرف المتوفی:۶۷۶ھ، ریاض الصالحین، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور۔

۴۴: ابن ماجہ، الحافظ ابی عبد اللہ محمد بن یزید القزوینی سنن ابن ماجہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

۴۵: امام علی بن عمر المتوفی:۳۸۵، سنن دار قطنی مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

۴۶: النسائی، القاضی احمد بن شعیب بن علی بن ہجر بن سنان، سنن النسائی، مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی۔

شروحات حدیث

۴۷: ابن حجر عسقلانی، علامہ شہاب الدین احمد بن علی، المتوفی:۸۵۲ھ، فتح الباری شرح بخاری، مطبوعہ مکتبہ الکلیات الازھریہ، مصر

۴۸: گنگوہی، رشید احمد دیوبندی، متوفی:۱۳۲۳ھ، لامع الدراری علی جامع البخاری، مطبوعہ ایچ، ایم سعید کمپنی کراچی پاکستان۔

۴۹: طیبی، محمد شرف الدین حسین بن عبد اللہ بن محمد المتوفی:۷۴۳ھ، طیبی شرح مشکوٰۃ، مکتبہ نزار مصطفی الباز مکۃ المکرمۃ۔

۵۰: القاری، ملا علی بن سلطان محمد، المتوفی:۱۰۱۴ھ، مرقات المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان پاکستان۔

۵۱: ابو طیب، محمد شمس الحق عظیم آبادی، عون المعبود بر حاشیہ ابی داؤد، مطبوعہ دار الکتب العربی بیروت لبنان۔

۵۲: الشوکانی، امام محمد بن علی بن محمد، المتوفی ۱۲۵۵ھ، نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار، مطبوعہ دار الفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع، بیروت لبنان۔

۵۳: عینی، علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد المتوفی:۸۸۵، مطبوعہ ادارۃ المنیریۃ

بمصر۔

۵۴: السندی، ابی الحسن، حاشیۃ النسائی، مطبوعہ نور محمد کتب خانہ آرام باغ کراچی۔

۵۵: المجددی، شیخ عبد الغنی دہلوی، المتوفی: ۱۲۹۵، انجاح الحاجۃ بر حاشیۃ سنن ابن ماجہ، مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی۔

۵۶: سعیدی، غلام رسول علامہ، شرح صحیح مسلم مطبوعہ فرید بک سٹال اردو بازار لاہور۔

۵۷: امجدی، شریف الحق علامہ، نزھۃ القاری شرح بخاری، مطبوعہ فرید بک سٹال اُردو بازار لاہور۔

۵۸: وحید الزمان، تیسیر البخاری شرح بخاری، مطبوع نعمانی کتب خانہ حق سٹریٹ اردو بازار لاہور۔

۵۹: میرٹھی، بدر عالم، بدر الساری الی فیض الباری علی البخاری، مطبوعہ محمد یعقوب الفراھی لاہور۔

۶۰: عبد الحق محدث دہلوی، أشعۃ اللمعات، مطبع کتب خانہ مجیدیہ، ملتان۔

۶۱: الطحاوی، احمد بن محمد بن سلامہ، شرح مشکل الآثار، مطبع مؤسسۃ الرسالۃ

۶۲: ابو الشجاع الدیلمی الھمذانی (509ھ)، الفردوس بماثور الخطاب، دار الکتب العلمیۃ، بیروت.

۶۳: ابن بطال أبو الحسن علی بن خلف (449ھ) شرح ابن بطال علی صحیح البخاری، مکتبۃ الرشد، ریاض۔

۶۴: المناوی، عبد الرؤف، فیض القدیر، شرح جامع الصغیر مطبع دار المعرفۃ، بیروت، لبنان

۶۵: ابن حزم الأندلسی، المحلی بالآثار، طبع إدارۃ الطباعۃ المنیریۃ، بمصر۔

۶۶: الباجی، ابی الولید سلیمان بن خلف بن سعد بن ایوب، المنتقی شرح موطا مالک، دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔

لغت

۶۷: الجرجانی، علی بن محمد الشریف، المتوفی: ۸۶۱ھ، التعریفات، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان۔

۶۹: السید محمد عمیم الاحسان، التعریفات الفقھیہ، مطبوعہ، دار الکتب العلمیہ، بیروت لبنان۔

۷۰: ابن منظور، ابی الفضل جمال الدین محمد بن مکرم، المصری المتوفی: ۷۱۱ھ، لسان العرب، مطبوعہ دار صادر بیروت لبنان۔

۷۱: سعودی ابو جیب، القاموس الفقھی لغۃ واصطلاحا، مطبوعہ دار الفکر دمشق سوریا۔

۷۲: المقرئ الفیومی، احمد بن محمد بن علی، قاموس المصباح المنیر، مطبوعہ دار الفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع، بیروت لبنان۔

۷۳: الموسوعۃ الفقھیہ، مطبوعہ وزارت الاوقاف والشؤون الاسلامیۃ الکویت۔

الراغب، الاصفہانی، المتوفی: ۵۰۲ھ، مفردات القرآن الحکیم مطبوعہ دار القلم، دمشق سوریا۔

۷۴: الشیخ، نجم الدین ابی حفص عمر بن محمد الحنفی المتوفی: ۵۳۷ھ، الطلبۃ الطلبۃ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان۔

۷۵: کیرانوی، وحید الزمان قاسمی، القاموس الوحید، مطبوعہ ادارہ اسلامیات لاہور پاکستان۔

۷۶: قلعہ جی، دکتور محمد رواس، موسوعہ فقہ عبد اللہ بن عباس، مطبوعہ التراث الاسلامی جامعہ ام القری مکۃ المکرمہ۔

۷۷: محمود، عبد الرحمٰن، عبد المنعم، دکتور، معجم، المصطلحات والالفاظ الفقھیۃ مطبوعۃ دار الفضیلۃ القاھرۃ مصر۔

سیرت

۷۸: الامام شہاب الدین احمد بن حجر، الھیتمی المکی الشافعی المتوفی 974ھ، الخیرات الحسان فی مناقب النعمان مطبوعہ شرکۃ دار الارقم بن ابی الارقم للطباعۃ والنشر والتوزیع، بیروت لبنان۔

۷۹: قاضی عیاض مالکی، الشفاء بتعریف حقوق المصطفی ﷺ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت۔

اصول فقہ

۸۰: التفتازانی، علامہ سعد الدین، المتوفی:۷۹۲ھ، التوضیح والتلویح مطبوعہ محمد علی صبیح واولادہ بمیدان الازہر بمصر۔

۸۱: ملاجیون، شیخ احمد، المتوفی:۱۱۳۰ھ، نور الانوار فی شرح المنار مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور۔

۸۲: الامام علاؤ الدین عبد العزیز بن احمد البخاری، المتوفی:۷۳۰ھ، کشف الاسرار عن اصول فخر الاسلام البزدوی مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان الطبعۃ الاولی:۱۹۹۷م۔

عقائد

۸۳: عبد الجلیل پشاوری، علامہ، سیف المقلدین علی اعناق المنکرین مطبوعہ در مطبع احمدی دہلی۔

۸۴: الداجوی، مولانا حمد اللہ دیوبندی، البصائر، مطبوعہ ایشک کتابوی استنبول ترکی۔

۸۵: الجوزی، لابن قیم، الامام شمس الدین محمد بن ابی بکر بن ایوب الذرعی الدمشقی الروح لابن قیم مکتبہ المتنبی القاہرۃ مصر۔

۸۶: لسیوطی، الامام جلال الدین، المتوفی:۸۵۵ھ، شرح الصدور بشرح حال الموتی والقبور، دار احیاء الکتب العربیہ بمصر۔

۸۷: عبد الحکیم شرف، القادری، شیخ الحدیث، غایۃ الاحتیاط، مطبوعہ مکتبہ رضویہ لاہور۔

۸۸: سرفراز صفدر، گھکڑوی، راہ سنت، مطبوعہ مکتبہ صفدریہ گوجرانوالہ۔

۸۹: خواجہ قمر الدین سیالوی، تنویر الابصار، مطبوعہ آستانہ عالیہ سیال شریف ضلع سرگودھا۔

۹۰: قاضی شمس الحق افغانی، رسالہ صحیح مسلک مطبوعہ مکتبہ رحیمیہ اکوڑہ خٹک۔

۹۱: مفتی احمد یار خان، جاء الحق مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور۔

۹۲: عبد المجید افغانی، آخری منزل (بزبان پشتو) مطبوعہ مرکزی مجلس رضا لاہور۔

۹۳: فرمولی، قاضی حبیب الحق، الرسائل المنتخبۃ فی الرسالۃ والوسیلۃ، مطبع ایشک کتابوی استنبول ترکی۔

۹۴: غورغشتوی، عبد الحق، فتویٰ در جواز حیلہ اِسقاط، مطبع محبوب پرنٹنگ پریس گوالمنڈی راولپنڈی۔

۹۵: سعید الرحمان، تجلیات رحمانی، ناشر جامعہ اسلامیہ کشمیر روڈ راولپنڈی صدر محمد عبید اللہ، القندھاری، حاشیہ شرح العقائد النسفیہ، طبع مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ۔

فتاویٰ

۹۶: الامام علی بن عثمان بن محمد سراج الدین، فتاویٰ سراجیہ، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی۔

۹۷: طاہر بن عبد الرشید، خلاصۃ الفتاوی، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئیٹہ۔

۹۸: ملا نظام الدین متوفی:۱۱۶۱ھ، فتاویٰ ھندیہ (عالمگیری) مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ۔

۹۹: الشاہ عبد العزیز، محدث دہلوی، فتاویٰ عزیزی مطبوعہ رحمان گل پبلشرز، پشاور۔

۱۰۰: امام ناصر الدین ابی القاسم محمد بن یوسف الحسینی السمرقندی، الملتقط فی الفتاویٰ الحنفیہ مطبوعہ مکتبہ عربیہ کانسی روڈ کوئیٹہ۔

۱۰۱: لسمرقندی، الشیخ نصر بن محمد بن ابراہیم المتوفی:۳۷۳ھ عیون المسائل، مطبوعہ مکتبہ مکۃ المکرمۃ نزد مسجد نور کانسی روڈ کوئیٹہ۔

۱۰۲: کفایت اللہ، دیوبندی، فتاویٰ کفایت المفتی مطبوعہ، دار الاشاعت اردو بازار لاہور۔

۱۰۳: امام احمد رضا خان، البریلوی، المتوفی:۱۳۴۰ھ، فتاویٰ رضویہ، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور پاکستان۔

۱۰۴: گنگوہی، رشید احمد، دیوبندی، المتوفی:۱۳۲۳ھ، فتاویٰ رشیدیہ مطبوعہ، محمد سعید اینڈ سنز کراچی۔

۱۰۵: حطاوی، علامہ احمد بن محمد، المتوفی:۱۲۳۱ھ، حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار مطبوعہ ندارد۔

۱۰۶: حصکفی، علامہ علاؤالدین محمد بن علی بن محمد، متوفی:۱۰۸۸ھ، مطبوعہ ندارد۔

۱۰۷: مفتی فرید، فتاویٰ فریدیہ، ناشر حافظ حسین احمد دار العلوم صدیقیہ زروبی ضلع صوابی۔

۱۰۸: امام حافظ الدین محمد بن محمد بن شھاب المعروف بابن البزاز، المتوفی:۸۲۷، فتاویٰ بزازیہ علی ھامش ھندیہ مکتبہ ماجدیہ طوغی روڈ کوئیٹہ۔

۱۰۹: مولانا اشرف علی تھانوی، امداد الاحکام، ناشر مکتبہ دار العلم کراچی۔

۱۱۰: محمود، مفتی، فتاویٰ محمودیہ، جمعیت پبلیکیشنز وحدت روڈ لاھور۔

۱۱۱: عبد الحق، فتاویٰ حقانیہ، طبع جامعہ اکوڑہ خٹک نوشہرہ۔

۱۱۲: فتاویٰ برھنہ، در مطبع نامی منشی نول کشور لکھنؤ۔

۱۱۳: امام فخر الدین حسن بن منصور اوزجندی (متوفی 592ھ)، فتاویٰ قاضی خان، مطبع منشی نول کشور لکھنؤ

فقہ

۱۱۴: السرخسی، علامہ شمس الدین محمد بن احمد، متوفی:۴۸۳ھ، المبسوط، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان۔

۱۱۵: شیخ ابن نجیم زین الدین مصری، حنفی، المتوفی:۹۷۰ھ، الاشباہ والنظائر، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

۱۱۶: مرغینانی، علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر المتوفی:۵۹۳ھ، الھدایہ (اولین) مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور۔

۱۱۷: الشرنبلالی، علامہ حسن بن عمار، المتوفی:۱۰۶۹ھ، نور الایضاح، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان پاکستان۔

۱۱۷: طحطاوی، علامہ احمد بن محمد، المتوفی:۱۲۳۱ھ، حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی۔

۱۱۸: الشرنبلالی، علامہ حسن بن عمار، المتوفی:۱۰۶۹ھ: مراقی الفلاح شرح نور الایضاح مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان پاکستان۔

۱۱۹: ابراہیم الحلبی، المتوفی:۹۵۶ھ، کبیری مع صغیری، مطبوعہ، مکتبہ اسلامیہ کوئیٹہ پاکستان۔

۱۲۰: علامہ امیر علی، عین الھدایہ، مطبوعہ، ادارہ نشریات اسلام افی مارکیٹ لاہور۔

۱۲۱: ابن نجیم، علامہ زین الدین، المتوفی:۹۷۰ھ، البحر الرائق شرح کنز الدقائق، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان۔

۱۲۲: شامی، علامہ سید محمد امین ابن عابدین، المتوفی:۱۲۵۲ھ، منحۃ الخالق، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان۔

۱۲۳: مولانا امجد علی، المتوفی:۱۳۶۷ھ، بہار شریعت، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور۔

۱۲۴: علامہ سیف اللہ رحمانی، جدید فقہی مسائل، مطبوعہ: پروگریسو بکس لاہور۔

۱۲۵: الصاغرجی، اسعد محمد سعید، الیسیر فی الفقہ الحنفی مطبوعہ دار الکلم الطیب دمشق بیروت لبنان۔

۱۲۶: الکھنوی، علامہ عبدالحی، التوفی: ۱۳۰۴ھ، بنفع المفتی والسائل، مطبوعہ کتب خانہ مجیدیہ ملتان۔

۱۲۷: خراسانی، امام شمس الدین محمد، التوفی: ۹۶۲ھ، جامع الرموز مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی۔

۱۲۸: ابن عابدین، علامہ سید محمد امین التوفی ۱۲۵۲ھ رسائل ابن عابدین، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور۔

۱۲۹: ابن عابدین، علامہ سید محمد امین التوفی: ۱۲۵۲ھ، الھدایۃ العلائیہ، مطبوعہ مکتبۃ القدس کانسی روڈ کوئیٹہ۔

۱۳۰: الامام شہاب الدین احمد بن حجر الھیتمی المکی الشافعی التوفی: ۹۷۴ھ، الخیرات الحسان مطبوعہ شرکۃ دار الارقم لطباعۃ والنشر والتوزیع بیروت۔

۱۳۱: دکتورہ نشوۃ العلوانی، الحیل الشرعیۃ بین الحظر والاباحۃ مطبوعہ دار اقرأ دمشق سوریا۔

۱۳۲: علامہ شہاب الدین احمد شلبی، حاشیہ الشلبی علی تبیین الحقائق، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، پاکستان۔

۱۳۲: اشرف علی تھانوی، المصالح العقلیہ للاحکام النقلیہ، کتب خانہ جمیلی، ۸۰، دی مال ٹاؤن لاہور۔

۱۳۳: قاضی فیض عالم ھزاروی، وجیز الصراط، طبع مؤسسۃ الشرف لاہور۔

۱۳۴: محمد اعزاز علی، الاصباح حاشیہ نور الایضاح، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ غزنی سٹریٹ لاہور۔

۱۳۵: محمد صدیق احمد انواروی کاندھلوی، نشاط الارواح ترجمہ وحاشیہ نور الایضاح، مطبع قرآن محل کراچی۔

۱۳۶: محمد شفیع مفتی، جواھر الفقہ، حیلہ اِسقاط کی شرعی حیثیت، مطبوعہ، مکتبہ دارالعلوم کراچی۔

۱۳۷: تقی عثمانی مفتی، غیر سودی بینکاری، مطبعہ مکتبہ المعارف کراتشی۔

۱۳۸: مجمع بحار الانوار، مطبع صدق، نول کشور لکھنؤ۔

۱۳۹: ابن قدامۃ ابی محمد عبداللہ بن أحمد بن محمد، المغنی، دار عالم الکتب، ریاض۔

۱۴۰: السمرقندی، علاؤالدین، تحفۃ الفقہاء، دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔

تصوف

۱۴۱: اصفہانی، ابی نعیم احمد بن عبد اللہ (التوفیٰ: 430)، حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء، مطبع دار الفکر، بیروت۔

۱۴۲: نجم الغنی رامپوری، تذکرۃ السلوک، مطبع منشی ایس محمد ابن علی مرادآباد: 1904۔

۱۴۳: نذیر رانجھا، تاریخ و تذکرہ خانقاہ سراجیہ، مطبع جمعیت پبلیکیشنز وحدت روڈ لاہور۔

------------ختم شُد------------